بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو الذي انزل عليك الكتاب منه آيات محكمات هن ام الكتاب

آل عمران: ۷

دروس القرآن الحکیم

شیخ الاسلام محقق العصر حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی

مرتبہ: عبدالغنی عفا اللہ عنہ

جلد دوم

مکتبہ شمس الحق افغانی
شاہی بازار، بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ

آل عمران : ۷

دروس القرآن الحکیم

مدرس

شیخ الاسلام محقق العصر حضرۃ علامہ سید شمس الحق افغانی

مرتبہ

عبد الغنی عفا اللہ عنہ

جلد دوم

مکتبہ شمس الحق افغانی

شاہی بازار ، بہاولپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هو الذي أنزل عليك الكتاب منه آيات محكمات

آل عمران : ۷

دروس القرآن الحکیم

مقتبس

شیخ الاسلام محقق العصر حضرۃ علامہ سید شمس الحق افغانی نور اللہ مرقدہ

مرتبہ

عبد الغنی عفا اللہ عنہ

جلد دوم

مکتبہ سید شمس الحق افغانی رحمہ اللہ

شاہی بازار ، بہاولپور

نام کتاب — — دروس القرآن الحکیم جلد دوم

افادات — — — حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی نور اللہ مرقدہ

مرتب — — — عبد الغنی عفا اللہ عنہ

ناشر — — — — مکتبہ سید شمس الحق افغانی رحمہ اللہ شاہی بازار بہاول پور

مطبع — — —

قیمت — — —

فہرست

تقریظ

حضرۃ شاہ نفیس الحسینی مدظلہ

الحمدللہ وحدہ والصلواۃ والسلام علی من لانبی بعدہ،

مخدوم العلماء حضرت علامہ مولانا سید شمس الحق افغانی عارف ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ برصغیر کے چوٹی کے علماء کرام میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

خاتم المحدثین حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے سربرآوردہ تلامذہ میں ہونے کا انہیں فخر حاصل ہے۔ حضرت مولانا افغانی کی ایک اور خصوصیت جو انہیں معاصر علماء کرام میں ممتاز کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ جدید و قدیم علوم سے کامل طور پر بہرہ ور تھے۔ مذہب اور سائنس میں تطبیق کا انہیں ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔ ان کی شخصیت اپنے وقت میں مرجع علماء رہی۔ ان کی تدریس کا زمانہ بھی خاصا وسیع ہے۔ دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل جیسے اداروں میں انہوں نے تدریس کی خدمات انجام دیں۔ آخر زمانہ میں وہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں اولاً شیخ التفسیر و بعدہ، رئیس الجامعہ کے منصب پر فائز تھے۔ اس منصب کو ان کے علم و فضل نے چار چاند لگائے۔ قیام بہاولپور کے زمانے میں ان کا چشمہ علوم قرآنی موجیں مارتا رہا۔

حضرت افغانی نے شروع میں مدرسہ فاروقیہ تجوید القرآن کی مسجد میں اور بعد میں حکومت کی خواہش پر بہاولپور کی شاہی مسجد میں ۱۹۶۳ء سے لے کر ۱۹۷۳ء تک باقاعدگی سے قرآن پاک کا درس دیا۔ اس عرصہ دس سال میں آپ نے صرف تعوذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کے چار رکوع پر دروس بیان فرمائے۔ (آپ نے یہ دینی خدمت بغیر کسی معاوضہ کے ادا کی)۔ اہل علم کی ایک بہت بڑی تعداد اس سے مستفیض ہوتی رہی۔ سعادت مند تلامذہ نے ان کی اچھوتی تحقیقات کے نکات اپنے سینوں میں محفوظ کئے۔ ان حاضر باش علماء میں (جناب مولانا) عبدالغنی کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے اپنے محبوب استاد کے دروس قرآنی کو لفظ لفظ محفوظ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمر میں برکت عطا فرمائے کہ اب وہ حضرت افغانی کے علوم قرآنی کو زیور طباعت سے آراستہ کر کے افادۂ عام کے لئے منصۂ شہود پر لے آئے ہیں اور جگہ جگہ عنوانات قائم کر کے دروس کی افادیت کو دوبالا کر دیا ہے۔ (مولانا) عبدالغنی صاحب کتابت و طباعت کا بھی بہترین ذوق رکھتے ہیں۔ پیش نظر کتاب اس کا منہ بولتا نمونہ ہے۔ کتاب کے تمام مصارف بھی انہوں نے خود ہی برداشت کئے ہیں۔ ایک خطیر رقم انہوں نے اس کتاب پر خرچ کی ہے۔ ایسا کام ایک بے پناہ جذبہ محبت ہی سے کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ (مولانا صاحب کی) اس خدمت کو قبول فرمائے اور تاحیات انہیں خدماتِ دینی انجام دینے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

نفیس الحسینی

(۳/۱۷۷ کریم پارک راوی روڈ لاہور)

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں "دروس القرآن الحکیم" جلد دوم کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائی ہے جو اس وقت آپکے ہاتھ میں ہے۔ اس جلد دوم میں کل ۳۲ دروس ہیں چونکہ اس جلد دوم میں بھی تعوذو تسمیہ کا مضمون جاری ہے اس لئے دروس کی ترتیب جلد اوّل والی بدستور قائم رکھی گئی ہے۔ تو یوں اس کا پہلا درس ۳۱ سے شروع ہو کر درس ۶۲ پر ختم ہونگے۔ ایک عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ دروس صرف عوام الناس کے لئے بیان کئے جاتے تھے اگرچہ ان میں علماء کرام، مشائخ عظام اور جدید تعلیم یافتہ کے اونچے طبقہ کے لوگ پابندی سے حاضر ہوتے تھے مگر حضرت جی رحمہ اللہ بیان میں عوام الناس کو ترجیح دیتے تھے۔ مشکل مسائل کو آسان طریقے اور عام لفظوں اور سادہ مثالوں سے سمجھاتے

تھے۔ چونکہ عوام الناس کو سمجھانے کے لئے بعض جگہ کلام کا تکرار فرماتے تا کہ لوگوں کو مطلب سمجھ آسکے اور عمل کی توفیق ہو۔ اس لئے کلام کے تکرار کو بھی باقی رکھا گیا۔

اور پھر تقریر و تحریر میں فرق بھی ہوتا ہے۔ تحریر میں تو جملوں کی ترتیب، نحوی ترکیب یعنی گرائمر اور الفاظ کی پختگی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ مگر تقریر میں اور جو ہو بھی عوام النّاس کے لئے جن میں معمولی تعلیم یافتہ کے علاوہ بالکل غیر تعلیم یافتہ بھی ہوتے ہیں۔ تو وہاں اگر تقریر کو ادیبانہ رنگ میں بیان کیا جائے تو عوام النّاس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اس لئے حضرت جی رحمہ اللہ نے جس طرح سادہ بیان فرمائے اور سادہ الفاظ استعمال کئے ہم نے انہی الفاظ کو بعینہ اسی طرح قلمبند کیا اور طباعت کیا تاکہ وہ روحانیت برقرار رہے۔

باقی جو اغلاط اور خامیاں پائی جائیں انھیں بندہ کی طرف منسوب کریں اور مطلع کریں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں درستگی کر دی جائے۔

بندہ

عبد الغنی عفااللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درس نمبر: ۳۱
3 مئی 1964ء

بِسْمِ اللہ کی جامعیّت

پہلے بسم اللہ میں رحمت کا بیان رہا ہے اب بسم اللہ کی جامعیت کا بیان ہے سفیان بن عیینہ اور دیگر سلف صالحین کا بیان ہے کہ اللہ نے انسان کیلئے جتنی ہدایتیں فرمائی ہیں سب قرآن میں جمع ہیں وَمُھَیمِناً قرآن تمام ہدایتوں کا نگہبان ہے تمام پیغمبروںؑ کے علم اور قرآن کے علم کا خزانہ سورۃ فاتحہ میں ہے۔ اس کیلئے بزرگوں نے دلیل دی ہے کہ حدیث میں ہے کہ سورۃ فاتحہ ام القرآن ہے کلّ صلوٰۃٍ لَا یُقرأ فیھا یعنی سورہ فاتحہ ام القرآن ہے سارے قرآن کی ماں ہے۔ تو تمام پیغمبروںؑ کے علم کا خزانہ قرآن کا خزانہ سورۃ فاتحہ۔ بسم اللہ میں بڑی بات یہ ہے کہ لفظ اسم یعنی نام بیان کیا گیا ایک اللہ کی ذات دوسرا صفت تیسرا نام۔ اللہ تعالی کے نام بیشمار ہیں امام رازی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ رب العزۃ کے 4 ہزار نام مبارک ہیں حضرت مدظلہ نے فرمایا کہ درحقیقت معاملہ 4 ہزار میں بند نہیں نام کی کئی قسم ہوتی ہیں

بِاُمِّ الْکِتَابِ فَہِیَ خِدَاجٌ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ

ایک نام تعین کیلئے والدین رکھتے ہیں مثلاً عبداللہ وغیرہ اور ایک وہ نام جو کسی کمال سے پیدا ہو مثلاً انسان حکیم وکیل وغیرہ یہ کمالات ہیں یہاں ناموں سے مراد یہ ہے کہ جو نام تعین کیلئے رکھا جاتا ہے اسکو اسم ذات اور جو کسی کمال کی بناء پر ہو وہ اسم صفت کہلاتا ہے۔ بالفاظ دیگر ایک اسم ذاتی ایک صفاتی ہوتا ہے۔ انسانوں میں عبداللہ وغیرہ یہ اسم ذاتی اور حاجی وغیرہ یہ صفاتی ہیں اللہ تعالیٰ کا اسم ذاتی اللہ ہے اسکو بعضوں نے اسم اعظم فرمایا ہے۔حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذاتی نام صرف اللہ ہے باقی سب صفاتی ہیں۔ بقول امام رازی رحمتہ اللہ علیہ کہ 4 ہزار ہیں درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ناموں کی انتہا نہیں کیونکہ ذاتی تو ایک ہے مگر صفاتی بہت ہیں انتہا اس لئے نہیں کہ صفت کمال کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کے کمالات تو غیر منتھی ہیں۔ قرآن۔ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي اگر دنیا کے تمام درخت قلمیں بنالیں اور تمام سمندر سیاہی تو بھی کم ہیں میری تعریف میں۔تو کمالات بے انتہا اور نام بھی بے انتہا اصلی نام تو ایک کم سو ہیں بخاری شریف میں ہے اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا رب العزۃ کے (۹۹) نام ہیں جو ان کا ورد کریگا بہشت میں داخل ہو گا ترمذی شریف میں ذکر ہے کہ اللہ تعالی رحمان رحیم ہیں۔ تو ایک اسم مبارک

۔ مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ

ہوا دوسری صفت ہوئی۔ نام مبارک بھی بہت بڑی بات ہے فرمایا ایک تو بسم اللہ میں دوسری جگہ فرمایا سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى کہ تم اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کی پاکی بیان کرو اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ پڑھ تو رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ دن میں یہ ضرور تلاوت کیا کرو بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ میں اس کے نام سے پناہ لیتا ہوں معلوم ہوا کہ ذات کی طرح نام میں بھی بڑی طاقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات جو فعل صفات کے ذریعہ ہوتی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات میں بہت فعل ہوتے ہیں مثلاً روزی رزق دینا۔ اللہ تعالیٰ نے رزق کا معاملہ اپنے ہاتھ میں رکھا نہ کسی محکمہ کے تحت نہ کسی بادشاہ کے پاس۔ آج تخم ڈالو اگر اللہ فرما دے تو نکلے گا ورنہ تمام یورپ والے اکٹھے ہو کر بھی ایک تخم کا دانہ اگا نہیں سکتے۔

نہ روید زمیں اناں نکوئی بسیار
نہ بارد فلک تا بگوئی

جب تک تیرا آرڈر نہ ہو زمین اگتی نہیں آسمان برستا نہیں۔ بعض لوگ دریاؤں پر ناز نخرے کرتے ہیں دراصل دریا بھی آسمانی پانی کے محتاج ہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا مسئلہ رکھا تاکہ چھوٹے منہ کا بندہ یہ دعویٰ نہ کرے کہ روزی میرے ہاتھ میں ہے

اگر بارش نہ ہوتی تو ان سب نہروں اور دریاؤں میں پانی نہ ہوتا دیکھتے نہیں ہو کہ بعض وقت لوگ پیاسے مر رہے ہوتے ہیں۔ کھیتی خشک ہو جاتی ہے اور بادل ہزاروں من پانی لیکر جارہا ہوتا ہے ساری دنیا کی طاقتیں ایک پانی کی بوند حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو۔ قرآن وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ کہ تمہاری روزی آسمان میں ہے یعنی تمہارا رزق عالم بالا میں ہے وَمَا تُوعَدُونَ جسکا وعدہ جنت میں کیا گیا ہے۔ وہ بھی عالم بالا میں ہے تو سب کچھ اوپر ہونے کے باوجود آپ نیچے دنیا میں ایسے لپک کر رہتے ہو کہ اوپر جانا ہی نہیں۔ روزی انسانوں پر تقسیم ہوتی ہے مثلاً قبل زمانہ میں قحط کے وقت راشن کارڈ بنائے گئے ہر ہر گھر کیلئے گندم مقرر کی گئی اسی انتظام کے مثل بعینہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انتظام ہو چکا ہے۔

حضرت ابی ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار قبل اللہ تعالیٰ نے یہ باتیں لکھیں کہ فلاں کی عمر کتنی اور رزق اتنا وغیرہ معلوم ہوا کہ انسان و حیوان کی روزی کیلئے دفتر عالم بالا میں ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا کہ روزی میرے ہاتھ میں ہے اگر اس طرح بھی سمجھ نہ آئے تو دیکھو جب قحط پڑتا ہے تو حکومت کتنی پریشان ہوتی ہے۔ قرآن۔ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ معلوم ہوا کہ مجموعہ روزی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جس سال مینہ یعنی بارش

زیادہ۔مجموعہ روزی کی مقدار میں زیادہ۔کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گندم کی مقدار زیادہ ہوتی ہے مگر ہوا ایسی چلتی ہے جس سے گندم کے خوشہ خالی ہوجاتے ہیں۔اس سال بارشیں نہیں ہوئیں مگر ایک جگہ سے خط آیا ہے کہ قبل سالوں سے گندم مقدار میں زیادہ ہوئی ہے۔ تو مجموعہ رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور رزق کا وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے ہر ہر فرد کیلئے وہ صرف رب العزۃ کے ہاتھ ہے۔ مثلاً دیکھو بہت لکھپتی لوگ ایسے ہیں کہ کنجوسی کی وجہ سے گزارہ تنگ ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔کہا تم لاکھوں کے مالک ہو میں دلکی چابی جس طرف پھیر دوں کہ مانگ کر کھاؤ گے اپنی کمائی سے محروم جاؤ گے زیادہ مال کے باوجود اتنی توفیق نہیں کہ اپنے کمائے ہوئے سے نوش کرے۔ تیسری بات یہ ہے کہ روزی اس وقت کار آمد کہ جب کھانے والا موجود ہو موت 20 سال میں آجاتی ہے مگر سامان 50 سال کا بنا رکھا ہے حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ ایک بہت عظیم بزرگ گذرے ہیں جہاد پر جانے لگے بیوی کے پاس 6 ماہ کا خرچ رکھ کر فرمانے لگے میں 6 ماہ جہاد میں مشغول رہونگا یہ خرچ ہے اس زمانہ کی بیوی میں فرق تھا یورپ والوں نے تو یہ سمجھا کہ بیوی وہ باکمال جو ناچنا جانے اولاد ماں کی عادت اختیار کرتی ہے تو ایسی ناچنے والوں کی اولاد کیسی پیدا ہو گی؟ تو جب حضرت اصم رحمتہ اللہ علیہ نے خرچ رکھا تو بیوی نے کہا کہ عمر بھی 6 ماہ کی دیدو تو بزرگ

نے فرمایا کہ عمر تو میرے بس میں نہیں تو بیوی نے کہا جب عمر ہاتھ میں نہیں تو زندگی دینے والا روزی بھی دیدے گا جاؤ مجھے تیری روزی کی خواہش نہیں۔ دوسرا واقعہ ایک امیر کسی بزرگ کو لنگر کیلئے کچھ نقدی دینے لگا اور کہا کہ میں بہت مالدار ہوں تو بزرگ نے کہا کہ عمر بھی بنائی فرمایا عمر تو میرے اختیار میں نہیں تو بزرگ نے فرمایا کہ قبر میں تو ایک کوڑی بھی کام نہیں آئے گی۔ بزرگ کی مجلس اختیار کرنے میں بہت فائدہ ہوتا ہے جس طرح میلے کپڑوں کیلئے صابون فائدہ مند ثابت ہے اسی طرح گدلے روح کیلئے بزرگ کی مجلس اکسیر ہے یعنی گدلے قلوب صاف ہوجاتے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ مؤمن کو کس طرح بننا چاہیئے فرمایا مؤمن کو قبر کیلئے ایسا تیار ہو کر جانا چاہیئے جس طرح پہلی رات اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے یعنی قبر کی شب کو شب عروسی سمجھے جب موت آئے تو خوش ہو کر جائے یہ نہ ہو کہ روتا جائے کہ کچھ نہیں کمایا۔ مطلب یہ ہے کہ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ کہ جس دفتر سے روزی وہ دُفتر عالم بالا میں روزی کا سر چشمہ پانی وہ بھی اوپر بہر حال سب کچھ اوپر۔ اللہ کے نام صفاتی مثلاً رزاق اس کے ساتھ روزی کا تعلق۔ محی اس سے زندگی کا تعلق۔ ممیت اس سے موت کا تعلق، ایک شخص بزرگ کے پاس گیا عرض کی کہ روزی بہت تنگ ہے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نام تلاوت کیا کرو وہ

اپنی حکمت کے ساتھ روزی فراخ فرمائے گا فرمایا باسط اللہ تعالیٰ کا اسم
مبارک ہے اسے پانچ سو گیارہ مرتبہ تلاوت کیا کرو کیونکہ باسط کے
ابجد پانچ سو گیارہ ہیں تو اس نے پڑھا رب العزۃ نے روزی فراخ
فرمادی۔ ابو شیخ شہابؒ الدین سہروردی کے چچا ابوالنجید کے پاس جو
مرید فراخی روزی کیلئے آتا تو اسے 99 نام فرمادیتے پھر پوچھتے کہ کون
سے نام سے اثر ہُوا تو جس سے اثر ہُوا اسی کا ورد فرماتے یہ اسلئے کہ
ہر انسان کی الگ خاصیت ہوتی ہے اور ہر نام میں بھی الگ
خاصیت تو جو نام اس کے مطابق بیٹھا اسکا ورد فرمادیا امام غزالی رحمتہ
اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے 99 نام ہیں ہر نام کے ساتھ
کائنات کا کوئی کام وابستہ ہے۔ مثلاً روزی لفظ رزّاق سے وابستہ ہے
بچہ وغیرہ کی پیدائش لفظ خالق سے وابستہ ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ
علیہ نے فرمایا کہ 99 نام ہیں ہر نام میں بہت عملہ وابستہ ہے مثلاً
رزّاق کے نام کہ زندہ کو روزی پہنچاؤ زمین کے پردوں میں جو جانور
ہیں انکو بھی دینا ہے۔ روزی رسانی صرف انسان سے خاص نہیں بلکہ
ہر جاندار کے ساتھ ہے قرآن۔ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا
معلوم ہوگیا جس میں جان ہے اسکی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ۔ کوہاٹ
میں ایک رئیس نے مزدوروں کو ایک چٹان مسمار کرنے کا حکم دیا
تاکہ مکان تعمیر کروایا جائے تو منوں چٹان کو توڑا گیا عین وسط میں
ایک کیڑا نکلا جس کے منہ میں ایک سبز پتی تھی لوگ حیران ہوگئے

کہ نہ روزی اسکے قریب نہ وہ کیڑا روزی کے قریب تو معلوم ہو گیا کہ جہاں روزی کا امکان نہ ہو تو اللہ تعالیٰ وہاں روزی رسانی فرماتا ہے شاید اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو سبز پتی میں تبدیل فرما دیا ہو۔ اقوام متحدہ کی اطلاع کے مطابق روزانہ 50 کروڑ ٹن آٹا خرچ ہو رہا ہے یہ خدا کا عظیم لنگر کبھی بند نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہوتا ہے/روزی کا مسئلہ اپنے قبضہ میں رکھا کسی کے ہاتھ میں نہیں۔پانی یا زمین کی چابی پھیر دے سیم بنا ڈالے ایسا سیم کہ دنیا میں اسکا علاج نہیں۔امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہر نام میں کائنات کے تصرّفات وابستہ ہیں اور ہر کام کے تقاضاؤں کو ملائکہ پورا کرتے ہیں۔دوم محبوب اس وقت جب اس کی صفت کا ظہور ہو دنیا میں۔سخی سخی کو اور بہادر بہادر کو پسند کرتا ہے۔ آخرت میں بھی اسی طرح ہو گا مثلاً رحمت اللہ کی صفت ہے اب اگر ایک انسان رحم کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے مناسبت ہو گئی حدیث شریف میں ہے۔ اِرْحَمُوا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ ۔ الحدیث جو زمین میں رحم کرے میں اس پر آسمانوں پر رحم کرتا ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ پوری رحمت کفر سے نکل جاتی ہے یعنی کافر کے دل میں ذرا بھر بھی رحم نہیں ہوتا۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہر مؤمن کے دل میں کسی نہ کسی درجہ کا رحم ہے۔ دیکھو ہندوستان پر ہزار سال مسلم حکومت رہی محمد بن قاسمؒ سے لیکر بہادر شاہ ظفرؒ تک کوئی ایک ایسا واقعہ ہوا جس سے ہندو

کی بے حرمتی ہوئی ہو یا کہ کوئی قتل و خون ہؤا ہو صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ علیہ کے وقت بارہا یورپ پر قبضہ ہؤا بڑے امراءشہزادے گرفتار ہوئے سب معاف کردئے جاتے مگر آج کل ہندو کے ہاتھ راج آگیا باوجود بزدل کافر کے راج کی وجہ سے رات دن قتل و خون ہو رہا ہے صلاح الدینؒ کے وقت میں کسی شہزادے کافر کی بے حرمتی نہیں ہوئی یہ عیسائی جو آج کل ہسپتال و مشن سکول کھول کر رحم دل بنے پھرتے ہیں یہ زبانی رحمت ہے دلی نہیں یہ مشن وغیرہ تو ایمان سلب کے ذرائع ہیں یہ ہمارے دین کے دشمن ہیں مگر آج ہم انکے مشن میں بچے وغیرہ کو تعلیم دلواتے ہیں۔ میرا اپنا عقیدہ بھی یہ تھا کہ کافر کے دل میں ذرا بھی رحم نہیں مگر تلاش کرنے کے بعد حدیث بھی مل گئی کہ رحمت اس قلب سے نکل جاتی ہے جو کافر ہو۔ صلیبی جنگوں میں عیسائیوں نے کیا مظالم کئے یہ مشن وہاسپیٹل تو ایمان سلب کرنے کے جال ہیں۔ اسلام کے سوا سب دین غلط ہیں لیکن عیسائی دین کے مثل کوئی غلط نہیں۔ دیکھو ایک ذات مریمؑ کے پیٹ میں رہی پھر غذا کی محتاج رہی نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو بچہ بننے کا شوق تھا کہ اپنی باندی مریمؑ کے پیٹ میں رہا اور اسکے بعد ضروریات زندگی کا محتاج ہو پھر عیسائیوں کا عقیدہ کہ ہم نے خدا کو قتل کر دیا اسکے منہ پر تھوکا یہ نعوذ باللہ ایسے خدا رکھتے ہیں کتنی غلط بات ہے۔ کہاں خدا کی بڑائی و عظمت کہاں یہ ذلت و رسوائی جب

عیسائیوں نے فتح پائی تو اعلان کیا کہ ہمارا قبضہ ہے مسلمانوں کو قتل عام کرو تو قتل عام شروع ہو گیا اطلاع دی گئی کہ بہت قتل ہو گیا حکم دیا کہ ہم نے قسم کھا رکھی ہے کہ مسلم کا خون جب تک ہمارے گھوڑے کی گردن تک نہ پہنچے گا قتل کرنا ختم نہ کرینگے۔ جب گردن تک پہنچا تو کہا اب درست ہے۔ کبھی کافر کو رحم دل نہ سمجھو بزدل ہے اسکے بس نہیں اگر راج آجائے تو پھر دیکھو کیا مظالم کرتے ہیں۔ مثلاً قبرص میں ترک مسلمانوں پر کیا گذر رہی ہے۔ مومن محبوب وہ ہے جو صاحب رحمت ہو صرف انسان پر رحمت نہیں بلکہ حیوان پر بھی ہو۔ یہ واقعہ حدیث میں ہے کہ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک آدمی قبل زمانہ میں جنگل میں جا رہا تھا عرب میں پانی کی قلت تھی اسکو پیاس لگی کہیں سے پانی دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے ہانپ رہا ہے دل میں سوچا کہ جس طرح مجھے پیاس لگی تھی اسے بھی اسی طرح تکلیف ہو گی قریب ایک کنواں تھا اپنے پاؤں سے موزہ اتارے اور کنوئیں میں اتر گیا موزے بھرے پھر انکو دانتوں میں دبا کر ہاتھ پاؤں سے اوپر چڑھا پھر انکو کھول کر کتے کو پلایا تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ تیرے ایک عمل سے جنت مل گئی۔ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تشریف لے جا رہے تھے تو ایک انصاری کے باغ میں ایک اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہو گیا

حدیث صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّہٗ یَشْکُوْ کَثْرَۃَ الْعَمَلِ وَقِلَّۃَ الطَّعَامِ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم شکایت کی کہ تو رحمۃ للعٰلمین ہے میرا مالک کام زیادہ لیتا ہے چارہ کم دیتا ہے تو صحابیؓ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج سے یہ اونٹ آزاد کام نہیں لیا جائے گا چارا دیا جائے گا۔ رحمت خداوندی کے تحت اللہ، رحمان، رحیم تینوں انسان کی ضرورتوں کیلئے ہیں۔

درس نمبر: ۳۲
8 مئی 1964

بسم اللہ کی علمی وسعت

بسم اللہ کے متعلق بزرگان دین و صحابہ کرامؓ کی رائے ہے کہ اس میں قرآن کے سارے علوم آ گئے اور قرآن کا بڑا اعجاز ہے کہ تیس پارہ کے علوم سمٹ کر بسم اللہ میں آ گئے اس داخلہ پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا کیونکہ دنیا میں اسکی نظیر ہے مثلاً خرما کی گٹھلی پھیل کر کتنا بڑا درخت بن جاتا ہے۔ اسی طرح اگر بسم اللہ پھیلکر تیس پارہ کے برابر بڑھے تو درست ہے یہ بھی مادی شے کے مثل بڑھنا ہوا۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ بسم اللہ میں تیس پاروں کا علم کیسے آ گیا۔ بسم اللہ میں اللہ تعالیٰ کے تین اسم مبارک ہیں ایک اللہ دوسرا رحمان، تیسرا رحیم دنیا کے کاروبار اللہ تعالیٰ کے ناموں سے وابستہ ہیں قرآن۔ وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی کہ اللہ تعالیٰ کے اچھے نام ہیں اگر حاجت مراد مانگو تو رب العزۃ کے ناموں سے مانگو نام سب کاموں کیلئے ہیں۔ ہمارے نام تو بغیر کام کے ہیں مگر رب العزۃ کے ہر نام سے کام وابستہ ہیں۔ پوری کائنات میں لاکھوں کام ہیں مگر

بنیادی صرف تین ہیں۔ میرے خیال میں عرش سے فرش تک
جتنے کام ہیں وہ بنیادی طور پر تین ہیں باقی سب شاخیں ہیں۔ پہلا
کام کونسا ہے جو لفظ اللہ سے وابستہ ہو دوسرا کام جو لفظ رحمان سے
تیسرا کام جو لفظ رحیم سے وابستہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ بڑا کارخانہ
تین کاموں کا مجموعہ ہے جو اللہ کے تین ناموں سے ترتیب وار سپرد
ہیں۔ جو لفظ اللہ کے سپرد وہ وجودی ہیں۔ یعنی جنت۔ دوزخ۔
چاند سورج وغیرہ۔ یہ موجود دنیاوی جہان میں آگ۔ پانی۔ جمادات۔
کانین وغیرہ یہ کام لفظ اللہ سے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی
تھوڑے کام سپرد فرمائے ہیں جہاں جس چیز کو وجود و ہستی ہو گی وہ
طفیل الوہیتہ ہے۔ اللہ نے بہت نعمتیں عطا فرمائیں مگر بد بخت
انسان سوچتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو وجود دیا مگر اب انسان کے
وجود پر بحث کرتے ہیں۔ اللہ نے انتظام فرمایا کہ جو فرشتے الوہیتہ کی
خدمت کرتے ہیں انکو کام پر لگایا کہ الوہیتہ کے کام کرو دیکھو قرآن
میں سب سے اول فرشتہ کا ذکر لایا گیا ہے قرآن۔ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ
وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ اللہ کی قدرتی چیزیں اتنی ہیں جو ہمارے علم میں
نہیں اور جو ہیں وہ قطرہ کے برابر ہیں۔ اور جو نہیں وہ سمندر ہیں کچھ
مخلوق اللہ کی ایسی جو نظر نہیں آتی جن میں کچھ نوری یعنی ملائکہ کچھ
ناری یعنی جن۔ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے کہ ایک ایسی مخلوق جو
نظر آئے گی دوسری ایسی جو نظر نہ آئے گی۔ ملائکہ کی تین قسمیں

ہیں۔ ارضیہ، سماویہ، عرشیہ، ارضیہ کے سپرد زمین کے کام۔ سماویہ کے سپرد آسمان والے کام۔ عرشیہ کے سپرد عرش کے کام۔ کم بخت انسان کھیل میں پڑا اور وہ ملائکۃ اللہ فرش سے عرش تک خدمت گذار بنے۔ قرآن۔ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عرش کے گرداگرد ہمارے لئے بخشش مانگی جارہی ہے ملائکہ سماویہ میں۔ آج اگر ایک ستارہ زمین پر گر پڑے تو ساری زمین ختم ہو جائے ہر ستارہ سے کام وابستہ ہے اور ہر ستارہ سے فرشتہ مقرر ہے۔ گردش دینے والا جسکو ڈرائیور بھی کہا جاتا ہے وہ فرشتہ الگ ہزاروں سال گذر رہے ہیں۔ مگر جہان اپنی حالت پر قائم ہے جس طرح سے کہ شروع سے بنا تھا غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم آخری جلد میں بالملائکۃ میں فرماتے ہیں کہ ایک انسان کا بن جانا دوسرا حیوان کا بن جانا تیسرا نباتات کا اگ جانا یہ سب کام ملائکہ کے سپرد ہیں مگر ہم نہیں دیکھتے۔ نطفہ رحم میں ملائکہ کے ذریعہ شکل آخری اختیار کرتا ہے۔روح المعانی۔ جب نطفہ رحم میں داخل ہوتا ہے تو چار سو ملائکہ ماں کے پیٹ میں مقرر کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ دراصل نطفہ ایک چیز ہے مگر اس سے مختلف چیزیں بنانی ہوتی ہیں کوئی سخت مثلاً ہڈی کوئی نرم مثلاً گوشت کوئی پتلی مثلاً بال اور ہر عضو کے الگ کام ہوتے ہیں اسکے علاوہ ہر کام اندازہ پر رکھنا کہیں عضو کم، یا بڑا نہ ہو جائے تو انسانی و حیوانی تخلیق کے متعلق۔ نباتات کے متعلق بھی یہی ہے کہ زمین و

پانی سے کتنے خوشبودار پھول وغیرہ بنتے ہیں-یورپ والے اتنے سست ہیں کہ منعم کا خیال نہیں آخر یہ نعمتیں کہاں سے ملی ہیں دیکھو بہترین پھول وہ مٹی اور پانی کا خلاصہ ہیں مگر اسکے علاوہ کہ مٹی پانی ایک رنگت کے مگر پھول رنگ برنگ مختلف خوشبوئیں اور اسکے علاوہ درختوں کے پھلوں کی کارروائی-جو کام دانائی پر موقوف ہو وہ نادان نہیں کرسکتا- اور جو قوت پر موقوف ہو وہ بے طاقت نہیں کرسکتا- اس تمام فضا کے اندر حکمت و قوت کی ضرورت ہے- عجیب بات یہ ہے کہ دنیا کے بڑے فلاسفر کے ہاتھ میں آم کی گھٹلی دیدو کہ آم کا درخت پیدا کردو ساری دنیا درخت بنانے سے عاجز رہے گی اسی طرح نطفہ فلاسفر کے ہاتھ دیدو کہ آدمی بناؤ اور دماغ اور ہر عضو صحیح سالم ہو تو ساری دنیا عاجز رہے گی- تخلیق انسانی ایک- تخلیق حیوانی دوم- تخلیق نباتاتی تین انکی تخلیق وغیرہ میں ملائکہ شامل ہیں کیونکہ حکمت و قوت ضروری ہے حدیث شریف قُوَّةُ مَلَكٍ كَقُوَّةِ مِأَتَيْنِ سارے جن سارے انسان جمع ہوجائیں تو ایک فرشتہ کی طاقت سے کم ہیں- قرآن فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ زمین میں چلو پھرو جیسے لوطؑ کی قوم کی ساری بستی ایک فرشتہ نے پلٹ ڈالی- دیکھو دنیا میں الٹی ہوئی بستی موجود ہے-تربیتِ انسان میں ملائکہ کی ضرورت اتنا کام تو یہ تھا کچھ کام انسان کی غذا میں مثلاً گندم بونا کاٹنا وغیرہ انسان نے کیا نوالہ منہ میں ڈالا آگے کام سپرد ملائکۃ اللہ کے-

نوالہ کے بعد نہ میرا ہاتھ پیٹ میں نہ کسی کا ہاتھ داخل ہوگا ب
نامعلوم کہ نوالہ سے کیا ہوگا ملائکہ کے ذریعہ سے انسان کی تربیت اور
خون بنتا ہے۔ غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے کام بتلائے ہیں فرشتوں کی
تعداد نہیں بتلائی پہلا کام خوراک کو خون کی شکل بنانا۔ آپکے سامنے
روٹی رکھ دی جائے کہ خون بنادو تو آپ خون بنانے سے عاجز ہو
جائیں گے۔ اچھا خون تو بنا۔ اسی خون سے اعضاء پرورش پاتے
ہیں تو تحصیل دم کے علاوہ تقسیم دم بھی ہے۔ تو ہر عضو کیلئے خاص
حصہ مقرر کرنا مثلاً انگلی وغیرہ کو کتنا خون ملنا چاہیئے میرے خیال میں
اسکے لئے بڑا دفتر ہونا چاہیئے۔ تاکہ غلطی نہ ہو جس طرح پانی کا ذخیرہ
ہو پھر اسکی تقسیم ایک یہاں دنیا کی تقسیم اگر غلط تو بگاڑ نہیں مثلاً اگر
اللہ تعالیٰ پانی کا راشن مقرر کر دیتا تو اگر زیادہ ملا تو بھی انسان کی تباہی
اگر کم ملا تو بھی انسان کی تباہی۔ اور دوسرا بدن میں چونا بنانا جو
مرنے کے بعد ختم کیونکہ خون ختم ہوجاتا ہے۔ تیسری چیز یہ بنانی
ہوتی ہے کہ بنے ہوئے خون کو کھینچا جائے کہ جتنا حصہ ایک عضو
کے پاس جمع ہوا ہے وہ دوسرے حصہ خون کے آنے تک جمع
رہے چوتھا کام کہ خون کو ایک عضو کی شکل دینا اس بات کی
ضرورت ہے کہ تشکیل کے علاوہ مقدار کا بھی خیال ہو۔ مثلاً ناک میں
اتنی خون کی مقدار دیجائے جس سے ناک کا سوراخ بند نہ ہو۔ مثلاً کمہار
کوزہ بناتا ہے اگر کوزہ کا سوراخ بند ہوجائے تو مطلب فوت ہوگیا

امام غزالی فرماتے ہیں کہ تم سوئے ہوئے ہو اور ملائکہ تمہارے بدن میں کام کر رہے ہیں یہ مذکورہ بالا چیزیں لفظ اللہ کے متعلق ہیں۔ باقی رحمٰن و رحیم۔ ایک تو گویا وجود۔ انسان کو سب سے زیادہ محبت وجود سے باقی کے ساتھ محبت اپنے وجود کی وجہ سے (مثلاً مال سے محبت کھانے پینے سے محبت، اور بیٹے وغیرہ سے محبت، یہ اپنے وجود کیلئے ہے۔ تو الرحمٰن کے تحت فوائد دنیا ہیں اور الرحیم کے تحت فوائد آخرت ہیں اور اللہ کے ماتحت کائنات کا وجود قائم ہے۔ دنیا میں جس قدر نعمتیں وہ رحمٰنیت کے تحت اور آخرت میں جو نعمتیں وہ رحیمیت کے تحت تو قرآن میں یہ سب پھیلی ہوئی ہیں۔ قرآن مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ قرآن میں پھیلے ہوئے مضامین بسم اللہ میں آگئے عجیب بات یہ ہے کہ بسم اللہ میں اللہ کا قہر والا کوئی نام نہیں آیا اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ قرآن کو مؤمن پڑھے گا اس پر یقین رکھے گا عرش سے فرش تک قرآن شریف کے برابر کوئی نعمت نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو تلاوت کرے گا وہ مؤمن اور مؤمن کیلئے بارگاہ الٰہی میں قہر نہیں بلکہ رحم ہے۔ بسم اللہ لایا گیا کہ بارگاہ الٰہی میں مؤمن کیلئے رحم ہے قہر نہیں۔ قبل زمانہ میں ایمان تھا تو مؤمن بھی تھے اب کمزور ایمان ہے۔ بڑا سوال مصیبتوں کا ہے اگر رحمت ہے تو تکلیفیں بھی ہوتی ہیں انکی کیا توجیہ ہے آگے چل کر مصیبت کا مہینہ محرم الحرام آ

رہا ہے۔ جسکو مصیبت کہا جاتا ہے تو مصیبت کا راز معلوم کرنا ضروری ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے مصائب پر بحث فرمائی ہے میں عام فہم چیز بیان کرتا ہوں تاکہ سمجھ آجائے مصائب کو جو انسان مصیبت سمجھتا ہے اس کا منشا غلط ہے کیونکہ وہ غلطی میں ہے جب تک وہ غلطی دور نہ ہو اس انسان کا یہ عقیدہ بدل نہیں سکتا مسلمان کیلئے کوئی مصیبت نہیں مگر غلطی کی وجہ سے مصیبت سمجھتے ہیں حدیث خَیرُکُم مَن تعلّمَ القرآنَ وعلّمہ سب سے بہتر قیامت میں وہ لوگ ہونگے جو قرآن کے پڑھنے و پڑھانے والے ہیں باقی چیزیں تو پر مگس کے برابر ہی نہیں۔ تو آج وہ قرآن کا دین سیکھنا سکھانا ختم ہوگیا امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کی طرف سے فرشتہ آئے کہ تیری عمر میں ایک منٹ باقی ہے تو میں قرآن سیکھونگا۔ اس لئے مصیبت یہ ہے کہ زندگی کی حقیقت کو نہ جانا جو موت سے ختم ہو جائے گی۔ زندگی ایک مسلسل دریا ہے۔ قرآن میں ہے کہ جب نطفہ میں جان پڑی تو اسکے بعد زندگی ختم نہ ہوگی قائم رہے گی لازوال ہوگی پہلے کچھ عرصہ زندگی رحم مادر میں پھر کچھ حصہ زندگی اس دنیا فانی میں پھر عالم برزخ میں۔ جو دنیا و آخرت کا پل ہے اسکے بعد آخرت میں زندگی کے تین اسٹیشن ہیں۔ رحم مادر، دنیا، برزخ، لیکن اترنا وہاں جہاں منزل مقصود ہو وہ آخرت ہے اسکے بعد زندگی کی گاڑی رک گئی۔ قرآن۔ وَمَا مِن دَابَّۃٍ فِی الاَرضِ الاَّ عَلَی

اللہِ رِزْقُہَا ہر جاندار کی روزی اللہ کے ذمہ ہے آخر اس دنیا میں زمین و دریا ہیں تو کیا کوئی حکومت روزی دے رہی ہے؟ وَمُسْتَوْدَعَہَا۔ اللہ کو امانت کا ذمہ ہر جاندار کی امانت وہ محفوظ ہے آگے محشر کے دن جنت و دوزخ میں قرار حاصل کرنا۔ تو امانت اپنی جگہ محفوظ چلی گئی۔ یہ باتیں اللہ نے لوح محفوظ پر لکھ دیں۔ اب جو مصیبت انسانوں پر نازل ہوتی ہے اسکا حاصل سلب نعمت ہے یعنی نعمت کا چھن جانا سوال یہ ہے کہ اگر نعمت چھنی اور زندگی ہم نہیں جانتے ہیں ہماری زندگی کے تار کا ایک سرا ہمارے رحم مادر ہیں دوسرا سرا جنت میں اور مصیبت یہ ہے کہ فلاں مسلمان سے مال چھن گیا فلاں کا بیٹا مر گیا وغیرہ یہ نعمتیں چھن گئیں مطلب یہ کہ مصیبتوں کا حاصل نعمت کا چھن جانا اور ایک سلب کلی اور ایک سلب جزوی ہوتا ہے۔ بالکل چھن گئی یہ کسی مسلمان پر نہیں ہوتا مسلمان کیلئے سلب نعمت نہیں بلکہ انتقال نعمت ہے وہ انتقال بھی مساوات کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ زیادتی کے ساتھ ہوگا مثلاً ایک شخص سے پانچ سو چھینے گئے بالکل واپسی نہ ہوں تو یہ سلب نعمت ہے۔ دوسری سلب نعمت کی مثال یہ ہے کہ آدمی کا گھر بہاولپور میں ہے لیکن ملازمت راولپنڈی میں ہے تو اس سے پانچ سو بہاولپور میں چھینے جائیں اور راولپنڈی میں 5 ہزار ادا کئے جائیں تو ایسی مصیبت کیلئے تو انسان روزانہ دعا مانگے گا تو مسلمان کے حق میں مصیبت کا وہ تصور نہیں کہ سلب نعمت

بالکلیہ بلکہ انتقال نعمت کا تصور ہے اسی طرح اگر دنیا میں چھینی گئی اور آخرت میں منتقل کی گئی زیادتی سے قرآن۔ یٰاَیُّھَاالْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًافَمُلَاقِیْہِ ۔ کہ اے انسان تو دنیا میں تکلیفیں اٹھا کر چل پڑا ہے زندگی میں حوادثات ہونگے پھر اللہ سے ملاقات ہوگی۔

دنیا میں پانچ سو لونگا آخرت میں پانچ ہزار دونگا بات تو رضا مندی کی ہے۔ صبر کی ضرورت ہے حدیث عجباً لامر مؤمنٍ فرمایا کہ تعجب ہے مؤمن کیلئے اِنَّ اَمرَہٗ کلہ خیرٌ لہٗ کہ اسکے تمام کام بھلائی کے ہیں وَلَیْسَ ھٰذا لاحدٍ الا للمؤمن اور ہر چیز کا فائدہ مؤمن کیلئے ہے وَاِنْ اَصَابَتہ سَرَاءُ شَکَرَ اگر خوشی پہنچی تو شکر کرے فکان خیراً لہ وَاِنْ اَصَابَتہ ضَرَاءُ فَصَبَرَ فکان خیراً لہ ایمان کے بعد ہر عمل کا بدلہ اندازہ پر مگر صبر کا بدلہ بغیر اندازہ کے قرآن۔ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَاب ۔ بغیر حساب۔ صبر دو ہیں ایک مصیبت کے وقت صبر دوسرا احکام الٰہی پر پابندی کرنا یعنی مستقل عمل کرنا یہ کس کا کام ہوتا ہے جس کو اللہ نے صبر دیا ہو۔ قرآن اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ..... اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا صبر کسی کو نہیں ملتا مگر جو میری بارگاہ میں خوش قسمت ہو تمہارے ہاں جسکی تنخواہ پانچ سو ہو وہ خوش قسمت ہے قرآن وَمَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۔ پوری دنیا رب العزۃ کے ہاں کم چیز ہے۔ سب یقینی بات ہے کہ صبر اس وقت ہوگا جب مصیبت ہوگی قرآن یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا کہ اللہ سے ڈرو تم جیت جاؤ گے مطلب یہ ۔

کہ زندگی کا دور جو مصیبتوں سے پُر ہے اللہ نے نعمت چھینی جس سے زندگی مکمل نہ ہوتی تو آگے زیادہ ملے گی۔ عَن عَطَاء قَالَ قَالَ لِی اِبن عَباسؓ هَل اَدُلّكَ عَلیٰ اِمرَءِۃٍ مِن اَهلِ الجَنّةِ یہ حضرت عطاؒ امام ابوحنیفہؒ کے استاد ہیں فرمایا کہ آج عجیب تماشا دکھاؤں کہ اس دنیا پر جنت والی عورت دکھاؤں قلت نعم میں نے کہا ہاں دکھادو اتفاقاً مجلس کے قریب بیٹھی تھی فَقَالَ عبدُاللہ هٰذِہِ المرءۃُ السَّودَاءُ فرمایا یہ سیاہ رنگ والی عورت ہے میں نے کہا یہ کیسی جنتی ہو گئی کہا اَتَت النَّبِیّ صَلَّی اللہُ عَلَیهِ وَسَلَّم آپؐ کے پاس آئی فَقَالَت اِنّی اُصرَعُ وَاَتَکَشَّفُ فَادعُ اللہَ دو مرض مجھے لاحق ہیں۔ ایک دورہ مرگی دوسرا بے پردگی یہ درخواست تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ ہیں یعنی دعا کی درخواست تھی کہ یہ مٹ جائیں فَقَالَ اِن شِئتِ صَبَرتِ وَلَکِ الجَنّةُ تمہیں اختیار ہیں اگر صبر کرو تو میں وعدہ جنت کرتا ہوں۔ اگر چاہو تو دعا کردوں۔ دیکھو اسلام نے کتنا تصور دیا آج ایک مولوی کے پاس بھی نہیں۔ جواب دیا کہ صبر کرونگی تاکہ جنت نہ جائے لیکن یہ دعا فرماؤ کہ بے پردگی نہ ہو مرگی ہو۔ دیکھو اس نیک عورت کو اسلام میں پردہ کی قدر کا درجہ معلوم تھا۔ آج ہم ایک ایسی قوم کی نقل اتارتے ہیں جس پر ہر ایک کی لعنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی (ستر) نہ کھلتا تھا مگر مرگی بدستور جاری رہی۔ صحیحین حدیث مَن یُرِدِ اللہُ بِهٖ خَیرًا یُصِب مِنهُ جب اللہ کسی کا بھلا کرتا ہے تو مصیبت دیتا ہے بزرگان کا فرمان ہے کہ

کافر کی مصیبت عدل ہے۔ مؤمن کی رحمت ہے غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں مصیبت صرف صبر نہیں بلکہ فکر بھی ہے کیونکہ یہ نعمت البتہ ایک مصیبت سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے تھے وَلَاتَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِي دِيْنِنَا کہ دین کی مصیبت سے بچاؤ۔کہ نہ دین۔نہ عقیدہ بگڑے۔عبداللہؒ تستری ایک بزرگ گذرے ہیں انکا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ چوروں نے گھر کا سارا سامان چوری کر لیا صبح لوگ ارمان کیلئے آئے اور آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں مشغول تھے لوگوں نے پوچھا یہ کونسا شکر کا مقام ہے فرمایا کہ دنیا کا سامان لے گیا شکر اس بات کا ہے کہ شیطن چور میرے دل کے کمرہ میں گھس کر ایمان نہیں چرا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے تھے حصن حصین میں ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّكِّ بَعْدَ الْيَقِيْنِ کہ یااللہ ہمیں پکا عقیدہ ہونے کے بعد شک سے بچا۔

درس نمبر: ۳۲
10 مئی 1964ء

مُصیبت کی حِکمت

پہلے درس میں اللہ کی رحمت اوران مصیبتوں کا بیان تھا جو مؤمن پر اترتی ہیں آج انکی حکمت کا بیان ہے۔ کہ مؤمن کی مصیبت درحقیقت مصیبت نہیں بلکہ تھوڑی لینی ہے اور زیادہ دینی ہے اور جو لینی وہ بھی ملکیت اللہ تعالیٰ کی ۔مثلاً ماں باپ اولاد وغیرہ مر گئے یہاں۔اور آگے بدلہ زیادہ دیا اس میں کیا مصیبت ہے۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ تھوڑی شے سخت وقت میں بڑھ جائے گی۔ مثلاً اگر دنیا میں 5 روپے کوئی بات نہیں اور آخرت میں تنگی کے وقت جب ضرورت پڑے گی ایک تو ضرورت۔ دوسرا تھوڑی شے ضرورت کے وقت زیادہ بنکر پیش ہو تو کتنی خوشی ہوگی۔ دنیا میں کسی سے سفارش کرالی۔ کسی سے قرضہ لے لیا۔ وہاں تو صرف عمل کام آویں گے۔ قرآن۔ یَوۡمًا یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبًا
السَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ كَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا جلال اتنا ہوگا کہ چھوٹے بچوں کے بال سفید ہوجائیں گے۔ اگر ایسے وقت

میں کم لی ہوئی زیادہ بن جائے تو کیا یہ مصیبت ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا ما المفلس۔ غریب کون ہے؟ مالا درہم ولا دینار۔ جس کے پاس درہم اور دینار نہ ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا غریب وہ ہے جو قیامت کے دن بہت نیکیاں لے آئے پھر کہا جائے اس نے فلاں کا حق کھایا تھا۔ فلاں کو گالی دی تھی۔ تو اسکی نیکیاں چھین کر ان اشخاص کو منتقل کردی جائینگی۔ اگر ان اشخاص کا کوئی حق بچ گیا تو پھر ان کی برائیاں لیکر اس کو دیدی جائینگی۔ ایسے شخص سے کوئی بدتر نہ ہوگا کہ ہمیشہ زندگی میں عمل کیا جو غارت کر ڈالا۔ پھر آخرت میں پشیمان ہوا۔ بڑی بات یہ ہے کہ یقین کی کمی ہے اگر یقین ہو تو مصیبت درحقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے یااللہ ہمیں اتنا خوف دیدے کہ ہم گناہ کے قریب نہ جائیں۔ دیکھو آپ نے خوف کی اتنی مقدار مانگی جو ہمیں فائدہ دے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ عمدہ چیزیں اگر حد سے باہر ہوں تو نقصان دیتی ہیں۔ مثلاً ہانڈی میں اگر نمک زیادہ پڑجائے تو کڑوی ہوجائیگی۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کا خوف حد سے زیادہ ہو جائے تو اس کا نتیجہ ناامیدی نکلے گا۔

گناہ بہت کیے ہیں اللہ تعالیٰ گرفت ضرور کریگا تو انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جائے گا۔اور ناامیدی کا نتیجہ ترک عمل ہوتا ہے۔ حدیث کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید صرف کافر ہوتے ہیں مؤمن کو ناامید نہ ہونا چاہیے۔ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ - حدیث اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الرَّجَاءِ وَالْخَوْفِ کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے یعنی اللہ سے ڈرنا بھی ہو امید بھی ہو۔ اگر امید حد سے بڑھ جائے تو عمل میں سستی ہو جاتی ہے۔ کہ بخشا تو ویسے ہی جانا ہے عمل کی کیا ضرورت ہے۔ اس لیے اسلام نے اعتدال رکھا بزرگان نے فرمایا کہ ڈراور امید صرف زندگی میں لیکن جب مرنے لگے تو صرف امید رکھے کیونکہ عمل کی گھڑی ختم ہو گئی۔ دنیا کی مٹی سے تم انسان بنے دنیا کی زندگی ایک شعلہ ہے جو بجھ گیا تو پھر چمکے گا نہیں۔امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زندگی ایک چراغ کی مانند ہے جسکو حوادث ثات بشکل سخت ہوائیں آتے ہیں۔تو سخت ہواؤں سے چراغ ختم ہو جاتا ہے تو زندگی کو ہمیشہ کیلئے سمجھنا یہ بھی غلط یہ وہی موت ہے جو فرعون کی گردن کو توڑ دیتی ہے۔ یورپ کے صدر اگر 10 منٹ موت کا صحیح معنی میں تصور کریں تو ایک منٹ میں دماغ درست ہو جائے اور یہ بدمعاشیاں ختم ہو جائیں۔ بہرحال مصیبت مسلمان کیلئے تو کچھ بھی نہیں مصیبت کے سلسلہ میں اللہ کی دوسری حکمت یہ ہے کہ وہ مصیبت ایک آپریشن کی مثال ہے آج کل

کے آپریشن تو نشہ کی حالت میں ہیں قبل زمانہ میں تو باہوش ہوتے تھے تو بظاہر آپریشن کتنی قہریت ہے مگر دراصل **کتنا** فائدہ مند ہے۔ اسی طرح مسلمان کیلئے مصیبت بظاہر تو مصیبت قہریت مگر درحقیقت ضرر کا ہٹانا اور نفع کا پہنچانا ہوتا ہے۔ بیماری ایک دنیاوی اور دوسری اخروی مرض کا ہٹانا مقصود اور تندرستی لانا۔ اور اس سے تو زیادہ ضرورت آخرت کی مقصود ہے۔ یہاں تو بیماری کی ضرر صرف موت ہے وہ تو ایک بار آئے گی اور اپنے وقت پر آئے گی جو انسان کی پیدائش سے بھی قبل یقینی ہو گئی ہے اس سے تو آخرت زیادہ مقصود ہے تاکہ ہمیشگی زندگی سدھر جاءے۔ آخرت کے امراض جو گناہ ہیں اور آخرت کی تندرستی ایمان طاعت وغیرہ ہیں۔ آخرت کا بیمار جسکا عقیدہ بگڑ گیا فِی قُلُوبِہِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا منافقوں کے دلوں میں مرض ہے خدا انکی مرض کو بڑھائے قرآن۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ ۔ ہمنے ایسی چیز اتاری جو آخرت اور روح کی کل روگ اور بیماری ختم کر کے رحمتہ لانے والی ہے۔ اور رحمت کا ظہور جنت ہے جب یہ معلوم ہوا کہ دنیا کی صحت مقصود تو اسی طرح اخروی صحت بھی مقصود ہے۔ قرآن۔ مَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ ۔ مقصد یہ کہ مصیبت ہٹا دے جو مصیبت ہو وہ ہمارے عمل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور خدا کبھی مرض کے علاوہ بھی معاف کرتا ہے۔ مسئلہ کہ مسلمانوں کے مصیبت کے

علاوہ مرض سے گناہ مٹتے ہیں اگر زیادہ تو عفو سے مٹ جاتے ہیں۔ مصیبت سے دنیا کا نقصان اور آخرت کا فائدہ ہوتا ہے سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ بمبئی میں گئے۔ وہاں دل کا دورہ پڑا 72 گھنٹہ تکلیف میں رہے۔ میں نے طبع پرسی کا خط لکھا کہ کیا حال ہے فرمایا ایک مصرع میں لکھ دیتا ہوں دوسرا آپ چمٹا دیں انکا مصرعہ اول ہے میں نے دوسرا مصرعہ ملادیا۔(برسر اولاد آدم ہرچہ آید بگزرد۔) (راحت دنیا بودیا زحمت ناپائیدار) دنیا کی راحت ہو یا غمی یہ گزر جانے والی ہے کیونکہ آدم کی اولاد پر جو آئی گزر گئی۔ہم چونکہ اسلامی تعلیم سے ہٹ گئے ہیں اس لئے دنیا کی تکلیف کو مصیبت سمجھتے ہیں۔ جو درحقیقت ہمارے لئے رحمت ہوتی ہے۔ مگر آخرت کی مصیبت نہیں جانتے۔ اولاد وغیرہ دنیا اور ایمان وغیرہ آخرت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا یااللہ ہمیں دین کا نقصان نہ ہو۔ دین وعقیدہ نہ بگڑے تاکہ اخروی زندگی برباد نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ یقین ہو تو مصیبت مصیبت معلوم نہیں ہوتی۔

مسلمان کو یقین نہیں مسلمان کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر یقین کرنا چاہیئے یہ بنیادی چیز ہے۔ وَمِنَ الْيَقِينِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مِنْ یااللہ اتنا یقین دیدو جس سے دنیا کی مصیبت آسان بنجائے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کم لینی ہے اور زیادہ دینی ہے مُصِيبَاتِ الدُّنْيَا

دیکھو مثلاً دنیا میں ایک تولہ چاندی لی اور آخرت میں سونا دیا حالانکہ سونا چاندی کی مثال نہیں کیونکہ دنیا کی بڑی نعمت آخرت کی گھٹیا نعمت سے بھی ہیچ ہے۔مصائب دنیا کی تیسری حکمت ابن خلدون کہ دنیا و آخرت میں سب چیزوں کا دارومدار اعمال پر ہے۔باقی رہا کہ لوگ اموال کو ترس رہے ہیں وہ بھی تو عمل سے ہیں۔کیونکہ چپڑاسی سے لیکر صدر تک اگر ڈیوٹی کا عمل نہ کریں تو ملازمت ختم ہوجائے گی۔ دنیا کی دولت عمل کا نتیجہ۔ اور آخرت کی دولت بھی عمل کا نتیجہ۔ انسان جو عمل کرتا ہے عمل پر دل کی حکومت ہوتی ہے دل جو چاہے ہاتھ پاؤں وغیرہ وہی کام کریں گے۔بنیاد دل ہے اور دل میں ہمیشہ دو محبتوں کا دنگل ہے ایک محبت دنیا اور دوسری محبت آخرت۔جب محبت دنیا غالب تو پوری زندگی دنیا کماتا ہے اگر محبت آخرت غالب تو پوری زندگی آخرت کماتا ہے۔ اسلام میں دونوں درست نہیں۔ پوری دنیا کمائے اور آخرت چلی جائے اور نہ یہ کہ پوری آخرت کمائے۔کیونکہ دنیا بھی تو گذارنی ہے۔ بدن روح کیلئے سواری ہے کہ اسی پر سوار ہو کر جنت کو جانا ہے۔اس وقت حج کیلئے جہاز ہیں قبل زمانہ میں گھوڑوں پر سفر ہوتا تھا تو بعینہ یہ مثال ایسی ہوئی کہ روح بدن پر سوار ہو کر جنت کو چل پڑی مثلاً بہاولپور سے ایک حاجی گھوڑے پر سوار ہو کر مکہ شریف روانہ ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ سفر آخرت و سفرِ حج ایک مثل ہے۔ مسافر حج کی مثال کہ

اگر تمام کوشش حج پر لگائے اور گھوڑے کا چارا وغیرہ نہ پوچھے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ گھوڑا ختم ہوجائے گا اور سفر حج ختم۔ معلوم ہؤا کہ وہ صورت کہ اگر تمام حرکات زندگی آخرت کمانے میں صرف کی جائے تو بدن والا گھوڑا ختم تو منزل تک نہیں پہنچے گا۔ دوسری صورت کہ مسافر حج دن رات گھوڑے کی خدمت میں لگا رہے اور سفر حج نہ کرے تو کتنا نقصان ہے۔ ہم کو بھی بدن کا گھوڑا ملا ہے اور مکہ کیجائے ہم نے سفر جنت کرنا ہے ہم اگر یورپ کے تحت صرف اس بدنی گھوڑے کی خدمت میں مشغول رہیں تو آخرت کی طرف تو ایک قدم نہ چلے کیا فائدہ ہؤا۔ آج جو لوگ یورپ میں مبتلا ہیں وہ جنت منزل مقصود تک پہنچنے والا گھوڑا کھو چکے ہیں وہ تھا کہ قرآن سیکھو سکھاؤ یہ جنت کی طرف سفر ہے تو موت تک منزل مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔ اس سے معلوم ہؤا کہ اسلام معتدل مذہب ہے کہ دنیا و آخرت جائز طریقہ پر دونوں جمع کروا سکے مقابلہ میں ہندو راہب اور عیسائی مذہب والے اپنے مذہب میں تب کامل شمار ہوتے ہیں جب اپنی اولاد بیوی والدین وغیرہ سب ترک کردیں۔ یہ کتنے نقصان دہ مذہب ہیں۔ قرآن نے اعلان کیا

مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ کہ دنیا کی زینت کس نے حرام کی ہے۔ جائز خوب کماؤ لیکن دنیا والا گھوڑے کو پالتا ہے اور مقصد میں نہیں استعمال کرتا میرا یہ ثابت کرنا تھا کہ دنیا و آخرت کی دولت کا مدار عمل پر ہے۔

وَاَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی دنیا کے کام پر دنیا کی دولت کام آوے گی آخرت کے کام پر آخرت کی دولت کام آوے گی۔ اب حاکم اعمال دل ہے جب تک دل حکم نہ دے تو کوئی عضو کام نہیں کرتا اور دل میں دنیا و آخرت کی محبتیں جمع ہیں دنیا کی محبت اپنی طرف کشش کرتی ہے اور آخرت کی محبت اپنی طرف کشش کرتی ہے یہ ٹکر بڑا تصادم ہے حدیث میں ہے کہ انسان کے اندر اور باہر دو عہ کشتی لڑنے والے ہیں۔ بدن مٹی سے جو روح کے لحاظ سے ہلکی طاقت ہے۔ بعض وقت عام انسان کو علم ہوتا ہے کہ نیکی کروں دنیا میں ہر انسان کو ایک تو شیطان اپنی طرف کشش کرتا ہے دوسرا فرشتہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین حالتیں بنتی ہیں ایک تو یہ کہ کبھی تو محبت آخرت غالب تو انسان مکمل نیک بن جاتا ہے اور کبھی دنیا کی محبت غالب تو دنیا کا کتا بنجاتا ہے نہ نماز نہ قرآن کا علم رہتا ہے۔ تیسری یہ کہ کبھی محبت دنیا و آخرت دونوں ہوتی ہیں ایسے لوگوں کی حالت نفس مطمئنہ ہوتی ہے۔ قرآن۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً کہ نیکی پرجمنے والے تو اللہ تعالیٰ کے پاس جائیں گے وہ تم سے راضی ہیں تم اس سے راضی ہو۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ کہ میرے مخصوص بندے انبیاءؑ کے ساتھ تو شامل ہے۔ مرنے کے بعد جنت میں روح داخل ہوجائے گا مگر بدن حساب کے بعد داخل ہوگا ایک بزرگ

عہ بدن اور روح

حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ گذرے ہیں انکو کھانے پینے سے محبت نہ تھی کسی نے خواب میں دیکھا کہ بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کے ماسوا سب کھانے پینے میں مشغول ہیں اور بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ چونکہ کھانے پینے سے محبت نہیں رکھتے تھے تو وہ شب و روز زیارت الٰہی کر رہے تھے کیونکہ روح اور بدن کی شان علیحدہ ہوتی ہے۔ یہ تو محبت اخروی یعنی دین کی۔ اور دوسری محبت دنیا کی یعنی نفس امّارہ کی تیسری محبت لوّامہ کہ جب انسان نیکی کرتا ہے تو اپنی بدیوں پر پشیمان ہوتا ہے حدیث میں ہے اَلَا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ اور قرآن میں خود قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد ظاہر کیا لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ

یہ آیتیں دل کی صفائی کے سلسلہ میں نازل ہوئیں۔ قرآن میں دوسری جگہ خدا نے فیصلہ فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی کہ آخرت میں وہ شخص کامیاب ہوگا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا۔

یہ جو بزرگان دین کے چار سلسلے ہیں انکا مطلب بھی دل کو پاک کرنا ہے۔ وہ بزرگان ایسے اذکار فرماتے ہیں کہ جن سے دل کی حالت درست ہوجاتی ہے۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ محبت دنیا سے دین کو نقصان ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کوشش فرماتے ہیں کہ مسلمان کے دل میں دنیا کی محبت کی کمی ہوجائے۔ اب محبت آخرت

کا پہلوان اور محبت دنیا کا پہلوان یہ دل کے دنگل میں لڑ رہے ہیں۔ اللہ چاہتا ہے کہ محبت اخروی غالب ہو تو اللہ تعالیٰ نے مصائب پیدا فرمائیں۔ ایک شئی سے انسان کو محبت ہوتی ہے اللہ وہ چیز چھین لیتا ہے تاکہ اسکی محبت دنیا سے سرد ہوجائے۔ کہ تم نے ساری زندگی اسکی محبت میں صرف کی اور ہم نے لے لی۔ یعنی جس شے سے محبت تو وہ چیز اللہ تعالیٰ اٹھا لیتا ہے تاکہ میرا بندہ دنیا سے سرد پڑجائے اور جذبہ آخرت غالب ہوجائے۔ تو آخرت کے عمل زیادہ کرنے سے ہماری کمائی بڑھ جائے گی۔ اور یہ اخروی فائدہ ہے۔ ہمارے علاقہ میں ایک معبد خان گذرا ہے وہ بہت رئیس تھا اور تمام زندگی عیاشی میں گذاری میرے پاس آیا کہ میرے گھر ایک وعظ فرماؤ جب میں گیا دیکھا تو عیاشی ختم۔ بلکہ پکا نمازی تہجدی بنا ہوا دیکھا مجھے تعجب ہوا کہ اتنا بڑا عیاش آخر کس بات سے سدھرا پوچھا تو کہنے لگا حضرت میرا ایک بیٹا تھا مجھے اس سے محبت تھی وہ اس دار فانی سے چل بسا میں نے فیصلہ کیا کہ یہ دنیا جی لگانے کی جگہ نہیں ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ قرآن دین کی قدر نہیں کرتے یہ تو اللہ تعالیٰ کی سوانحعمری ہے جنکے جاننے سے ایمان تازہ ہوتا ہے اس میں اعمال جنت و نار کا بیان ہے کہ جنت کن اعمال سے ملتی ہے اور جہنم کن اعمال سے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو ہستی جتنی بڑی اسکے حالات کو جاننا بڑا علم ہے مثلاً

ایک آدمی کسی کسان کی سوانح عمری یاد کئے پھرتا ہو اور ایک انسان صدر مملکت کے رازوں کو یاد کئے پھرتا ہو تو یہ بڑا علم کہ کسان کی عمری حالت یاد ہو وہ بڑا علم؟۔ یقینی بات جو دنیا کے حالات جانتا ہے وہ مخلوق کے حالات کا علم رکھتا ہے اور جو قرآن کو جانتا ہو وہ خالق کے باتوں کا علم رکھتا ہے۔ تو اس سے بڑی کیا چیز ہے کیونکہ اس سے موت کے ساتھ جاملنا ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو قرآن سے زیادہ معرفت رکھے گا وہ دیدار الٰہی بھی بہت کریگا اور لذت بھی بہت ہو گی کیونکہ اس نے قرآن تلاوت کر کے دیدار الٰہی کی قابلیت پیدا کی۔ فرمایا کہ ایک شخص کم بھوکا دوسرا زیادہ بھوکا تو مزہ کھانے میں زیادہ بھوک والے کو ہو گا تو جو قرآن کے بھوکے انہیں دیدار الٰہی میں لذت بھی زیادہ ہو گی۔ تیسری حکمت کہ مصیبت کا قلب پر یہ نتیجہ پڑتا ہے کہ محبت دنیا مغلوب اور آخرت غالب یہ بڑی کامیابی ہے اسکے علاوہ چوتھی حکمت مصائب میں اللہ نے یہ رکھی صوفیوں کی بات عشق و محبت کی ہوتی ہے صوفی فرماتے ہیں کہ مصیبت اس وقت معلوم ہوتی ہے کہ جب اللہ سے کامل محبت نہیں ہوتی اگر کمال محبت پیدا کرلیا تو مصیبت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ مصیبت و راحت دونوں خدا کے فعل ہیں اگر محبوب کامل ہو تو راحت و کلفت دونوں فعل میں مزہ ہو گا اس میں صرف عشق حقیقی تو اللہ ہے کیونکہ جن سے تمکو محبت وہ

تو اسکی بخشش ہیں۔بیوی اولاد والدین مال جائداد وغیرہ سے محبت دراصل انکی بخشش کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہیں۔ بزرگون نے فرمایا بلکہ صوفیوں نے کہ جنت سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے ہے کیونکہ اللہ راضی تو جنت ملے گی حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ محبوب کی تکلیف بھلی معلوم ہوتی ہے اللہ تو بڑی ہستی ہیں۔اسکی مثال عشق مجازی سے دی۔کہ ایک شخص کو کسی عورت سے محبت ہو اور عرصہ دراز سے دیدار نہ ہوئے ہوں اور مرد دبلا عورت موٹی طاقتور پیچھے سے آکر کمر سے پکڑ کر دبائے تو کتنی تکلیف ہو گی جب مڑ کر دیکھے گا کہ یہ تو میری محبوبہ ہے تو یہ تکلیف راحت بن جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو سبق فرمایا کرتے تھے کہ مصیبت مانگا نہ کرو۔ مصیبت مانگنی تو درست نہیں۔ مگر محبت کا غلبہ جو تقویٰ کا آخری مقام ہوتا ہے۔ ایک بزرگ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ اپنی ساری مصیبت میرے دشمن کو بھی نصیب نہ کر بلکہ اپنی ساری مصیبت مجھ پر ڈال دے یہ مانگنا درست نہیں مگر یہ مقام بہت اونچا تھا۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

مرشدوں کے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے مکہ میں مصیبت پر ایک عظیم تقریر فرمائی کہ سارے لوگ مصیبت کو

راحت جاننے لگے اتنے میں ایک ترک آفیسر جسم پر جسکے ایک پھوڑا تھا جو لاعلاج ہونے کے بعد کسی نے کہا کہ حضرت کی خدمت میں عرض کرو تو وہ عین ختم تقریر پر آگیا عرض کی کہ دعا کرو کہ میری یہ مصیبت ٹل جائے۔ لوگ حیران ہوگئے کہ اب تو حضرت نے مصیبت کو رحمت ثابت کیا ہے اب دیکھیں کیا کرینگے۔بزرگ تو دریاء دل ہوتے ہیں حضرت نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی کہ یااللہ کہ مصیبت بھی رحمت ہے۔ مگر تیری اس رحمت کی یہ عاجز تاب نہیں لاسکتا لہٰذا تو یااللہ اس مصیبت کو راحت میں تبدیل فرما دے جب یہ کہا تو لوگ حیران رہ گئے کہ اللہ نے حضرت کو کیا علم عطا فرمایا ہے۔

درس نمبر: ۳۴
15 مئی 1964ء

رحمتِ الٰہی اور موت کا بیان

اس سے پہلے درس میں الرّحمٰن و الرّحیم کے بیان میں اللہ کی رحمت و مصیبتوں کا بیان تھا آج رحمت الٰہی اور موت کا بیان ہے کہ اللہ کی تقدیر نے ہر جاندار خاص کر انسان کیلئے موت اختیار فرمائی یہ بھی رحمت کے دائرہ میں ہے۔ موت بہت بڑی رحمت ہے عام لوگوں کو بظاہر اسکی شکل بے رحمی کی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن واقع میں موت رحمت کے دائرہ میں شامل ہے اور کئی لحاظ سے داخل ہے۔ ایک تو یہ کہ معاشی حکمت۔ اگر موت نہ ہوتی تو انسان کی معاشی زندگی درھم برھم ہوجاتی اور انسان کا خاتمہ ہوجاتا۔ مثلاً آدمؑ سے اب تک پیدائش بلا موت ہوتی تو کیا لوگ معاشی زندگی سے تنگ نہ ہوتے! باوجود موت کے آج کل بھی لوگ روزی سے تنگ ہیں۔ پرانے لوگ موت کے ذریعہ آخرت روانہ ہوجاتے ہیں اور نئے لوگ پیدا ہوجاتے ہیں لیکن اگر پہلے لوگ بھی زندہ رہتے اور نئے لوگ بھی پیدا ہوتے رہتے تو انسان کی معاشی زندگی ختم ہوجاتی۔

اللہ تعالیٰ حکیم تھا کہ جو نیا پیدا ہو اسکے بدلہ کوئی ختم کر دو۔عرب کا شاعر متنبی فرماتے ہیں۔شعر کا مطلب کہ یا اللہ اگر موت نہ ہوتی تو ہمارا چلنا پھرنا بھی ختم ہو جاتا۔مثلاً ایک کمرہ میں اگر تعداد زیادہ ہو جائے تو انسان چل نہیں سکتا۔تو اللہ تعالیٰ نے بڑا انتظام فرمایا کہ موت رکھی اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے موت نہ ہوتی تو تمام راحتیں ختم ہو جاتیں۔ اس لئے اللہ کی رحمت نے چاہا کہ موت ہو یعنی چالان آخرت ہو اور دوسرے پیدا ہو کر آئیں۔ موت دراصل آخرت کی طرف چالان ہے مگر دنیاوی بادشاہ اور اللہ کے چالان میں فرق ہے۔ کسی عملہ سپاہی کی ضرورت نہیں جب گرفت کا وقت آیا خود بخود حاضر ہو جائے گا۔ اور خود بخود اسکے رشتہ دار قبر میں رکھ دیں گے۔ اللہ نے ایسا نظام فرمایا کہ اگر بادشاہ مرے تو بھی ایک شب گھر نہیں رکھیں گے۔ یہ نظام ہے جو ایک ارادہ سے ہوتا ہے۔ بہر حال اگر موت نہ ہوتی تو انسان کی راحت ختم ہو جاتی یہ تو اس کی معاشی حکمت ہوئی۔ دوسری حکمت دینی موت کے سلسلہ میں انسان کے دین و ایمان کا بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ وہ کس طرح کہ انسان جب آتا ہے تو دو کشمکش اسکے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں ایک تو دنیا اپنی طرف کشش کرتی ہے دوسری آخرت اپنی طرف۔ تو انسان دونوں میں مبتلا ہے اگر دنیا نے کشش کرلی تو یہاں کا ورنہ آخرت کا۔ اور پہلے درس میں بیان ہوچکا ہے کہ آدمی معتدل رہے کہ دونوں دنیا و

آخرت کا بنکر رہے وہ گھوڑے اور حج والی مذکورہ مثال کے مطابق کیونکہ اتنا ضرور کمائے جس سے زندگی رہے تاکہ عبادت کر سکے۔ دوسری بات یہ کہ من وجہہ دنیا بھی تو مطلوب ہے۔ ہمارے پانچ ارکان ہیں کلمہ کے علاوہ باقی سب میں کچھ نہ کچھ دنیا شامل ہے مثلاً نماز میں ستر ضروری ہے اور مستورات کیلئے قدم ہاتھ چہرہ کے علاوہ پردہ بھی ضروری ہے۔ جب کپڑے کی ضرورت ہوئی تو کپڑے بغیر دام ملتے نہیں۔ تو در پردہ اسلام نے اشارہ فرمایا کہ کچھ کم درجہ کا پیسہ حاصل کرلو تاکہ عبادت میں نقص پیدا نہ ہو۔ روزہ کا معنی بھی یہ ہے کہ کھانا پینا۔ صحبت بیوی وغیرہ یہ چیزیں موجود ہوں پھر روزہ رکھنا روزہ کی حقیقت ہے۔ لیکن غریب جو اتنا نہ رکھے تو تب روزہ کا معنی بھی نہیں رہتا۔ اور رمضان شریف میں سحری کرنا سنت ہے تو یہ چیزیں ہمیں بغیر رقم کے نہیں حاصل ہوتیں۔ زکوٰۃ وہ تو صرف پیسہ ہی دینا ہے اسی طرح حج وہ مالی و بدنی عبادت ہے جو پیسہ کے علاوہ نہیں ہوتی۔ یہ اسلام کے بڑے بنیادی ارکان ہیں۔ جو پیسہ کے علاوہ مکمل نہیں ہوتے۔ تو معلوم ہوا کہ معتدل رہو دنیا و آخرت دونوں کے بنکر رہو۔ یہ عیسائی و ہندو مذہب بالکل غلط ہیں کہ جو دین میں رہنا چاہے وہ خالص دین کا رہے اس لئے اب وہ دین سے جدا رہے تو پورے دنیا کے ہو گئے اتنے کہ دین کی بو بھی نہیں۔ قرآن میں ہے کہ آدمی دین و دنیا دونوں کا رہے مگر جب دین و دنیا کی ٹکر

ہو تو برتری تو دین کو حاصل ہے تو کر کی صورت میں دین کا رہے۔
انسان میدان میں کھڑا ہے دنیا رسی ڈال کر اپنی طرف کھینچ رہی ہے
اور آخرت اپنی طرف۔ تو انسان جسکی طرف محض جھکا اسی کا ہو گیا
معتدل نہ ہؤا۔جب خالص دنیا کا تو آخرت سے کٹ جاتا ہے۔ آپ
قرآن میں دیکھیں کہ دنیا کے زیادہ وہ لوگ رہے جو سرکش تھے۔تو
دنیا کے ڈسے ہوئے انسان خود بھی حق پر نہیں چلتے اور دوسروں کو
بھی نہیں چلنے دیتے۔ مثلاً فرعون۔ قرآن۔ وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً
--- فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا عام اور فرسودہ لوگوں کو ہم تباہ و برباد کر
دیتے ہیں۔ تو دنیا بار بار تباہ ہوئی اور بنی۔تباہ ہونے کا مقصد یہ ہے
کہ جو نیک لوگ ہیں وہ آخرت کی تیاری میں مشغول ہوجائیں اور دنیا
سے محبت ختم کردیں۔ تو یقینی بات ہے کہ اللہ نے موت کو ایسا
جج اور قاضی بھیجا کہ ترازو کا تول برابر رہے۔موت اگر نہ ہوتی اور ساری
عمر دنیا میں رہنا ہوتا تو اللہ کی عبادت کون کرتا کیونکہ انسان کو دنیا
سے زیادہ کیا محبوب ہے؟ سارے دنیا کی پرستش کرتے تو دین و
آخرت کا نظام درہم برہم ہوجاتا۔تو اللہ نے موت کو دنیا و آخرت
کی زندگی کے درمیان میں رکھا تاکہ انسان روزانہ مرتے ہوئے دیکھ
کر دنیا سے جی ٹھنڈا کرلیں کہ میاں اس سے جی کیا لگانا یہ تو چھوڑنے
کی جگہ ہے۔تو اللہ نے موت رکھی کہ بندہ دنیا سے جی نہ لگائے بلکہ
آخرت کی فکر کرے۔ بعض کا فائدہ حقیقت سے وابستہ بعض کا نام

سے وابستہ۔ حقیقت کی مثال روٹی کہ بھوکے کا پیٹ اسکے نام سے نہیں بھرتا بلکہ حقیقت میں روٹی کھانے سے بھرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ حدیث صحیحین۔ اَکثِرُوا ذِکرَھَاذِمِ اللَّذَّاتِ المَوتِ کہ موت کو یاد رکھو جو تمام مزوں اور لذتوں کو تباہ کرنے والی ہے۔ تو معلوم ہُوا کہ یاد کرنا تصور کرنا دماغ سے یا ذکر لسانی سے تو یہ فائدہ نام سے ہے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ ذکر موت دل کے لئے صابون ہے۔ کپڑے اور بدن وغیرہ کی میل صابون سے اتاری جاتی ہے حالانکہ یہ میل نقصان دہ نہیں ہوتی اور دل کی میل تباہ کن وخطرناک ہوتی ہے اس کیلئے مصنوعی صابون اللہ نے تذکرہ موت بنایا ہے۔ کہ جب آدمی موت کا ذکر یا تصور کرے تو دل پر جو میل محبت دنیا کی وجہ سے ہوتا ہے وہ نکل جاتا ہے۔ قلب منور ہو جاتا ہے اور دنیا کے تمام رنگ ختم ہو جاتے ہیں۔ بزرگان دین کے چاروں سلسلہ میں مراقبہ موت بھی ہے۔ کہ شب کو اندھیرے میں یا آنکھ بند کر کے کُلُّ نَفسٍ ذَائِقَۃُ المَوتِ۔ دل میں یہ تصور کرے کہ میں نے مرنا ہے پھر مجھے غسل دینگے پھر کفن پہنائیں گے پھر لحد میں اتاریں گے پھر میرا محشر میں فیصلہ ہو گا کہ داخلہ جنت میں یا جہنم میں۔ قبر کی زندگی سدھارنے کیلئے مراقبہ موت ہم بھی بتلاتے ہیں 10 منٹ سے 30 منٹ تک چالیس دن پھر پوچھو کہ بزرگان دین کا بتلایا ہُوا نسخہ سے دل پر کیا اثر ہُوا۔

موت ایک بڑی سخت چیز ہے اور خاص کر موت کی سختیوں کا تصور کرنا تو دل کیلئے اکسیر ہے۔ احیاء العلوم کی جلد چہارم کے آخر میں امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان بہت خطرناک چیزوں میں مبتلا ہے مثلاً سختی مصائب وغیرہ مگر ایسی مصائب اربوں ایک طرف اور اکیلی موت ان سے زیادہ سخت ہے۔ فلسفہ کہ موت تشویشناک اس لئے ہے کہ درد اس وقت ہوتا ہے جب روح اور بدن محسوس کریں مثلاً ناخون اور بالوں میں جان نہیں تو انکے کتروانے میں درد محسوس نہیں ہوتا کیونکہ اصلی درد کا محل جان ہے اور وہ نہ بال اور نہ ناخن میں ہے۔ دیکھو جان ایک پوشیدہ چیز ہے اب جان ہاتھ کے ہر حصہ میں ہے تو اگر ہاتھ کو کاٹا جائے تو درد محسوس ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ تمام مصائب جانپر وارد ہوتے ہیں براہ راست نہیں بلکہ روح کے ذریعہ مصائب وارد ہوتی ہیں۔ اور روح پوشیدہ ہے اور فرماتے ہیں کہ موت کی مصیبت کا تعلق براہ راست جان سے تعلق ہے تمام مصائب بر تن جان سے تعلق دار ماسوا نزع کے کہ جان کا پاؤں کے انگوٹھے سے سمٹنا ہوتا ہے اس لئے سب سے اول مردہ کے پاؤں سرد ہو جاتے ہیں۔ پھر گلا حَتّٰیٓ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ جب فرشتہ جان نکالتا ہے تو جان کنی گلے تک تدریجاً ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ہم موجود ہیں تم نہیں دیکھتے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ بعض مومنوں

کی جان کنی سخت ہوتی ہے اور بعض کافروں کی آسان ہوتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جب نیک کی جان کنی ہوتی ہے تو یہ اسکی دنیا کی آخری فرصت ہوتی ہے اور دنیا کے متعلق حدیث میں ارشاد ہے الیوم عمل ولا حساب وغدا حساب لا عمل کہ آج دنیا میں عمل ہے حساب نہیں اور کل آخرت میں حساب ہے عمل نہیں۔ صحابہؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ترغیب فرمایا کرتے تھے کہ نہایت چستی سے آخرت کی تیاری کرو اللہ تعالیٰ مؤمن کیلئے جنت میں ایک عمدہ مکان تیار فرماتے ہیں مگر اس آدمی کے گناہ اتنے ہیں کہ وہ اس مکان کا حقدار نہیں ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنی وسعت رحمت سے اسکو ایک اعلیٰ مقام دینا چاہتے ہیں۔ مثلاً اگر آدمی پشاور کیلئے تھرڈ کلاس کمرہ کی ٹکٹ خریدے تو پچاس روپیہ ہیں اگر فرسٹ کی تو سو روپیہ لگتے ہیں جو تھرڈ سے زائد ہے زائد رقم اسکے پاس نہیں تو وہ فرسٹ میں بیٹھ نہیں سکتا۔ اللہ کی رحمت تمام چیزوں کے معاملہ میں ہے یہ اللہ کی بڑی مہربانی ہوئی۔ یہاں کی طرح تو نہیں کہ اگر کسی کو قیمت فرسٹ کی میسر نہیں اور فرسٹ میں سفر کرنے دیں۔ مگر وہاں اللہ کے ہر قانون میں رحمت ہوگی تو اس مؤمن کے اعلیٰ درجہ مکان میں رہنے کیلئے عمل تو کم ہونگے مگر اللہ نے یہ انتظام کیا کہ اور تو وقت گئے نزع کی سختی پالو تاکہ اس مکان کے حقدار بن جاؤ اس لئے بعض نیک لوگوں کی نزع سخت ہوتی ہے۔ دوسرا ایک کافر جس نے دنیا میں کوئی نیک

عمل کیا ہوتا ہے مثلاً صدقہ خیرات حق پڑوسی ادا کیا ہوتا ہے تو کافر کو نیکی کا بدلہ آخرت میں تو نہیں ملتا۔کفر اللہ کو سخت ناپسند ہے کیونکہ کفر آخرت کے عمل کو سوخت کر دیتا ہے۔ مثلاً پلاؤ میں پیشاب کا قطرہ ڈالدو جب کفر لگ گیا نعمت نہ رہی لیکن اللہ کی شان دیکھو اس نے مہربانی کی کہ جب یہ کافر دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کر رہا ہوتا ہے تو اسکی کچھ نیکیاں ہوتی ہیں تو آخرت میں تو کوئی حصہ نہیں چلو اس آخری فرصت میں نزع آسان کر دوں کیونکہ ہر سکہ اپنے زمانہ میں رائج ہوتا ہے تو کافر کیلئے آخرت میں کچھ نہیں اسلئے کافر کی کفر سے آلودہ ہونے کے باوجود بھی جان کنی آسان ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہر حکومت کی خصوصیات الگ ہوتی ہیں۔ تمام انبیاؑ کو آرڈر تھا کہ اگر کفر کیا تو تمام نیکیاں سلب کر لی جائیں گی۔ دیکھو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک چچے حضرت عباسؓ بھی تھے دوسرے ابولہب بھی جنکے متعلق قرآن نے فرمایا تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ

حضرت عباسؓ یہ مسلمان اور دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن ابولہب۔حضرت عباسؓ کو بھائی ہونے کی وجہ سے دوستی تھی تو برادرانہ دوستی میں خواہش تھی کہ خواب میں دیکھیں جب دیکھا تو ابولہب بیٹھے ہیں اور ان کے بدن سے لمبے لمبے شعلے نکل رہے ہیں پوچھا کیا حال ہے کہا کہ جب سے دنیا سے آیا ہوں تو یہی حالت ہو رہی ہے۔ مگر ہر ہفتہ پیر کے دن عذاب

نہیں ہوتا کیونکہ جب مجھے یہ پیغام ملا کہ آپکے بھائی کے گھر لڑکا پیدا ہؤا ہے تو میں نے شکرانہ میں ایک کنیز باندھی آزاد کی تھی تو یہ نیکی اللہ کو پسند ہوئی قانون تو نہیں بدل سکتا کہ آخرت میں کافر کا کوئی حصہ نہیں مگر مخصوص معاملہ کے تحت مجھے اس دن پیر کو عذاب نہیں ملتا۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ موت کیسی ہوتی ہے فرمایا کہ ایک آدمی پر ایک بار ہزار آدمی ہزار تلوار چلائے تو موت سے کم تکلیف ہے کیونکہ وہ براہ راست جان پر تلوار نہیں لگتی بلکہ بدن پر لگتی ہے۔ مثلاً تین لحاف اوڑھے ہوئے پر ڈنڈا لگایا جائے اور خالی جان والے پر بھی تو کتنا فرق ہے؟ اسی طرح جان کا حال ہوگا امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ ایک بزرگ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال ہے فرمایا میری موت کو پچاس سال گذر گئے ہیں۔ مگر ابھی تک موت کی تلخی نہیں بھولا لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ شان رحمت ہے جس سے راضی ہو جائے۔ بہت سے بزرگوں سے نقل ہے کہ پوچھا گیا موت کی کیا کیفیت ہے فرمایا کہ لوہے کے کانٹوں کا جال ایک بدن میں گھسیڑ دیا جائے تو بھی موت سے کم ہے۔ دوسرا پہلو اللہ کی رحمت کا دیکھو کہ موت کی یہ تکالیف تو حق ہیں لیکن اللہ کی رحمت دیکھو کہ مثلاً اگر نشہ کے علاوہ آپریشن اور نشہ کے ساتھ اپریشن کیا جائے تو کتنا فرق ہے۔ موت کا اپریشن اللہ تعالیٰ کے ہاتھ

میں ہے قرآن۔ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ تو اللہ نے موت کا نشہ دیدیا تاکہ میرے بندہ کو تکلیف نہ ہو۔ یہ موت ایسی کہ دنیا میں تو اس سے منہ موڑتا تھا لیکن آج یہ آگئی۔ اگر ایک آدمی کو بھوک نہ ہو تو روٹی کا کیا مزہ آئے گا تو نشہ دینے سے قبل تھوڑی دیر تکلیف دیتا ہے کہ آسانی کا مزہ معلوم ہو۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ سے کہ آپؐ یہ دعا مانگا اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی سَكَرَاتِ الْمَوْتِ وَهَوِّنْ عَلَيْنَا سَكَرَاتِ الْمَوْتِ کرتے تھے کہ اللہ ہمیں موت کی سکرات سے بچا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نزع کے وقت اپنے منہ پر پانی ڈلواتے تھے۔ سکر کا معنی چکھنا یعنی کچھ تکلیف چکھنے کے بعد معاملہ درست ہو جاتا ہے۔ موت کا ایک فائدہ یہ کہ اس سے جنت دوزخ میں لوگ اپنے اپنے ٹھکانے لگ جاتے ہیں۔ خدا یاد تو بس عملِ آخرت میں چستی ہو گی۔

درس نمبر: ۲۵
17 مئی 1964ء

لقائی لحاظ سے موت رحمت ہے

بسم اللہ کی تفسیر میں اللہ کی رحمت کا بیان تھا۔ پہلے درس میں یہ بیان تھا کہ جنکو مصیبت ہو وہ بھی رحمت الٰہی میں ہے۔ مصائب بھی اور موت بھی رحمت۔ موت کے سلسلہ میں دو چیزیں پہلے درس میں بیان کی تھیں کہ معاشی اور توسیعی لحاظ سے بھی موت رحمت ہے۔ معاشی۔ کہ موت کے ذریعہ سے روزی فراخ ہوتی ہے۔ اگر پہلے لوگ زندہ رہ جائیں تو روزی اتنی تنگ ہو جاتی کہ ایک دانہ بھی نہ ملتا۔ توسیعی۔ کہ اگر موت نہ ہوتی تو پاؤں رکھنے کو جگہ نہ ملتی۔ آج تیسری چیز بیان کرنی ہے وہ لقائی یعنی ملنا کہ انسان کی خاص صفت اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ کائنات میں انسان کی بلندی کا بڑا سبب محبت الی اللہ ہے جو دیگر جاندار کو واضح طور پر ایسی محبت نہیں۔ معلوم ہُوا کہ اللہ کی محبت انسان کی فطرت میں ہے۔ اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ جن چیزوں سے محبت ہے وہ سب رب العزۃ کا عطیہ ہیں قرآن وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ - جو کچھ دنیا میں ہے وہ

اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے تو جن چیزوں سے محبت ہو اصل میں تو منعم نعمت سے محبت ہو۔ قرآن وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ جو مومن ہیں انکو تمام چیزوں سے محبت اللہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ تو تیسری تھی لقائی یعنی ملاقات۔جب چاہتا ہے کہ محبوب سے ملوں۔جسقدر محبت زیادہ اتنی خواہش بھی زیادہ ہو گی اور تمام محبوبوں سے اللہ تعالیٰ زیادہ محبوب ہیں۔ تو محبوب کے ساتھ شوق ملاقات لازمی ہے۔ لَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوْتُوْا۔تم اللہ تعالیٰ کو کبھی نہیں دیکھ سکتے جب تک موت نہ ہو۔ اللہ کا دیدار موت کے پل سے گزرنے پر موقوف ہے۔ اگر دیکھو دریا پر پل نہ ہو اور بیٹا باپ کو کہے کہ پل کے ذریعے دریا پار کرو گے تو مل سکو گے۔امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں احیاء العلوم میں کہ انسان کی بدبختی ہے کہ دیکھی ہوئی تو پسند اور ان دیکھی ناپسند یعنی ان دیکھی ہوئی سے بدبخت کو پتہ نہیں۔ فرماتے ہیں کہ انسان کے نزدیک اللہ کے سوا سب محبتیں ہیچ ہیں۔ یقینی بات ہے کہ اللہ نے لذت طعام کیلئے زبان و حلق پیدا کئے۔اگر قلمی آم ہاتھ میں رکھے تو بے فائدہ۔یا اپریشن کر کے پیٹ میں داخل کیا جائے تو بے فائدہ۔کوئی لذت نہیں۔ مزہ کیلئے جو چیز رکھی وہ زبان اور منہ رکھا۔لذتِ غنی۔سرور۔ وغیرہ یہ کان سے تعلق رکھتے ہیں اگر بہتر طریقہ پر گیت گایا جائے تو بہرے کو تو لذت نہیں۔ اور لذت شم۔ناک سے تعلق رکھتی ہے اگر 20 تولہ عطر ناک کے قریب رکھ دو

اور ناک بند ہو تو لذت ختم۔ اسی طرح اچھی صورت کا شعور اللہ نے آنکھ میں رکھا اگر آنکھ نہ ہو تو بے فائدہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لذتیں مذکورہ تب ہوتی ہیں جب جان ہومگر مردہ کے سامنے کچھ رکھ دو تو کوئی پتہ نہیں۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روح کو بھی کسی لذۃ کیلئے پیدا کیا گیا ہے وہ لذۃ اعلیٰ۔ کیونکہ روح ایک اعلیٰ شے ہے۔ مذکورہ بالا لذتیں تو ادھر ادھر کی چیزیں ہیں روح کو لذۃ احساس کیلئے پیدا کیا گیا۔ وہ کیا امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روح کو لذت دیدار الٰہی کیلئے پیدا کیا گیا۔ لیکن دیدار الٰہی دنیا میں بند ہے۔

حدیث کہ تم اللہ تعالیٰ کو موت کے بغیر نہ دیکھ سکو گے تو معلوم ہو گیا کہ دنیا کی تمام لذتیں جنت کی لذتوں سے ہیچ ہیں۔ اور جنت کی تمام لذتیں دیدار الٰہی سے ہیچ ہیں۔ اور لذت الٰہی موت پر موقوف ہے۔ اگر موت نہ آئے تو نعمت کبریٰ سے محروم ہونگے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا راز موت سے وابستہ ہے۔ حدیث کہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس فرشتہ آیا کیونکہ تمام انبیاؑ سے موت کا مشورہ لیا جاتا تھا یہ ایک اعزاز کے طور پر فعل کیا جاتا تھا اور پیغمبرؑ بھی اللہ تعالیٰ کی رائے پر متفق ہوتے تھے۔ ہمارے تمہارے یا یورپ کے صدر سے مشورہ نہیں لیا جاتا یہ اعزاز صرف انبیاءؑ اللہ کے محبوبوں سے لیا جاتا تھا۔ دریافت کیا جاتا تھا کہ خدائی حکم تو یہ

ہے آپ کا کیا خیال ہے لیکن عموماً انبیاً اللہ تعالیٰ کی رضا پر متفق رہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت کے وقت بہت عرصہ قبل مشورہ لیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دُنیا سے اٹھانا ہے آپ کا کیا خیال ہے۔ فرمایا کہ میرا اللہ تعالیٰ سے اتفاق ہے۔ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ تقریر کے دوران فرمایا کہ اِنَّ عَبداً خَیَّرَہُ اللہ * کہ ایک بندہ کو اختیار دیا گیا ہے کہ تم یہاں رہو چاہے اللہ کے پاس رہو تو اس بندہ نے اللہ کے پاس رہنا پسند کیا ہے یہ فقرہ تھا کہ حضرت ابی بکرؓ صدیق کی چیخ نکلی۔ سب صحابہؓ تعجب کرنے لگے کہ یہ کوئی رونے کا فقرہ ہے؟۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ صدیق سمجھ گئے کہ اب جدائی کا وقت آگیا ہے کیونکہ موت کا اختیار صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو سکتا ہے۔ آج کل ہمیں مال سے بہت محبت ہے تو مال سے جدائی کے وقت چیخ و پکار نکالتے ہیں مگر صحابہؓ مال تو مال رہا جان سے بھی زیادہ محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی تھی۔ تو معلوم ہو گیا کہ پیغمبر علیہ السلام سے مشورہ لیا جاتا ہے۔ تو جب حضرت ابراھیمؑ کے پاس فرشتہ آیا کہ موت کے متعلق کیا خیال ہے فرمایا کیا کوئی محبوب بھی اپنے محب کی جان لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کے ذریعہ جواب فرمایا کہ کیا کوئی محبوب محب سے ملاقات کرنے کیلئے

---

* بَیْنَ أَنْ یُؤْتِیَہُ مِنْ زَھْرَۃِ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَا عِنْدَہُ

گریز کرتا ہے اس سے دلیل ثابت ہو گئی کہ موت اللہ کی ملاقات کا ذریعہ ہے۔ مسلم و بخاری شریفین صحیحین میں ہے

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ وَمَنْ کَرِہَ لِقَاءَ اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ کہ جو اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اللہ اسکو پسند کرتے ہیں اور جو اللہ سے ملنے کو پسند نہیں کرتا اللہ اسے پسند نہیں کرتے صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کی کہ ایسا کون ہے جو اللہ سے ملنے کو پسند نہیں کرتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَیْسَ ذَالِکَ یہ مراد نہیں مراد یہ ہے کہ موت ایک عظیم انقلاب ہے۔ جب موت آتی ہے تو انسان کی سب چالاکیاں ختم ہو جاتی ہیں اور جب موت آتی ہے تو اس کمزور دنیا سے تعلق ختم ہو جاتا ہے اور آخرت سے تعلق شروع ہوتا ہے تو موت کے وقت جنت و جہنم کے نقشہ میت کے سامنے لائے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم کو دنیا کی فرصت ملی تھی اگر تو اس فرصت میں دین کے خلاف زندگی بسر کرتا تو تیرے لئے یہ جہنم ہوتی لیکن تو خوش نصیب تھا کہ اسلام کو قبول کیا تو یہ جنت نصیب ہو گی۔ تو نزع کے وقت نیک آدمی کو سخت محبت ہو گی کہ موت ہو کیونکہ آگے جنت میں جانا خوشی ہے۔ دوسرے کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو نے زندگی کی ساری فرصت بے ایمانی میں صرف کی تو تیرے لئے یہ جہنم ہے تو وہ آگے جانا پسند نہ کریگا تو نیک آدمی آگے جانا پسند کرے گا اور جو آگے جانا پسند نہ کرے گا

وہ برا آدمی۔ مطلب یہ کہ زبانی دعوٰی نہیں فرمایا بلکہ نزع کے وقت مشاہدہ کرا دیا گیا کہ نیک عمل کے بدلہ یہ جنت اور برے عمل کے بدلہ یہ جہنم ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا موت پر موقوف ہے۔ موت سخت ہے اس لئے اللہ نے ایک بار رکھی کہ انسان پر موت سخت ناگوار ہے فقط اس وجہ سے کہ دنیا سے جالان آخرت موت کے ذریعہ ہوگا۔

چوتھی دلیل انجائی یعنی نجات۔ موت کا رحمت ہونا اس وقت معلوم ہوتا ہے جب کوئی تباہ کن مرض میں مبتلا ہو ایک تو مرض کی مصیبت کہ ایک ایک سیکنڈ بھی موت سے سخت گزرتا ہے۔ مثلاً جب آدمی سخت مریض ہو تو کروٹ بدلنا بھی مشکل ہوتا ہے اور چیخیں اتنی مارتا ہے کہ آسمان سے ٹکراتی ہیں۔ اسکے علاوہ مرض غریبی رکھی کہ جینے سے مرنا اچھا ہے۔ تیسری مصیبت غضب کہ آدمی کو سخت غصہ ہوجاتا ہے۔ اور آپ دیکھتے ہیں کہ آئے دن خود کشیاں ہو رہی ہیں پچھلے دنوں بہاولپور میں گاڑی کے نیچے ایک شخص نے خود کشی کی ہے۔ فقہا نے لکھا ہے کہ غیر کو قتل کرنا حقیقت میں بڑا گناہ ہے مگر خود کشی اس سے زیادہ گناہ ہے۔ فقہا نے لکھا ہے کہ غیر کے قاتل کا جنازہ کرلو مگر خود کے قاتل کا جنازہ نہ پڑھو۔ یہ خود کشی کا مرض کافروں سے آیا۔ کافر کیلئے آخرت میں تو کچھ نہیں صرف دنیا ہی ہے۔ اس دنیا میں ذرا بھر بھی تنگ ہو تو خود

کشی کرلیتا ہے اور مؤمن کیلئے یہ دنیا ہوٹل کی مثل ہے کہ چند دن گزار کر اصل مقام کی طرف جانا ہے۔ معلوم ہوگیا کہ خود کشی اسلام کے خلاف ہے۔اور تمام مصیبت پر مستقل رہنا یہ مؤمن کی نشانی ہے۔ خود ہٹلر جو ساری دنیا کو فتح کرنے کا عزم لیکر میدان میں آیا مگر خود کشی کرلی۔یہ مؤمن کی شان ہے کہ لاکھوں مصیبتیں آئیں مگر اسلام کی ڈھال سے سب کو روک لیا۔ خود کشی اس لئے سخت گناہ ہے کہ یہ جان اپنی ملکیت نہیں یہ خدا تعالیٰ کی ہے البتہ آخرت کمانے کیلئے یہ مشین لگاؤ جس سے نماز روزہ وغیرہ تمام نیکیاں کرو کیونکہ یہ مشین اللہ نے جنت کمانے کیلئے دی ہے۔ مثلاً ایک دوست سنگر مشین دے کہ تم کپڑے سی لو بجائے کپڑے سینے کے وہ توڑ پھوڑ دے۔کیا یہ جرم نہیں ہے؟ اور جان والی مشین یہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی تحصیل کیلئے عنایت فرمائی ہے۔ اب اگر کوئی خود کشی کرکے ختم کردے توکیا جرم نہیں! یہ بھی سنگر مشین کو ٹکڑے کرنے کے مثل ہو جائے گا کیونکہ ہم نے اللہ کی دی ہوئی مشین کو ضائع کردیا اگر ایک کام کی بندش ہو اور کر جائے تو کم گناہ مگر قوی رکاوٹ ہو اور کر جائے تو سخت گناہ ہے۔ قرآن۔ وَاَعَدَّ لَہٗ عَذَابًا عَظِیْمًا انکے لئے شدید عذاب تیار ہے۔میری نظر میں کافروں کے لئے اس سے قرآن کریم میں شدید عذاب نہیں آیا تومسلمان کیلئے قتل کا حکم مانع شرعی ہے کہ شریعت نے منع کیا کہ مسلمان کو قتل نہ

کرو۔

خود کشی کے متعلق صحیحین کی حدیث ہے کہ جس آلہ سے خود کشی کریگا تو جہنم میں ہمیشہ اسی آلہ سے خود کشی ہوتی رہے گی مثلاً اگر زہر یا پستول سے کرے تو جہنم میں انہی سے خود کشی کرتا رہے گا وجہ یہ کہ خود کشی میں دو رکاوٹیں ہیں کہ ایک تو مانع شرعی ہوئی دوسرا یہ کہ اپنی طبیعت بھی مانع ہوتی ہے تو دو رکاوٹوں کے باوجود کام کرنا زیادہ گناہ ہے۔ بہر حال کہنا یہ تھا کہ موت کے سلسلہ میں انجانی کا رحمت ہونا بیان کرنا مقصود تھا۔ مالی ایک۔ مرض دو۔ ماحولی۔ کبھی والدین سے کبھی حکومت سے تنگ آکر انسان موت مانگتا ہے۔ حدیث سنن کہ اَلْمَوْتُ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ کہ مؤمن کیلئے موت تحفہ ہے اگر ان مذکورہ تکالیف میں موت نہ آئے تو ایک ایک تکلیف موت سے ہزاروں درجہ زیادہ ہوگی مثلاً ایک شخص مریض ہو اور اللہ نے اسکو ہزار سال کی عمر دے رکھی ہو تو کیا زندگی بسر کرنا مشکل نہ ہو جائے گا کیونکہ تمام تکلیفوں سے نجات کا ذریعہ موت ہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حالت نزع طاری ہوئی تو حضرت فاطمہؓ پکاریں کہ ہائے میرے باپ کی تکلیف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا کَرْبَ عَلٰی اَبِیْكِ بَعْدَ الْیَوْمِ کہ تیرے باپ کو آج کے بعد تکلیف نہ ہوگی یہ تیرے باپ کی آخری تکلیف ہے۔ بہر حال موت ایک سخت چیز ہے۔

پانچویں حکمت سروری یعنی خوشی۔ آج کل ہمیں مومن کے اعتبار سے موت سے خوشی کم ہوگئی ہے یعنی آخرت سے تعلق کم ہوگیا ہے۔ اکبر نے کہا کہ جب سے انگریز آیا ہم پر دنیاوی تعلیم کا غلبہ ہوا۔ اور قرآن کی تعلیم ختم ہوگئی ہے۔ تو ایک شعر کہتے ہیں۔

واسطہ کم رہ گیا اسلام کے قانون سے
دب گئی آخر مسلمانی میری پتلون سے

اگر صحابہؓ کو دیکھیں تو ہمارے اور انکے درمیان ایک بڑا خلیج ہے۔ صحابہؓ کو آخرت سے اتنی زیادہ محبت تھی جس طرح بہاولپور والے کو ملتان سے جب کوئی موت کی مرض میں مبتلا ہوتا تو صحابہؓ اسکو آکر کہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور چار یاروں وغیرہ کو سلام کہنا۔ بات یہ ہے کہ آج لوگ جس کو مصیبت سمجھتے ہیں صحابہؓ ان کو رحمت سمجھتے تھے عرب کے بہت سے کافر صحابہؓ کی صحبت سے مسلمان ہوجایا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کچھ صحابہؓ روانہ فرمائے تو کافر نے ایک کا سر قلم کردیا تو فوراً چیخ نکلی فُزتُ کہ میں کامیاب ہوگیا اس جملہ سے کافر پر اتنا اثر پڑا کہ سارا قافلہ مسلمان ہوگیا حضرت خبیبؓ جب انکے ہاتھ سے جنگ احد میں ایک قریش کا سردار مارا گیا تو آپ کفار کی قید میں آگئے کفار نے مقتول قریش کے بیٹے کو دیدیا کہ یہ تمہارے باپ کا قاتل

تو کافروں نے انکی پھانسی کا اعلان کردیا حرم کے باہر۔کیونکہ حرم میں کافر بھی قتل نہ کیا کرتے تھے۔ قتل کی شکل یہ ہو گی کہ خبیبؓ کو ایک ستون سے باندھ دیا جائے گا پھر بیک وقت تیس یا چالیس آدمی نیزہ لیکر ماریں گے جہاں بھی چاہیں گے۔ نیزہ داغ دیں گے دیکھو یہ سب کچھ حضرت خبیبؓ کو بتلادیا گیا کہ یہ معاملہ ہونا ہے کل کے دن۔جب پھانسی کی مقررہ جگہ پر حضرت کو لیگئے تو ابوسفیان موجود تھا حضرتؓ سے پوچھا کہ آج تیرا دل چاہتا ہو گا کہ میں مدینہ میں رہا ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری جگہ گرفتار ہوتے۔تو حضرتؓ نے فرمایا کہ نہیں خبیث کہ اگر میری ہزار جانوں کو ایسی تکلیف دی جائے تو مجھے پسند ہے مگر میں یہ گوارا نہ کرونگا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک میں کانٹا چبھے۔ آج کل تو نقلی محبت ہے صرف چندہ وصول کرنے کے لیے محبت کر رکھی ہے حقیقی محبت یہ کہ عمل ہو۔پھر حضرت خبیبؓ سے دریافت کیا گیا کہ کوئی خواہش ہو فرمایا دو رکعت نماز نفل یہ پہلی بار حضرتؓ نے زندگی میں بڑی جلدی نماز ادا کی تاکہ یہ خبیث یہ نہ سمجھیں کہ موت سے ڈر گیا۔ تو ہاتھ پاؤں باندھے گئے اور مذکورہ بالاشرائط سے پھانسی دیگئی تو پھانسی سے قبل یہ شعر پڑھتے رہے جو مسلم و بخاری صحیحین شریفین میں ہیں۔

تو اس سے معلوم ہو گیا کہ موت عمدہ چیز ہے۔
تو یقینی بات کہ جس موت کو 12 سو سال گذر چکے ہوں اس پر رونا تو بری بات ہے اسلام تو ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ اب بھی روؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے بعد نبوت ہوتی تو حقدار حضرت عمرؓ تھے۔ یعنی حضرت عمرؓ میں نبوت والی تمام خوبیاں تھیں۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عمرؓ یہ فرما دیتے کہ میرے خیال میں فلاں معاملہ اس طرح ہو گا تو انکے مطابق ہوتا تھا۔تو حضرت عمرؓ کے اتنا مرتبہ ہونے کے باوجود آپ دعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ مَدِیْنَةِ رَسُوْلِكَ

کہ مجھے شہادت فرماؤ ہو بھی مدینہ منورہ میں۔یہ عجیب بات تھی کیونکہ جہاد کفار سے تو شہادت نصیب ہوتی تھی اور کفار کی سرحدیں مدینہ منورہ سے کوسوں میل دور دراز تھیں۔صحابہؓ نے دریافت فرمایا کیا کہ یہ کیسا معاملہ ہے فرمایا اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ تو مدینہ منورہ میں نماز کی حالت میں ابو لولوؔ نے چھرا سے شہید کر ڈالا۔تو معلوم ہو گیا کہ حضرت عمرؓ جیسے مرتبہ والے جس کی آرزو کرتے تھے وہ کتنی بڑی عظمت والی چیز ہو گی۔ بخاری شریف۔ اِنِّیْ وَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی تمنا کی اور حدیث تین بار فرمایا ثُمَّ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بعد سب سے بلند مرتبہ والے جس

کی تمنا کر رہے ہوں کیا وہ عمدہ چیز نہ ہوگی! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعمت شہادت کیوں نہ ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک معجزہ ملا تھا کہ میں اپنے نبی کو تن تنہاء یتیم پیدا کرکے دشمنوں میں بھیجونگا اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکیں گے۔ اسکی حفاظت خود میں کرونگا۔ اگر شہادت نصیب ہوجاتی تو پھر نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول مبارک غلط ہوتا تھا اس لئے حکم خدائی شہادت کی رکاوٹ بنا رہا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ شہادتین میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسنؓ کا نصف ناف سے اوپر والا حصہ بدن کا عین حضرتؐ کے مشابہ تھا اور نصف اسفل نیچے والا حضرت امام حسینؓ کا مشابہ تھا تو گویا دونوں بھائی شکل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اور اولاد اپنے والدین کیلئے رحمت بھی ہوتی ہے اور نانا یا دادا یہ بھی والدین ہیں۔ تو اللہ نے فرمایا امامین کی شہادت آپکے اعمال میں داخل کردیں گے ایک تو مشابہت شکل کے لحاظ سے دوسرا یہ کہ آپ والد اور وہ اولاد ہیں۔ معلوم ہوگیا کہ موت کا سلسلہ ایک عمدہ چیز ہے صحابہؓ کو موت سے بہت محبت ہوگئی تھی۔ چنانچہ صحابہؓ موت کی دعائیں مانگنے لگے جس طرح ہم مربع مانگتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلمکو خطرہ ہوا کہ یہ اللہ والے ہیں اگر دعا قبول بھی ہوگئی تو میں نے کام بہت کرنے ہیں اشاعت اسلام۔ فتوحاتِ کفار۔ وغیرہ تو ان کاموں میں صحابہؓ نے کام بٹانا ہے میں تو اکیلا رہ جاؤں گا تو حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَہٗ فَاِنْ کَانَ لَابُدَّ فَاعِلاً فَلْیَقُلْ ــ کہ تم دعا مانگو یا اللہ اگر موت بہتر ہو تو موت دو اگر زندگی بہتر ہو تو زندگی دو۔ قرآن یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ کہ اگر تم سچے ہو تو اللہ سے موت مانگو لیکن انہوں نے موت نہ مانگی یہ اسلام کی برکت ہے کہ مسلمان موت سے نہیں ڈرتے۔ علامہ اقبال آخری زندگی میں قرآن کا مطالعہ کرنے لگے تھے۔ علماء کے وفد نے پوچھا کہ مصر وغیرہ کا کیا حال ہے فرمایا کہ وہ لوگ یورپ کے قریب ہیں ہم دور ہیں لیکن عجیب بات یہ کہ باوجود یورپ کے قریب ہونے کے عقیدہ صحیح ہے غور کے بعد وجہ معلوم ہوئی کہ وہ لوگ عربی زبان رکھتے ہیں تو قرآن کو خوب سمجھتے ہیں تو اس لئے انکے عقیدہ درست ہیں۔ تو معلوم ہو گیا کہ عقیدہ وغیرہ درست کرنے اور بچانے کیلئے مطالعہ قرآن ضروری ہے۔ یہ ابھی مفتی محمود صاحب اور غلام غوث صاحب ہزاروی دورہ مصر سے واپس آئے ہیں کہا کہ صدر ناصر نے ایک ریڈیو اسٹیشن صرف قرآن کیلئے بنایا ہے جس سے چودہ گھنٹہ مستقل قرآن کی اشاعت ہو گی باقی دس گھنٹہ ریڈیو اسٹیشن بند رہے گا یعنی قرآن کے علاوہ اور کوئی کام نہ لیا جائے گا اور صدر ناصر نے کہا کہ ہم نے اس امانت کو پھیلایا نہیں اس وجہ سے برباد ہو گئے ہیں اب ہم نے 20 ہزار مبلغین کی جماعتیں غیر ممالک امریکہ وغیرہ میں پھیلادی ہیں۔ دیکھو آج اگر یہ کام ہوتا تو ہم کسی کے غلام

ــہ اللّٰھم احینی ما کانت الحیٰوۃ خیرًا لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرًا لی

نہ ہوتے اور دہلی ہندوؤں کے پاس نہ ہوتی۔

درس نمبر: ۳۶۰

22 مئی 1964ء

شہادت رحمتِ عظمےٰ ہے

اس سے پہلے رحمت الٰہی کے سلسلہ میں یہ بیان ہوا کہ مومن کے ساتھ جو معاملہ ہے وہ رحمت ہے ایک حدیث نقل کی تھی کہ مومن کا ہر معاملہ عجیب ہے جب نعمت میں شکر کرے تو اجر اور مصیبت میں صبر کرے تو اجر ہے۔ یعنی مومن کیلئے دونوں صورتوں میں اجر ہے۔ آج حکمت کے سلسلہ میں تیسری چیز یہ بیان کرنی ہے کہ تمام مصیبتیں رحمت ہیں۔ اگر شہادت نصیب ہو جائے تو سب سے بڑی رحمت شہادت ہے۔ قرآن میں اللہ نے حکم فرمایا کہ شہید کو مردہ نہ کہو۔ شہادت میں ویسے تو بہت واقعات ہو گزرے ہیں لیکن اسلامی تاریخ میں پانچ شہادتوں کو وقعت ہے ایک تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں ہوئی وہ حضرت حمزہؓ سید الشہدا سب سے اول شہید ہوئے ہیں۔ جو جنگ احد میں شہادت پیش آئی جو جنگ ہجرت کے دوسرے سال میں ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور آپنے حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے بازو میں کھڑے ہو کر جہاد لڑا۔ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ جو چاروں سلسلہ کے بڑے ہیں کسی نے پوچھا کہ عبداللہؓ بن عمرؓ کا مرتبہ بلند یا حضرت معاویہؓ کا فرمایا حضرت معاویہؓ کا کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو سے ملکر جہاد لڑے ہیں۔ فرمایا کہ ہم دس لاکھ جہاد لڑیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کے ایک جہاد سے ہیچ ہیں۔ شہادت حضرت حمزہؓ جو پہلی شہادت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں ہوئی اور سید الشہدا کا لقب نصیب ہؤا۔ دوسری شہادت حضرت عمرؓ کی عین نماز کے وقت چھرا گھونپا گیا یہ وہ ہستی ہیں جو 22 لاکھ 55 ہزار مربع میل سلطنت فتح کر کے اسلام کے جھنڈے تلے لائے تھے جو آج تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔ تیسرا واقعہ حضرت عثمانؓ کا جو مدینہ منورہ میں اپنے گھر میں قرآن کی تلاوت کر رہے تھے عین اس وقت شہید ہوئے جس وقت اس پر پہنچے فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ آپکے خون کے قطرے قرآن مبارک پر گرے۔ چوتھی شہادت حضرت علیؓ کی آپ نماز کو جا رہے ہیں اور آپکے سر مبارک کو قلم کیا جا رہا ہے۔ ان پانچ شہادتوں میں ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں واقع ہوئی باقی چار زندگی کے بعد۔ پانچویں شہادت جو کل کے دن سے تعلق رکھتی ہے جو یوم دس عاشورہ کو یہ دردناک واقعہ پیش آیا۔ کربلا کا دسویں کا دن اس واقعہ سے کئی ہزار سال قبل متبرک و مقدس دن

شمار ہوتا تھا۔

كَانَ الْقُرَيْشُ تَصُوْمُ عَاشُوْرَاءَ کہ قریش کافر بھی یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے کیونکہ یہ دن ملت ابراھیمی میں مقدس تھا۔ مسلم بخاری میں ہے كَانَ بَنُوْا اِسْرَائِيلَ يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ یہود بھی عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے کیونکہ اس دسویں کو فرعون کو اللہ نے غرق کیا اور حضرت موسیٰؑ کو نجات دی تھی۔ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ فرمایا کہ یہ یہود سچ کہہ رہے ہیں۔ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ سے زیادہ ہمیں حضرت موسیٰؑ سے تعلق ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے روزہ کے متعلق حکم فرمایا۔ پہلے زمانہ میں یوم عاشوراء کا روزہ فرض تھا اور اسلام میں بھی ایک سال یہ فرض روزہ رکھا گیا مگر دوسرے سال رمضان کے روزے فرض ہونے سے منسوخ ہو گیا۔ اس دن روزہ رکھنے سے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ معلوم ہو گیا کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں عاشوراء کے روزہ کا تقدس تھا۔ منذری۔ اَنْجَى اللّٰهُ مُوْسٰى وَاَغْرَقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهٗ کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو نجات دی تھی اور فرعون خبیث کو شکست دیکر غرق دریا کیا تھا۔ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ نام تو صرف نوحؑ کی کشتی کا تھا مگر تھی اس میں سب انسانیت کیونکہ پوری کشتی اگر ڈوب جاتی تو ساری انسانیت ختم ہو جاتی۔ اس لئے حضرت نوحؑ کو آدم ثانی کہتے ہیں۔ احادیث سے پتہ چلا کہ اس

عاشوراء کے دن کو نوحؑ کے زمانہ میں بھی مقدس جانا جاتا تھا۔ کشتی کا تھم جانا عاشوراء کے دن۔ موسیٰؑ کو فرعون پر غلبہ عاشوراء کے دن اور عاشوراء کے دن ایک واقعہ امام حسینؓ کا گزرا ہے لیکن اس نے اسلام میں ایک زیادہ اثر ڈالا کہ جس پر ہر سال کافی مقدار میں آنسو برستے ہیں اور خون کی کافی مقدار اس واقعہ کے اثر سے جذبات میں آکر غیر شرعی طور پر صرف کی جاتی ہے۔ اس واقعہ کو جذبات سے تعلق ہے اور جذبات سے شریعت کا پتہ نہیں رہتا دیکھو سیدھا انسان اگر غصہ میں آجائے تو کتنا بکتا ہے۔ اسی طرح جب کسی کو کوئی مصیبت آتی ہے تو ایسی حالت میں جذبات میں بہت گندہ باتیں نکلتی ہیں تو لوگوں کو جذبات نے عاشوراء کے متعلق کہاں تک پہنچا دیا۔ اس واقعہ کی تہہ میں جو حقیقت تھی وہ بہت نیچے دب گئی۔ ہم نے اس واقعہ کے چند پہلو کو دیکھنا ہے۔ ایک تو ذاتی کہ اس واقعہ کا تعلق حضرت امام حسینؓ کی ذات کے لئے فائدہ تھا کہ نہ۔ دوسرا رسولی پہلو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اعتبار سے کیا فائدہ۔ تیسرا اسلامی پہلو کہ دین اسلام کے فائدہ سے اس واقعہ کا کیا اثر۔ چوتھا ملی کہ ملت کے اعتبار سے کیا اثر ہے۔ یہ واقعہ ذاتی حیثیت سے جذبات میں بڑا استعمال ہوا ہے واقعہ کے مختلف پہلو لئے گئے ہیں۔

تفصیل کی ضرورت نہیں مختصر ذکر کرونگا دراصل

اس واقعہ میں سیاست کا دخل ہے۔ سیاست جب اسلام میں گھسی تو بڑا شدید نقصان ہؤا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ جو عراق کے گورنر تھے حکم بھیجا کہ جب خط دیکھیں تو فوراً عراق کی حکومت سے معزول ہو کر پیش ہوں۔ تو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ چار دن تاخیر کر کے آئے حضرت معاویہؓ نے پوچھا کہ تاخیر کیوں کی ہے۔ عرض کی کہ میں ایک اہم معاملہ میں پھنسا ہؤا تھا کہ آپ اپنی وفات کے بعد کس کو امیر بنائیں گے۔ میں نے سوچا کہ آپ اپنے فرزند کو امیر بنائیں۔ اس سیاست کا اصل مقصد یہ تھا کہ حضرت معاویہؓ خوش ہو کر مجھے دوبارہ عراق پر گورنر بنا دیں گے۔ چنانچہ اسی طرح ہؤا۔ تو سب سے پہلی غلطی حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے ہوئی کیونکہ وہ عراق کی گورنری پر قائم رہنا چاہتے تھے اور وہ ہمدردی سے ملنی تھی۔ تو ہمدردی دکھلائی کہ شورائی نظام کو نسلی نظام میں تبدیل کیا اس واقعہ میں جو کچھ ہؤا ہوا۔ بڑے صحابہؓ اور تابعین بھی موجود تھے۔ بڑی بات یہ کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ موجود تھے لوگوں نے کہا کہ اب غلط انتخاب ہؤا ہے چلو اس کو تسلیم کرلیں وگرنہ آپس میں جنگ ہوگی اور غیر مذہب والے فتح پالیں گے لیکن کچھ مقدس ہستیاں ایسی بھی تھیں کہ وہ اس معاملہ کو آنکھوں کے سامنے دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتے تھے ان میں حضرت امام حسینؓ تھے جذبہ ایسا تھا کہ اسلامی تبدیلی نہ دیکھی تھی۔

کان سے سنی تھی تو ایک واقعہ اگر اسلام کے خلاف آجائے تو برداشت نہیں کرسکتے تھے یہ وہی واقعہ ہے جس کو حضرت امام حسینؓ نے برداشت نہ کیا۔کوفہ و عراق والوں کے ڈیڑھ سو خط آئے کہ پرجوش فوج آپکے ساتھ ہے فقط دیر یہ کہ آپ تشریف لے آئیں۔آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو تسلی کیلئے بھیجا انہوں نے خط لکھا کہ میرے ساتھ 40 ہزار بہترین بہادر ہیں۔تو عراق کے گورنر عبیداللہ بن زیاد تھے یہ بہت بڑے سیاستدان کے بیٹے تھے انکے والد کو حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ کاش یہ آدمی زیاد اگر عرب یا قریش سے ہوتا تو یہ کل دنیا کی سلطنت کرنے کے لئے لائق ہے۔

مسلم بن عقیل نے 40 ہزار فوج کے ساتھ گورنر ہاؤس کا محاصرہ کیا تعجب یہ کہ گورنر کے پاس صرف 50 فوجی تھے اب اگر اللہ تعالیٰ معاملہ کو پلٹیں تو کیا کریں۔گورنر کو اطلاع دی گئی کہ آپکے پاس 50 فوجی اور 40 ہزار نے محاصرہ کر رکھا ہے تو گورنر خود مکان پر چڑھ گئے کہ تم نے اگر اہل بیت کا ساتھ دیا تو سخت سزا دی جائے گی۔ اگر چھوڑ دیا تو انعام دیا جائے گا یہ کہنا تھا کہ صرف 30 آدمی باقی رہ گئے۔مسلم بن عقیل کو گرفتار کرلیا گیا پوچھا کہ ہم آپکو قتل کرتے ہیں کوئی بات پیغام کہنا ہے تو کہہ دو فرمایا کہ حضرت حسینؓ کو اطلاع دیدو کہ یہاں مت آؤ لیکن عجیب بات یہ کہ

اطلاع تب ملی جب دو محرم الحرام کو حضرت امام حسینؓ میدان کربلا میں خیمہ لگا چکے تھے۔ مکہ معظمہ سے جب آپ چلنے لگے تو آپ کے دوست چچازاد بھائی کہنے لگے اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں آپکے گھوڑے کے سامنے لیٹ جاؤں تو آپ عراق نہ جائیں گے تو میں گھوڑے کے سامنے لیٹ جاتا۔ اور ایک حدیث بڑے پتہ کی سنائی فَخُیِّرْتُ بَیْنَ اَنْ اَکُوْنَ مَلِکًا اَوْ عَبْدًا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ مجھے اختیار دیا گیا کہ یا آپ بادشاہ ہونا پسند کریں یا بندہ ہونا ان دو عہدوں میں سے کسی ایک کو پسند کرو یعنی دونوں عہدوں میں نبوت والی شان برابر رہے گی۔ فرمایا میں نبوت کے ساتھ بندگی پسند کرونگا تو عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بندگی پسند کی شاید آپ کو بادشاہی نہ ملے لہٰذا آپ بھی بندگی تسلیم کرلیں۔ عبداللہ بن عمرؓ نے بھی اسی طرح مشورہ دیا عراق نہ جاؤ اِعْتَبِرْ اَخِیْکَ وَاَبِیْکَ کہ تم اپنے دوستوں کے اعتبار دینے سے اپنے بھائی اور باپ کے واقعہ سے عبرت حاصل کرو خیر تقدیر کو جو چیز منظور تھی آپ عراق کو روانہ ہو کھڑے۔

61 ہجری دو محرم الحرام کو یہ واقعہ پیش آیا یہ صرف واقعہ پر سرسری نظر ڈال رہا ہوں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت امام حسینؓ کے پیش نظر کیا تھا اس میں شک نہیں کہ حکومت ایک بڑی چیز ہے لیکن اس زمانہ سے وہ حکومت علیحدہ قسم کی تھی یہ نہیں کہ

حضرت علیؓ و بھائی حضرت امام حسنؓ کو حکومت نہیں ملی چلو میں لے لوں نہیں اس وقت کی حکومت تو تمام رعایا کا بوجھ کندھوں پر لینا ہوتا تھا آج کل حکومت نے سمجھا کہ بس حکومت آئی اور لاکھوں روپیہ کی جائداد بنانے شروع ہو گئے۔ اس وقت امیر المومنین کے ہاں تو ایک پیسہ بھی نہ ہوتا تھا۔ حضرت علیؓ کا معمول تھا کہ آپ روزانہ مغرب کے وقت خزانہ آیا کرتے تھے پوچھتے تھے کہ خزانہ میں کچھ باقی تو نہیں۔تو خادم کہتے نہیں تو فرماتے الحمد للہ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آس پاس کی حکومتیں تو گوشت و مرغن غذائیں کھاتی تھیں اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ جو کی سوکھی روٹی سے بھی سیراب نہ ہوتے تھے۔ وہ بادشاہی تو پورے جہان کی غمی لینا تھا اس دور کی حکومت اور اس دور کی حکومت میں کتنا فرق ہوا۔ سفر عراق کا یہ مقصد ہر گز نہیں کہ حضرت حسینؓ حکومت لینا چاہتے تھے اتنی بڑی ہستی کو دنیا کی لالچ بنا دینا یہ تو درست نہیں۔ مراکش سے پاکستان تک مسلم مملکت پھیلی ہوئی ہے اگر حکومت لینی ہوتی تو امامؓ صاحب 72 آدمی لیکر چلتے؟ کہ خلافت لینے کیلئے 72 آدمیوں سے قبضہ لیا جاتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے عراق پر بھروسہ کر رکھا تھا تو مسلم بن عقیل کا خط تو بہت عرصہ بعد ملا تھا پھر اگر وہ جنگ کرنے جا رہے تھے تو بیوی بچوں کو تو ساتھ نہ لے جاتے عبداللہ بن عباسؓ نے عرض کی آپ اہل و عیال تو نہ لے جاؤ مگر آپ نے

منظور نہ کی معلوم ہو گیا کہ حضرت امام حسینؓ کا مقصد حکومت حاصل کرنا نہ تھا کیونکہ 72 انسان لاکھوں کے سامنے کس طرح فتح یاب ہو سکتے ہیں۔ دنیاوی نصب العین کی تین واقعات تردید کر رہے ہیں ایک تو یہ کہ حضرت حسینؓ بڑی ہستی تھے دنیا کی لالچ نہ تھی دوسرا کہ 72 آدمی سے فتح نہیں ہو سکتی۔ تیسری کہ اھل و عیال ساتھ لیگئے یہ قربانی عظیم ہے۔میدان جنگ میں بہت تقریریں فرمائیں۔ مصائب کے پہاڑ گزر رہے ہیں مگر استقامت کے خلاف ایک لفظ نہ نکلا یہ ایک ہاشمی رگ تھی جس نے عظیم کردار ادا کیا۔ آپ نے نصیحت فرمائی کہ تم نے خود بلوایا ہے اور تمہارے بلانے پر میں آیا تھا اگر منظور نہیں تو مجھے چھوڑ دو جواب دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا تو یہ واقعہ حضرت امام حسینؓ کی قربانی کا ان چار شہادتوں سے نرالا ہے اس اعتبار سے کہ ایک آدمی کا شہید ہونا کوئی نقصان نہیں مثلاً دنیا میں آدمی گدھے وغیرہ پر سوار تھا اور شہادت کے بعد کار موٹر پر سوار ہو جائے۔آپکی خصوصیت یہ کہ آنکھوں کے سامنے خاندان کا ایک ایک فرد کٹ رہا ہے صرف چند نفوس کے بغیر باقی سب آنکھوں کے سامنے کٹ گئے۔آج ہم یہ تو نہیں دیکھتے کہ کربلا میں آپؓ نے کیا کردار ادا کیا وہ تو ہم اپناتے نہیں۔جب خاندان نبوت کا قافلہ لٹ کر یزید کے گھر آیا تو یزید نے ماتم شروع کر دیا۔ ذاتی حیثیت سے امامؓ نے یہ واقعہ کیوں کیا مطلب یہ کہ اسلام کے خلاف ایک حکم

بدلا گیا تھا۔ وہ یہ کہ ایک بادشاہ فوت ہو جائے تو اھل علم جمع ہو کر کسی بہتر بادشاہ کو چنیں۔ یہ ہے نظام شوریٰ۔اس وقت اسلامی مملکت کے علاوہ باقی سب سلطنتوں میں نسلی نظام تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اگر بادشاہ نیک فوت ہو جائے اور اس کا بیٹا برا ہو تو اسکو بادشاہ بنا دیا اگر نسلی نظام پر چلیں تو بہت فرقے بن جاتے ہیں۔ اور ہؤا بھی کیونکہ جب سے یہ نسلی نظام رائج ہؤا تو مسلمان فرقہ بن گئے۔کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اگر بیٹا برا ہو تو بادشاہ بنا دیا جائے۔ یہ مسئلہ ہے تو معمولی سا مگر بنیادی مسئلہ ہے۔ لیکن یاد رکھو میں یورپی جمہوریت کا قائل نہیں ہوں کیونکہ یورپی چناؤ یہ کہ ہاتھ اٹھاؤ گن ڈالو جس کی طرف زیادہ وہی منتخب ہو گیا۔اب یقینی بات ہے کہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ وفاروق اعظمؓ کے پائے کا فرد ہو دوسری طرف کوئی خبیث نالائق ہو اور اس نالائق کے حق میں ان خبیثوں کے دس ہاتھ کھڑے ہوں اور انکے حق میں صرف دو تو بتاؤ کہ یہ سبب باعث ھلاکت نہ بنا۔یہ سیاست بھی خطرناک ہے۔کیونکہ آج بگڑے ہوؤں کی تعداد زیادہ اور سدھرے ہوئے لوگوں کی تعداد کم ہے۔ خود قرآن فرماتا ہے وقلیل من عبادی الشکور اگر اب بھی کثرت تعداد پر فیصلہ کریں تو معلوم ہو گیا کہ بروں کو نیکوں پر سوار کرنا ہے۔ اور یہی کچھ مغربی طرز پر ہو رہا ہے خلاصہ یہ کہ اگر کثرت تعداد کو مد نظر رکھا جائے تو بدی کو نیکی پر حکومت دینی ہے۔ اقبال مرحوم

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کار شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

کہ جمہوری نظام ترک کردو کیونکہ وہ سب گدھے ہیں یہ مغربی طرز عقل کو تولنا نہیں گننا ہے۔ کیونکہ بسا اوقات دس لاکھ انسانوں کی عقل ایک کی عقل سے کم ہوتی ہے۔ تو معلوم ہو گیا کہ کثرت تعداد پر فیصلہ غلط ہے۔ اسلام کی تاریخ میں جہاں کہیں بھی اسلام کو نقصان اور کفر کو طاقت ہوئی تو وہ صرف نسلی نظام کی وجہ سے ہوئی بلکہ نسلی وجہ سے پیری نظام میں بھی نقصان ہؤا کیونکہ آج یہ رواج پھیل گیا کہ پیر کے نااہل بیٹے کو بھی پیر کہتے ہیں۔ اگر ایک ڈاکٹر نے میڈیکل ڈگری سند لی ہو کیا اسکے بیٹے کو ڈاکٹر کہو گے؟ لیکن یہ الٹی منطق ہے کہ پیر کے نالائق بیٹے بھی پیر ہوئے۔ یقینی بات ہے کہ اگر یہ منطق درست ہوتی کہ یہ لازمی بات ہے کہ پیر کے بیٹے پیر۔ تو نوحؑ کا بیٹا سب سے بڑا پیر ہوتا۔ لیکن ہمیں اس واقعہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ بزرگ کا بیٹا بزرگ نہیں ہو سکتا جبکہ وہ بزرگوں کے قدموں پر نہ چلے۔ تو امام حسینؓ نے مسئلہ کی اہمیت کو جانا کہ یہ پہلی برائی ہے جو اسلام میں پھیلی کیونکہ نسلی نظام سے بغاوتیں ہونگی اور اسلام دب کر رہ جائے گا تو اسکے لئے ایک قربانی دی جائے قربانی الگ چیز ہے حکومت الگ چیز ہے۔ کیونکہ اس نظام شورٰی کے بچانے کیلئے خاندان نبوت نے گردن کٹوائی تاکہ میرے اس فعل سے

اس مسئلہ کو دنیا خوب جان لے گی امام حسینؓ نے سوچا کہ حکومت لینا تو میرے بس میں نہیں ہے تو اس مسئلہ کو قربانی دیکر زندہ کردوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کہ جب میری امت بگڑ جائے تو کوئی ایک مسئلہ کی حفاظت کرے گا اسکو سو شہید کے برابر اجر ملے گا۔ چنانچہ یزید نے اسلام کے خلاف انتخاب کیا تو امام حسینؓ نے قربانی دی تاکہ مسئلہ شورٰی واضح ہوجائے قرآن۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ سارے بزرگوں کا متفق قول ہے کہ امامؓ صاحب نے دنیاوی حکومت کے حصول کیلئے قربانی نہیں کی۔ بلکہ اس لئے کی کہ میرا خون گریگا اور لوگ مسئلہ جانیں گے قرآن نے کہا کہ شورائیت پر انتخاب ہو تو یزید کے غلط انتخاب نے اسلام کے حلق میں زہر ڈالدیا تو اسی زہر کو دیکھ کر خاندان نبوت کا ایک فرد کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ اسلامی کھیت پیاسی تھی تو اسے اپنے خون سے زندہ کیا۔

بزمین کربلا باریدو رفت

لالہ درویران ہا کارید ورفت

کہ خاندان نبوت اسلام کو خون دے رہے ہیں کہ

خاندان نبوت نے ایک لالہ بویا اور چلا گیا کہ قیامت تک قربانی دیکر اس نسلی نظام کو توڑ دیا۔ یہ ہے اصل فلسفہ۔ قرآن اور ایمان سفر عراق کا مقصد ہو سکتا ہے دولت اور حکومت مقصد نہیں۔ مغربی شورائیت اور اسلامی شورائیت میں فرق۔ یاد رکھو یورپ کے نظام

میں تصنع ہے اور اسلام کے نظام میں حقیقت ہے یہ مصنوعیت نہیں کہ ہاتھ اگر نالائق کی طرف بڑھ جائیں تو منتخب ہو گیا اور لائق کی طرف کم تو وہ نالائق ہو گیا۔ کیونکہ الیکشن سے قبل بستی میں ڈھنڈورا پٹاتے ہیں کہ ووٹ ہونگے کیا یہ مسئلہ بڑے عالم نہیں جانتے ہیں۔ اِس لئے مغربی شورائیت میں تصنع اور اسلامی شورائیت میں حقیقت ہے۔ کسی نے اعتراض کیا کہ حضرت عمرؓ کا چناؤ تو شورائیت سے نہیں ہؤا۔ جواب فرمایا ایک تو یہ ہے کہ اسلامی حکومت اس وقت دور دراز تک پھیلی ہوئی تھی اور اکثر لوگ اسلام سے لابتہ تھے اور انصارؓ و مہاجرؓ جو کہ مکھن تھے کیونکہ قرآن رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ کہ وہ اللہ سے راضی اللہ ان سے راضی تو انکی بات اللہ تعالیٰ کی رضا مندی والی ہوگی دوسری بات یہ کہ حضرت عمرؓ فاروق اعظم کے منتخب ہونے کیلئے ابابکر صدیقؓ اکبر نے تجویز پیش کی تھی نہ کہ منتخب کر دیا تھا فرمایا کہ میں نے اپنے بعد اس عہدہ کے لائق حضرت عمرؓ کو پایا ہے آپ کا کیا خیال ہے؟ تمام نے اتفاق کیا تمام نے کہا کہ عمرؓ کا باطن ظاہر سے بہتر ہے اور انتخاب کرنے والے بھی اسلامی حکومت کے مکھن تھے۔ حضرت علیؓ نے کچھ فرمایا کہ عمرؓ کے مزاج میں سختی ہے حضرت ابابکرؓ صدیق نے فرمایا کہ مد نرم تھا تو یہ سخت تھا جب گردن پر حکومت کا بوجھ پڑے گا تو خود بخود نرم ہو جائے گا۔

دوسرا یہ کہ انتخاب 6 پر ہوُا مثلاً دس کروڑ انسان میں انتخاب کرنے کے قابل ایک ہزار ہیں اور ایک ہزار کہیں کہ ہم میں دس درست ہیں انتخاب کرنے کیلئے۔ تو مہاجرین نے دس پر اعتبار کیا کہ جو کچھ چنیں گے وہ ہمیں مقبول ہے۔ بہرحال امامؑ صاحب نے یہ عظیم قربانی دولت کمانے کے لئے نہیں کی بلکہ اسلام زندہ کرنا تھا۔ اب یہ ہے کہ مسلمان کو کیا کرنا چاہیئے قرآن وَلَنَبۡلُوَنَّكُم بِشَيۡءٖ مِّنَ ٱلۡخَوۡفِ وَٱلۡجُوعِ وَنَقۡصٖ مِّنَ ٱلۡأَمۡوَٰلِ وَٱلۡأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِ کہ ہم آپ کو کبھی ڈر ڈال کر۔ کبھی بھوک دیکر اور کبھی نفس و ثمر لیکر امتحان میں ڈالیں گے۔ دیکھیں گے کہ خدا کے کتنے لوگ ہیں۔ فرمایا وَبَشِّرِ ٱلصَّٰبِرِينَ کہ خوشخبری صبر کرنے والوں کیلئے ہے۔ واقعہ مصیبت کے معاملہ سے اگر آنسو نکلیں تو یہ اور بات ہے مگر جو مصیبت پر صبر کرے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور خاص رحمتیں ہیں قرآن۔ أُوْلَٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوَٰتٞ مِّن رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٞۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُهۡتَدُونَ وہی لوگ جن پر اللہ کی خاص رحمتیں ہیں وہی لوگ کامیاب ہیں۔

درس نمبر: ۳۷
24 مئی 1964ء

امیر المؤمنین میں کمالاتِ اربعہ ہوں

رحمت کے بیان کے سلسلہ میں یہ آیا تھا کہ مسلمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ہر معاملہ رحمت ہے۔ اس میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا سلسلہ بھی آیا کچھ اسرار بیان کرنے تھے۔ ذاتی اور رسولی کی حیثیت سے ذاتی حیثیت سے امامؓ صاحب کا اقدام کیا تھا بعضوں نے انکی شان کے خلاف مقصد بتلایا۔ دنیا کیلئے لڑنا کوئی نیکی نہیں اور عہدہ کیلئے لڑنا یہ قابل تعریف بات نہیں۔ ہم نے جو مقصد بتلایا ہمیں کچھ اسلامی سیاست کی تشریح کرنا ضروری ہے۔ دیکھو حکومت کا ایک ڈھانچہ یعنی ایک نصب العین ہوتا ہے کہ مشنری اور مقصد کیا ہو یہ دونوں بنیادی ہیں باقی لوازمات فروعی ہیں یعنی ہیئت حاکمیت اور مقصد حاکمیت دو بنیادی چیزیں ہیں۔ حکومت کا عوام کی زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے حاکمانہ اقتدار کی اصلاح سے پوری رعیت سدھرتی ہے اور حاکمانہ بگاڑ سے پوری رعیت بگڑتی ہے اور ایسی کہ کوئی پھر سدھار نہیں سکتا۔ حدیث کہ

حاکمانہ اقتدار دل ہوتا ہے باقی سب اعضا رعایا ہیں اگر دل بگڑا تو سب کچھ بگڑا اگر دل سدھر گیا تو سارے اعضاء سدھر گئے مسلمانوں کے۔ گویا زوال کے بہت اسباب میں سے ایک یہ کہ نہ انہوں نے حکومت کا مقصد جانا نہ حکومت کا ڈھانچہ جانا۔ اس وقت حکومت کا کیا ڈھانچہ ہو کہ دنیا لاکھ ترقی کرے مگر اُمّی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو چیز نکلی ہو وہ نہ اپنائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت کل دنیا میں۔ کل ارضی میں حکومت کے دو ڈھانچہ تھے ایک ملوکیت کا کہ اگر بادشاہ مرے تو اسکا جانشین اسی کا بیٹا ہو گا اگرچہ کہ وہ شیطان ہو۔ تو انہوں نے مسلمانوں کی قسمت کو نطفہ سے آزمایا۔ بجائے اسلام پھیلانے کے اس صورت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عوام اور حکومت میں جنگ ہوگی اور بجائے اشاعت اسلام کے اسلام سمٹ کر رہ جاتا ہے۔ خانہ جنگی کو دیکھ کر دشمن اسلام حملہ آور ہوتے ہیں اور اسلامی حکومت کا تختہ الٹ کر رکھ دیتے ہیں۔

ایک نظام تو ملوکیت ہوا دوسرا نظام قبائلی۔ جو یورپی ماخذ ہے۔ قدیم زمانہ میں عرب مختلف قبائل میں تھا اگر کوئی واقعہ ہوتا تو اسی قبیلہ کے لوگ مسجد میں نماز کیلئے جمع ہو جاتے اور یہ فیصلہ بھی کر دیتے۔ آج بھی قبائل علاقہ چترال سے بلوچستان تک یہ قبائلی نظام ہے۔ چونکہ ایک قبیلہ جس جگہ پر قابض ہوتا تو اس علاقہ کے فیصلے بھی وہی قبیلہ کرتا۔ اگر واقعی جمہوریت کے فیصلوں سے قبائل دیکھے

جائیں تو یورپ کی اقوام متحدہ سے زیادہ عمدہ فیصلے کر چکا ہے۔ پاکستان کے نمائندہ سلامتی کونسل نے رپورٹ دی کہ تمام یورپی جمہوریت کا مکھن سلامتی کونسل ہے۔ اور اس مکھن کا حال دیکھو اگر قوی و کمزور کا فیصلہ آتا ہے تو قیامت تک ایک فیصلہ نہیں ہوتا مثلاً 16 سال کے عرصہ میں کشمیر کے متعلق لاکھوں صفحات کی تقریریں ہو چکی ہیں مگر کیا بات کہ فیصلہ نہیں کرتے۔ مطلب یہ کہ انصاف ختم ہو گیا پوری لعنت پڑ گئی۔ اسلام نے کہا کہ ہمیشہ انصاف کریں مگر یورپ نے کہا نہیں قومی مفاد دیکھیں گے کیونکہ انصاف سے قومی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اور پاکستان کے نمائندہ نے کہا اگر قوی و کمزور کا فیصلہ آجائے اول تو طے ہوتا نہیں اگر ہوتا بھی ہے تو قوی کے حق میں۔ اگر دونوں ایک جیسے یعنی دونوں فریق قوی یا کمزور تو زندگی بھر فیصلہ ہو گا ہی نہیں۔ الجزائر کا فیصلہ دیکھو تلوار سے ہؤا ہے انہوں نے تو نہیں کیا۔ یہ ہے یورپی جمہوری نظام۔ لیکن قبائلی نظام دیکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ 95 فیصد انصاف ہو گا فیصلوں میں انصاف ہو گا۔ ترکی کا وفد آزاد قبائل کے دورہ پر آیا رپورٹ دی کہ پوری دنیا میں انصاف صرف قبائل کے علاقہ میں ہے۔ معلوم ہؤا کہ دور جدید کے نظام علم سے دور قدیم کے نظامِ جہالت بہتر ہیں۔ یعنی جدید دور کا علمی نظام قدیم دور کے جاہل نظام سے بدتر ہے۔ میں بھی ایک مرتبہ آزاد قبائل میں گیا۔ ایک شخص

نے کچھ زمین خریدی بس نماز کے بعد دعا کر دی کہ فلاں نے فلاں سے زمین خریدی ہے بس اتنا کافی ہے کہ اسکے بعد نہ کسی نے جھوٹا دعوٰی کیا کہ فلاں نے زمین کی رقم ادا نہیں کی یعنی فریقین سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہوتی ہے۔ قبائلی نظام اس طریقہ سے ہے کہ ڈھنڈورا پٹواتے ہیں کہ فلاں مسجد میں فیصلہ ہوگا بس اتنا کہنا کافی ہے جو آئے گا درست ورنہ اپنی جگہ کسی دوسرے کو بھیجے گا۔ مگر یہاں شاہی خزانوں سے ووٹ کے دنوں میں کروڑوں خرچ ہوتے ہیں پہلے ووٹر کے نام بنائیں گے پھر حلقہ بندی کی گئی پھر تاریخیں مقرر کی گئیں صندوق رکھے گئے بھائی بھائی سے لڑتا ہے رشوت چلتی ہے اسکے باوجود وہ چنے جاتے ہیں جو سب سے پست ہوں۔ کیونکہ برے کے ہاں دولت ہے۔ کبھی اتفاق سے اچھے بھی چناؤ ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے مغربی طرز کا نظام۔ دوسری شخصی حکومت دنیائے اسلام میں۔ ایک ملوکی تو اس میں تو بڑا نقصان ہے شاہجہان مر گیا بڑا بیٹا دارا شکوہ تھا جو ملحد تھا اسکے مقابلہ میں حضرت اورنگ زیب رحمتہ اللہ علیہ بزرگ اور اہل تھے تو انہوں نے بھائی سے جنگ لڑی اور فتح ہوئی اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بچانا تھا کیونکہ کچھ اکبر نے اسلام کو ختم کیا تھا اور کچھ دارا ختم کر دیتا تو ایک ملوکی نظام شخصیت میں یہ نقصان کہ اس میں اہلیت پر انتخاب نہیں۔ مغربی جمہوریت کے معنی ہیں کثرت تعداد پر فیصلہ۔ ہمیشہ ممتاز لوگ قلیل اور عوام کثیر آتے ہے

ہیں۔ یعنی قلت ہمیشہ ممتاز رہی اور کثرت عموماً ردی چلے آتے ہیں۔ تو قلیل عُمق سے اوپر آتا ہے۔ آپ دہی کو دیکھیں چھاچھ کثیر مکھن کم اور وہ کم اوپر ہوتا ہے۔ اسی طرح اعلیٰ ہستیاں کم ہوتی ہیں اور بیکار وردی تعداد میں بہت ہوتی ہیں۔ اور مغربی طریقہ انتخاب ووٹ پر تو معلوم ہوگیا کہ بیوقوفوں پر چناؤ کا مقصد ہے۔ کیونکہ ووٹ جدھر زیادہ وہ منتخب ہوگیا اور تعداد میں ردی لوگ بہت ہیں۔ قدرت نے نظام ایسا رکھا کہ عموماً جن میں خوبیاں ہوں وہ کم رکھے اور باقی زائد رکھے قرآن۔ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ کہ حقیقی شکر گذار لوگ کم رہے ہیں۔ ایک عنصر علم کے لحاظ سے عمدہ مگر تعداد میں کم دوسرا عنصر جہالت میں اور تعداد میں زیادہ تو مغربی جمہوریت کہتی ہے کہ نادانی کو دانا پر حاکم بنالو۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا اسی طرح یورپ کا نظام غلط ہے۔

(جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں) مردوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے) قدرتی قانون یہ کہ عددی تفوق غلط کمالاتی تفوق عمدہ۔ دیکھو سونا بھی ایک قسم کا پتھر ہے تو ایک سیر سونا سو سیر پتھر سے بڑھ کر ہے کہ نہیں؟ آج یہ کوئی نہ کہے گا کہ سو سیر پتھر سیر سونے سے زیادہ ہے کیونکہ سیر سونے کے اندر جو ذاتی خوبی ہے وہ سو سیر پتھر سے کئی گنا زیادہ ہے۔ پارلیمنٹ میں ایک آدمی سونا ہو باقی سب پتھر تو اگر ووٹ ڈالے جائیں گے تو

کثرت تعداد کی وجہ سے پتھر چن لئے جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل اور اب بھی اسلام کو چھوڑ کر حکومت کے دو نظام تھے ایک شخصیت مُستبدّہ دوسرا جمہوریت عامہ۔ اسلام کے ضمن میں یہ دونوں نظام غلط ہیں قرآن وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا کہ ہم نے آپ کو درمیانی امت بنا کر بھیجا۔ معلوم ہو گیا کہ حق ہمیشہ درمیان میں اور باطل ہمیشہ کنارہ پر۔ مثلاً یہود نے عیسیٰؑ کی نہ صرف پیغمبری کا انکار کیا بلکہ نسب کا بھی انکار کیا اور نصاریٰ نے اتنا چڑھایا کہ نبوت پر نہیں رکھا بلکہ خدائی تک پہنچایا مگر اسلام حق ان دونوں کے بیچ میں رہا کہ یہود و نصاریٰ دونوں کی بات غلط۔ اسلام میں یہ کہ اقتدار اعلیٰ کی شخصیت ہو بجائے اس کے کہ پارلیمنٹ میں ہو ایک آدمی مگر کمالات دس ہزار کے برابر ہوں۔ نکتہ نظام ایک کے بغیر نہیں چل سکتا۔ خدا بھی ایک ہے۔ لیکن اسلام نے سپرد تو ایک کو کیا مگر پابندی کی۔ تاکہ ذاتی معاملات عدم اعتماد کا ووٹ ڈلوا کر معاملہ ختم کر دیا جائے اس لئے معاملہ ایک جامع شخص کے سپرد کیا کہ حقیقت میں تو ایک مگر کمالات بہت ہیں۔ اگر ہم حدیث سے قطع نظر ہوں تو سب سے اول کتاب قرآن ہے۔ کہتا ہے کہ سب سے اول وہ جو ایمان رکھتا ہو۔ کیونکہ اسلامی مملکت کا حاکم وہ ہو گا جو ایمان والا ہو کیونکہ یہ اسلام کا اصول ہے دوسرا یہ کہ ایمان کا عامل بھی ہو۔ یہ نہ ہو کہ ووٹوں کے لینے کیلئے عارضی ایمان رکھتا ہو قرآن وَعَدَ اللّٰہُ

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ خلافت کی حقداری کا وعدہ اللہ کا ان لوگوں سے ہے جو ایمان و تقویٰ والے ہوں یہ ایک/دوم علم ہو ایک یہ کہ عزم ہو کہ دنیا کی کوئی ترغیب و ترھیب اپنے ارادہ کے مقصد سے ہٹا نہ سکے قرآن۔ وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ بنی اسرائیل نے حاکم بنانا چاہا اللہ نے وحی کے ذریعہ آگاہ کر دیا کہ ایک غریب طالوت حقدار ہے یہ کس نے کہا ہے کہ مال سے تولو نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ طالوت علم میں تم سب سے بڑھ کر ہے یہ علم دو ہیں ایک علم بالقانون اسلام دوسرا علم تدبیر مملکت۔کہ مملکت کی تدبیر جانے یعنی صحیح سیاست سے واقف ہو جسکو اللہ نے علم مطلق سے پکارا وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ تیسرا یہ کہ جسم میں فائق ہو یہ نہ ہو کہ 4 من کی لاش ہو تو امیرالمومنین ورنہ نہیں۔ علم ہو کہ یہ جانے کہ یہ بات حق ہے اور فلاں باطل۔ایمان سے کہو کہ اگر یہ چار باتیں مکمل ہوں تو امریکہ کے صدر بھی اپنے کو حوالہ کر دیں گے۔ ایمان، تقویٰ، تُفَوُّقِ علمی یعنی قانون اسلام۔تُفَوُّقِ مملکت۔جو شخصیت صفات اربعہ کی حامل ہو وہ خلافت کی حقدار ہے یوں بنیا کی طرح نہ ہو کہ ایک بنیا کدو کریلے بیچا کرتا تھا اسکی گھوڑی جس طرف چلتی تو موڑنا محال تھا تو جب مشرق سے مغرب کو پھر جاتی تو بنیا لگام نہ موڑتا بلکہ یہ کہہ دیتا چلو میاں ادھر بھی ہمارا کام ہے کیونکہ اس طرف کوئی بستی تو ہو گی اور جنوب کی طرف پھر جاتی تو کہتا چلو ادھر بھی ہمارا کام ہے۔ یوں

نہ ہو بلکہ ایک مستقل عزم رکھے جو شخص ان چار صفتوں کا مالک ہو وہ لاکھوں سے بہتر ہے۔ مگر پھر بھی اسلام نے پابندی لگائی کہ کام پھر بھی مشورہ سے کرنا ہوگا کیونکہ تم حاکم وقت ہونے کے باوجود کس باغ کی مولی ہو کہ اپنے مشورہ سے کام کرتے ہو۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بعد درجہ انہیں کا ہے مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا قرآن۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ کہ مدینہ میں مسلمانوں سے مشورہ لیا کرو جب بات مشورہ سے طے ہو جائے تو پھر اللہ پر توکل کیا کرو مشورہ کے بعد اگر سامنے پہاڑ بھی ہو تو نہ ٹلو۔ مشورہ کی پابندی لگا دی گئی اسلام کے لحاظ سے مشورہ کے لئے آدمی بلائے گئے اگر مجلس شوریٰ کی رائے ایک تو درست ہو گیا اگر اختلاف ہو گیا تو غور کرتے ہیں مگر مغرب کی طرح نہیں کہ ادھر ووٹ زیادہ ہیں چاہے جاہل ہوں اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پایہ کے برابر لوگ کم ووٹ رکھتے ہیں لہٰذا وہ نہ چنے گئے۔ اور اگر اختلاف ہو جائے تو کثرت عددی مت دیکھو کثرت کمالاتی دیکھو کہ کامل کس طرف ہیں اور ناقص کس طرف یہ اشارہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ سے ہوا حافظ نے ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک نقل فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مشورہ لیتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیتے تھے اگر رائے مختلف ہو جاتی تو لَوِ اتَّفَقْتُمَا عَلَى الرَّأْيِ هُوَ رَأْيِي اَوْ کَمَا قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں حضرت ابی بکر صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ فاروق اعظم اگر کسی رائے پر متفق ہو اور اکثریت خلاف ہو تو میں آپ کی رائے سے متفق ہونگا اگر مجلس شوریٰ بارہ آدمی کی جن میں دو حضرت ابی بکر صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ فاروق اعظم باقی دس عوام تو تعداد کے اعتبار سے دس دو سے بہت زیادہ ہیں اور علم کے لحاظ سے دو اربوں انسانوں سے بھی زیادہ ہیں۔ کسی شاعر کا قول ہے کہ ہزار آدمی بشکل علم ایک کے برابر ہوتے ہیں۔ مغربیت میں سطحیت پر اور اسلام میں فوقیت پر اعتبار ہے۔ یہ ہوئی مجلس شوریٰ۔ پھر مجلس شوریٰ کا پابند ہونا شاید عوام سے نہ دبے مجلس شوریٰ سے تو دبا رہے گا۔ تو اسلام نے حریت کا قانون بنایا کہ اگر کم سے کم درجہ کا انسان ہو وہ مجلس میں امیر المؤمنین پر نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ اور امیر المؤمنین پر فرض ہے کہ وہ اس کے اعتراض کا جواب دے۔ مطلب یہ کہ اسلام کی حاکمیت اعلیٰ یعنی صدر صاحب صرف پابند شوریٰ نہ ہو بلکہ پابند عوام بھی ہو۔ صدیق اکبرؓ اسلام کے پہلے خلیفہ کی پہلی تقریر عوام میں کر رہے تھے حمد و ثنا خداوندی کے بعد تواضع سے فرمایا کہ میں آج آپکا بادشاہ بنا دیا گیا ہوں اور میں آپ کے ہر فرد سے کمتر ہوں یہ اس لئے کہا تا کہ نکتہ چینی کرنے والے بغیر کسی ڈر کے نکتہ چینی کریں۔ اور میں ہر نوعیت کے اعتراض کو برداشت کروں۔ خوب سن لو قرآن و حدیث کی اتباع

کرونگا نئی کسی چیز کی پیروی نہیں کرونگا یعنی اپنی طرف سے کوئی بدعت نہیں بناؤں گا۔ جس طرح آج کل کہ فلاں مولوی نے نیکی بدی کی فہرست بنادی اور دین کا مذاق اڑنے لگا۔ فرمایا میں اسلام پر چلونگا اور اسلامی قانون چلاؤں گا۔ وَاِنَّ فِیۡمِکُمۡ عِنۡدِیۡ قَوِیٌّ حَتّیٰ الخ میری رعیت میں سب سے کمزور شخص میرے نزدیک سب سے قوی ہے جب تک میں اس قوی ظالم سے اس کا حق نہ لے دوں اور تمہارا قوی میرے نزدیک کمزور رہے گا جب تک غریب کا حق نہ دلوادوں۔ خیر آگے فرمایا اگر میں سیدھا چلوں تو میری اتباع کرنا اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کرنا۔ ایک جگہ تاریخ میں لکھا کہ مجلس میں ایک بدو بیٹھا تھا اسکے ہاتھ میں لاٹھی تھی کھڑا ہو گیا کہ ابابکرؓ صدیق اگر تو ٹیڑھا چلا تو اس لاٹھی سے سیدھا کریں گے۔ تو آپ بہت خوش ہوئے کہ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ اور حضرت فاروق اعظمؓ کہ جسکی ہیبت سے قیصرو کسریٰ کے والی کانپتے لرزتے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات وصاحبزادیاں کی مہر مقرر پانچ سو درھم تھی صرف ایک صاحبزادی کی مہر زیادہ تھی وہ بھی کسی بادشاہ نے دی تھی پانچ سو درھمؒ پاکستانی سواسو کے برابر تھے تو حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اس مقدار کو حرف آخر بنادوں یعنی یہ قانون مقرر کردیا جائے تو تمام گورنروں کے ہاں حکم بھیج دیا کہ مہر کم جتنی ہو مگر پانچ سو درھم سے زائد نہ ہو۔ اس حکم کو ایک ہفتہ گذرا

تھا دوسرے ہفتہ آپؓ تقریر فرما رہے تھے کہ دوران تقریر ایک بڑھیا کھڑی ہو گئی اور آپ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر پکارتی ہے کہ خطاب کے بچے خاموش رہو کہا کہ تم کون ہو کہ مہر پر پابندی لگا دی ہے یہ حکم قرآن کے خلاف ہے۔ یہ کہنا تھا کہ آپؓ موم ہو گئے کہ یہ کیا قرآن کے خلاف کر دیا بڑھیا نے کہا کہ قرآن میں ذکر ہے کہ اگر طلاق دو تو دیا ہوا مال واپس کرو اگرچہ کہ انبار ہو تو آپ نے کیوں پابندی لگائی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آج خطاب کے بیٹے نے غلطی کی ہے اور بڑھیا نے سچ بولا ہے تو قانون منسوخ کر دیا پھر بڑھیا نے ہاتھ نکالا اور کہا کہ اب تقریر کرو۔

میں صرف ڈھانچہ لانا چاہتا ہوں کہ شخصیت جو اربعہ کمالات کی مالک ہو۔ پھر پابند شوریٰ بھی ہو۔ پھر اس پر حق تنقید رعایا بھی ہو۔ آج کل کی حکومت کا تو چپڑاسی بھی ایسی عورت کو مجلس میں نہ گھسنے دے گا۔ ایسی آزادی کون دے گا۔ یہ موجودہ دور کی آزادی تو خدا و اسلام و والدین وغیرہ سے آزاد کر دیتی ہے یہ آزادی سب کو تباہ و برباد و نقصان دینے والی ہے۔ شعر:۔

گو فکرِ خدا داد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

مثلاً اگر باپ بازار میں چار سالہ بچے کو لئے پھرے اگر اس سے ذرا بھر بھی آزاد ہوا تو بچہ ایکسیڈنٹ میں کچلا جائے گا۔ اور اگر

حکیم کی رائے سے مریض آزاد ہوا تو ہلاک ہو جائے گا۔ کیا اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ڈاکٹر سے بھی کم ہیں ؟ تو جب اللہ سے آزاد ہو کر فکر کے پیچھے چلو گے تو تباہ و برباد نہ ہو نگے؟ قرآن ۔ عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ۔ انسان ایک چیز کو برا سمجھتا ہے دراصل وہ خیر ہوتی ہے اور انسان ایک شے کو عمدہ سمجھتا ہے دراصل وہ بری ہوتی ہے۔ انسانی عقل و فکر کا تو یہ حال ہے کہ قرآن سے تردید ہو گئی۔

درس نمبر: ۳۸
29 مئی 1964ء

شہادت سیّدنا حضرت حُسین رضی اللہ عنہ کے دو پہلو

رحمت الٰہی کے سلسلہ میں شہادت کا سلسلہ آیا تھا

دنیا میں بہت ناگوار واقعات ہوتے ہیں لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ کی حکمت کا علم نہیں ہوتا اس لئے لوگ واقعات سے متأثر ہوتے ہیں۔ شہادت حسینؓ کے دو پہلو ذکر کروں گا ایک انتقامی دوم حکمی۔ اس میں شک نہیں کہ اس واقعہ میں بہت ظلم ہؤا ہے واقعہ اس قدر ناگوار ہے کہ اسکی نظیر نہیں۔ سوال یہ کہ اللہ نے ظالموں سے انتقام بھی لیا کہ نہیں؟ ہمیشہ لوگ ظلم حسینؓ کو پکارتے ہیں مگر انتقام کو نہیں دیکھتے۔ یہ واقعہ 61 ھجری میں پیش آیا جس میں بیس افراد بنو ہاشم خاندان نبوت کے شہید ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کو چند حکمتیں معلوم تھیں تو یہ واقعہ پیش آیا لیکن ساتھ ہی انتقام لیا اور اللہ جب انتقام یا کوئی کام لینے پر آتے ہیں تو برے کے ہاتھ سے بھلائی کرواتا ہے خدا تعالیٰ اپنا کام برے کے ہاتھوں نکالتا ہے۔ جس سال یہ واقعہ پیش آیا تو اسی سال بنی ثقیف قبیلہ سے ایک مختار

نامی شخص کو کھڑا کیا عجیب بات ہے کہ برے آدمی کو کھڑا کیا گیا کوئی اچھا آدمی نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں پیش گوئی فرمائی تھی۔ کہ بنو ثقیفہ میں سے ایک شخص دعویٰ نبوت کریگا۔ تو اس برے آدمی نے اپنے دعویٰ نبوت میں ایک لاکھ نیک آدمی قتل کئے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس قبیلہ سے ایک ظالم نبوت کا دعویٰ کریگا۔ تو 61 ھجری میں مختار نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ہمیشہ جو آدمی گناہ کرتا ہے تو کوئی نیک عمل لوگوں کی نمائش کیلئے کرتا ہے۔ تو مختار نے انتقام ظالمان کربلا کی آواز نکالی تو کثیر تعداد میں لشکر جمع ہو گیا عجیب بات یہ ہے کہ خود حضرت حسینؓ نے جب میدان کربلا میں تقریر فرمائی تو ایک ایک لفظ نشتر کی تاثیر رکھتا تھا مگر امداد کیلئے کوئی نہ آیا اور اس برے آدمی کی وجہ سے جو خود واجب القتل تھا لاکھوں کی تعداد میں لشکر جمع ہو گیا۔ نمبر 1 وہ لوگ تھے جنہوں نے بلایا مگر امداد نہ کی۔ نمبر 2 جنہوں نے آپ کے قتل میں حصہ لیا دیکھو حضرت حسینؓ کے 70 آدمی شہید ہوئے مگر جب اللہ تعالیٰ نے برے کے ہاتھوں انتقام لیا تو 70 ہزار قتل کر ڈالے یہ 70 ہزار صرف کوفہ کے تھے دیکھو بدلہ بھی یوں لیا کہ فی آدمی کے بدلہ ہزار جانیں قتل کروا ڈالیں یہ تو عام لوگ تھے۔ جو امداد حسینؓ میں شامل نہ ہوئے۔ دوم مجرم خاص عبید اللہ بن زیاد گورنر عراق مجرم نمبر 3 عمرو بن سعدؓ جو دشمن

فوج کی کمان کر رہا تھا اور وہ جو اصلی قاتل حسینؓ سنان یا شمر یہ دونوں بھی مختار کے ہاتھوں قتل ہوئے عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن سعدؒ کو لالچ دی کہ رائے کی افسری کا عہدہ ملے گا جب مختار 70 ہزار عوام کے خون سے فارغ ہُوا تو عبیداللہ بن زیاد اور عمرو بن سعد کو تلاش کر کے قید کیا۔ عبیداللہ بن زیاد کے بیٹے کو اسکے سامنے مثلہ کر کے قتل کیا پھر کہا کہ مجرم نمبر 1 عبیداللہ زیاد کو لٹا دو اسے بھی قتل کیا اور عمرو بن سعدؒ کو صرف قتل نہ کیا بلکہ لاش بھی جلا ڈالی۔ معلوم ہو گیا کہ قدرت نے کربلا کا ہزار گنا بدلہ اتار لیا اور ایسے شخص کے ہاتھوں جو خود واجب القتل تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا کام فاسق فاجر سے لینا جانتا ہے۔ خاندان نبوت کا انتقام ہم نے ایک دشمن دین سے لیا۔ پھر اسی سال عبداللہؓ بن زبیرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے آپ نے خلافت مکہ کی تو مختار کی طرف رخ کیا مختار نے شکست کھائی اور قتل ہو گیا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے قصر عراق شاہی کے متعلق فرمایا کہ یہ بڑا منحوس محل ہے کہ اس میں امام حسینؓ کا سر مبارک آیا پھر انکے قاتلوں کے آئے حتی کہ مصعب بن زبیر کا سر بھی آیا۔ یہ قدرت کے عجیب کام ہیں میرے خیال میں قیامت تک انتقامی صورت موجود ہے خواہ اپنے ہاتھ سے خود کو سزا دیتا رہے اور یا دوسرے کے ہاتھ سے۔ کوئی ضروری نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر

قادر ہے کہ وہ تیرے دل و دماغ کی چابی پھیر دے۔ اور تو خود کو پیٹتا اور سینہ کوبی و چھری زنی کرتا رہے۔ یہ بھی اللہ کا انتقام ہے۔ بہر حال میں حکمتوں کا بیان کرتا ہوں کیونکہ انتقام تو لیا گیا۔ شرعی قانون یہ کہ ایک کے بدلہ ایک قتل کرو اور وہ تو اللہ نے ایک کے بدلہ ہزار قتل کروا دئے ہیں۔

ایک حکمت الٰہی دوم نبوی سوم تلّی آپ کو تھوڑی چیز کا غم ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا منشا بڑی شے کا تھا۔ آپکے نزدیک دنیا عزیز ہے لیکن خدا کے نزدیک دین کی ضرورت ہے جو صحیح عقیدہ ہے۔ مسلمان کیوں نہ بڑے سخت گناہ کرے مگر عقیدہ صحیح ہو تو جنت نصیب ہو گی۔ اگر عقیدہ خراب اور عمل کیوں نہ نیک ہوں تو جہنم نصیب ہو گی۔ یہ تو الٰہی حکمت تھی ایسے واقعات اللہ نے کئے ہیں تاکہ میری وحدانیت معلوم ہو سب پیغمبرؑ یہ فرما گئے کہ اور تو اور رہی کائنات کی پتی پتی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ پیغمبرؑ کو ہدایت بھیجنے کیلئے بھیجا مگر اس ہدایت کا اختیار نہ دیا پیغمبروں کو صرف احکام ہدایت کیلئے بھیجا باقی کام سب اپنے کارخانہ قدرت میں رکھے۔ دیکھو میڈیکل آفیسر اپنے محکمہ میں وسیع اختیار رکھتا ہے مگر محکمہ کمشنر یا تحصیلداری وغیرہ میں تو ذرہ بھر بھی نہیں رکھتا۔ انبیاء کا محکمہ ہدایت کا ہے لیکن محکمہ کے اختیارات خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھے اگر کسی کو اختیار دیدیتے تو ہم گندے

بندے خدا کو چھوڑ کر جس کو اللہ نے اختیار بخشا ہوتا اسکے پیچھے لگ جاتے یہ اللہ تعالیٰ نے درست انتظام فرمایا تاکہ بندہ نازو نخرے نہ کرے کہ سب کچھ میرے ہاتھ میں ہے۔

قرآن قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا کہہ دے تو محمد کہ میں اپنے نفس کیلئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ کہ میں اپنی ذات کیلئے کچھ نفع نقصان کا مالک نہیں۔ نوحؑ پیغمبر کے بیٹے جب کافروں کو طوفان کی سزا دی گئی تو بیٹا آنکھوں کے سامنے کفر کی حالت میں ڈوب رہا ہے اگر اختیار ہوتا تو مسلمان کر کے کشتی میں سوار نہ کر لیتے؟ معلوم ہو گیا کہ ھدایت دینا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی جو محکمہ پیغمبرؑ کے سپرد فرمایا اسکے اختیار اپنے ہاتھ میں رکھے۔ اور تو کیا خود حضرت سیدنا ابراھیمؑ کے والد مشرک و کافر تھے اگر ہدایت ہوتی تو اپنے ابا کو جنت کی طرف لاتے۔ اور حضرت لوطؑ کی بیوی کافرہ تھی لیکن اللہ جب چاہے تو فرعون کی بیوی بی بی آسیہ کو مسلمان بنا ڈالا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں تو بہت گذری ہیں مگر ان دو بی بی آسیہ زوجہ فرعون اور مریمؑ کے برابر کوئی نہیں گذری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پرورش کنندہ چچا ابوطالب کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ یہ مسلمان ہو جائیں۔ مگر آیت اتری کہ اللہ نے طے کر رکھا ہے کہ یہ مسلمان نہو آیت۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ الخ جہاں اللہ کی

حکمت ہو وہاں پیغمبرؑ کے سب کام چلتے ہیں۔ جس طرح افسر اعلیٰ کے دستخط ہوں تو سب کام ہو جاتے ہیں۔ ایک بار حضرت ابی حریرہؓ رو رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں رو رہے ہو عرض کی کہ میں اپنی والدہ کو مسلمان کرنے کی کوشش کر رہا تھا اس نے آپکے حق میں بے ادبی کی ہے اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کیلئے دعا فرما دیں کہ مسلمان ہو جائے۔ دعا۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔ یہ فقرہ سن کر گھر گئے ایک کمرہ میں پانی کی آواز آ رہی تھی پوچھا یہ کون ہیں بتلایا گیا کہ آپ کی والدہ غسل فرما رہی ہیں اندر سے ابی ھریرہؓ کو آواز دی کہ ٹھہر جاؤ میرا مسلمان ہونے کا ارادہ ہو گیا ہے مگر غسل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونگی۔ دیکھو ابی طالب اپنے چچا کیلئے دعائیں کرتے رہے مگر اثر نہ ہؤا کیونکہ اللہ کا ارادہ نہ تھا اور ابی ھریرہؓ کی والدہ ماجدہ کیلئے دعا نے اتنا اثر کیا کہ ادھر سے دعائیہ فقرے نکلے ادھر انکے دل میں خواہش مسلمانی شروع ہو گئی۔ کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا۔ انبیاؑ کا الگ مقام صحابہؓ کرام کا الگ مقام بزرگان دین ولی اللہ کا الگ مقام اور خدا کا الگ مقام ہے۔ دیکھو حضرت عمرؓ امت میں دوسرے نمبر پر تھے جو مجوسی کے ہاتھ شہید ہوئے۔ حضرت عثمانؓ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے شہید ہوئے حضرت علیؓ نماز کو تشریف لے جا رہے تھے کہ شہید کئے گئے اور میدان کربلا میں ظالموں کے ہاتھوں

حضرت حسینؓ شہید ہوئے یہ کس واسطے ہوئے یہ اس لئے کہ اللہ کے سوا نہ کوئی غائب دان ہے اور نہ کوئی حکمتدان ہے۔ الٰہی حکمت یہ کہ یہ عقیدہ جم جائے کہ جو اللہ کے راستہ میں مرے وہ سیدھا جنتی۔ دیکھو نہرو یا تو شاہی محل میں اور یا آج اسکی چتا جلا دیگئی۔ نہرو کی موت سے تین دن قبل یہ بیان نکلا کہ میں نہیں مروں گا میں نے کہا کہ اس نے خدا سے گستاخی کی ہے شاید چند دن میں چل بسے۔ تو بڑی رحمت کیلئے کم درجہ کی زحمت اٹھانی پڑتی ہے یعنی جنت کیلئے دنیا کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ خیر بتلانا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا غائب دان کوئی نہیں۔ قرآن فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا کہ تم اللہ کو اپنے تمام کاموں کا وکیل بنا دو۔ دیکھو حضرت عمرؓ فاروق اعظم جنکے متعلق حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا تو اتنے درجہ کے شخص کو اگر علم غائب ہوتا تو وہ اپنے قاتل کو پکڑ لیتے مگر اللہ اپنے نبی کو بذریعہ وحی اور ولی کو بذریعہ القاء بتلا سکتا ہے۔ پھر توحید کا یہ عقیدہ ثابت کرنا تھا کہ کارساز اللہ ہے اور مشکل کشا بھی اللہ۔ حضرت عمرؓ نے مشکل کشائی نہ کی اگر مشکل کشائی ہوتی تو قاتل ہاتھ نہ اٹھا سکتا۔ حضرت عثمانؓ متبرک کتاب کی تلاوت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ بتلانا یہ تھا کہ باوجود متبرک کتاب کی تلاوت ہونے کے مشکل کشاء اللہ تھا۔ اور حضرت علیؓ کے متعلق مشکل کشاء مشہور ہے مگر رب العزۃ نے

علیؓ تیسرے دن گئی

ثابت فرمایا کہ مشکل کشا میں ہوں۔ اور واقعہ کربلا فرمایا تاکہ لوگوں کا ذہن پاک و صاف ہو جائے کہ غیب اور تصرفات صرف ایک خدا کے ہاتھ میں ہے قرآن۔ من قطمیر کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو خرما کی گھٹلی کے برابر علم نہیں دیا۔ ایک ہے استحکام عقیدہ یہ جنت لے جانے والا فعل ہے۔ دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک پادری آیا کہا کہ آپکے نزدیک حضور محبوب خدا ہیں اور کربلا میں اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو بے یارو مددگار کیوں کیا۔ فرمایا یہ مجھے بھی خیال تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو درخواست کی کہ میرے نواسہ کی امداد فرماؤ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا اکلوتا بیٹا جسکو قتل کیا گیا میں کچھ نہ کرسکا تیرے نواسہ کی کیا کروں۔ تو پادری شرم کے مارے چلا گیا۔ (رموز مملکت خویش فرد آدانند) گدائے گوشہ نشینی حافظ۔) اپنی سلطنت کے راز خود حاکم کے پاس ہوتے ہیں۔ تم ایک درویش ہو کچھ نہ کرو۔ سب سے بڑی بات استحکام عقیدہ ہے۔

نبوی حیثیت سے بحث کرتا ہوں کہ واقعہ کربلا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا فائدہ ہوا۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے بحثیں کی ہیں حکمت اولیٰ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے 40 سال کے بعد اللہ کے رسول ہونے کا دعویٰ فرمایا اور ایسی تکلیفیں اٹھائیں کہ آج بھی دل کانپتا ہے پھر مدینہ شریف ہجرت فرمائی اور

دس سال کے عرصہ میں اکیس لڑائیاں لڑیں ویسے تو جنگیں بہت لڑی گئیں مگر غزوہ وہ ہوتی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شرکت فرمادیں۔ تو 23 سالہ نبوی زندگی میں دنیاوی لحاظ سے ایک منٹ آرام نہ کیا نہ تو عمدہ کپڑا پہنا نہ عمدہ کھانا کھایا نہ کوئی اور عمدہ چیز پیٹ بھر کر نوش فرمائی۔ حضرت عائشہ رضؓ صدیقہ سے مروی ہے کہ تین چاند مسلسل گذر جاتے مگر خاندان نبوت میں آگ نہ جلتی تھی۔ اب سوال یہ کہ تمام سے آپکی عقل کامل تھی کافر نصاریٰ و یہودی سب کو آپ کی عقلمندی پر اتفاق تھا اب عقلمندی 23 برس کوشش کرے حالانکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دینی کوشش ترک کر دیتے تو قریش مکہ کافر آپکو بادشاہت کا مرتبہ دینے پر تیار تھے اور ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ آپکی کل خواہش مکمل کی جائے گی مطلب یہ کہ فرائض نبوی ترک نہ کئے بادشاہت قبول نہ کی مگر نبوت سے موت تک مصیبت اٹھائی۔ تو مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو 23 سالہ کار گذاری کا کچھ فائدہ نہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت سے تکلیف میں زندگی بسر کرتے رہے کھانا پینا پہننا وغیرہ سب سے کم درجہ کا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان اتنا تنگ تھا کہ حضرت عائشہ رضؓ صدیقہ فرماتی ہیں کہ مکان اتنا تنگ تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو میں پاؤں سکیڑ لیتی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان اتنا تنگ کہ دو آدمی مشکل سے سماتے

تھے۔ پیغمبرؐ کے گھر میں چراغ نہ تھا چالیس سال کے عرصہ دراز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امن و رزق وغیرہ کے لحاظ سے کچھ فائدہ نہ ہوا اب شک یہ گذرا کہ آدمی خود فائدہ نہیں چاہتا لیکن اولاد کیلئے کماتا ہے۔ یعنی ذاتی فائدہ کے بعد اولادی تصور ہوتا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کا عرصہ تکلیفیں اس لئے برداشت کیں کہ ممکن ہے کہ اولاد حاکم بنے اور مزے کرے۔ قدرت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسارِ صداقت سے یہ داغ دھونا تھا کہ نہیں میرے محبوب نے دنیا میں نہ اپنا فائدہ تلاش کیا نہ اپنی اولاد کا۔کیونکہ یہ عجیب بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابتدائی زمانہ میں کسی رشتہ دار کو گدی نشینی کا منصب نہ ملا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ قریبی رشتہ دار نہ تھے عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ قریبی رشتہ دار نہ تھے چہارم نمبر پر رشتہ دار کی باری آئی لیکن آپ کی خلافت خون کے دریا میں تیرتی رہی آخر میں ایک خارجی کے ہاتھ شہید ہوئے ظاہری بات کہ خلافت کے زمانہ میں باوجود علمی و عملی کمالات کے ایک انچ زمین فتح نہ کر سکے امام حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کی بعد میں زہر سے شہید ہوئے امام حسینؓ کربلا میں شہید ہوئے اس میں حکمت یہ تھی کہ میرے نبی کی اولاد حکومت کی گدی پر نہ آنے پائے تاکہ میرے محبوب کے رخسارِ صداقت سے داغ اتر جائے کہ اولاد کیلئے کوششیں کرتے رہے اور یہ بتلانا مقصود تھا کہ میرے نبی نے

کسی سے کوئی فائدہ نہ لیا۔ مگر آخرت کا فائدہ مطلوب تھا یہی بات ہے کہ خاندان نبوت جو رلتا ہے کامیاب نہیں ہوتا۔ پہلے میں توحید کا ثبوت دیا دوسرے میں صداقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت دیا۔ مرزا غلام محمد قادیانی روزانہ مقوی غذائیت بصورت خمیرہ وغیرہ ایک خوراک 35 روپیہ کی کھاتا تھا نبوت کا دعویٰ کیا اور دولت وعیش سے کھیلتا رہا۔ مگر خاندان نبوت میں تین چاند مسلسل آگ نہ جلتی تھی اسی وجہ کو دیکھ کر بہت سے یورپی مسلمان ہوئے ہیں۔ یہاں پیرس وامریکہ سے زیادہ عیاش ہیں۔ تو پہلی استحکام عقیدہ دوم صداقت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سوم تکمیل اجر کا معنی یہ ہے کہ دین کیلئے پیغمبرؐ کے خاندان نے قربانی دی تاکہ تکمیل اجر ہوجائے۔ انبیاؑ میں کچھ ایسے پیغمبرؑ گذرے ہیں جنہوں نے دین کیلئے شخصی قربانی دی ہے مثلاً حضرت یحییٰؑ نے دین پر جان دیدی۔ اللہ تعالیٰ کے بعد درجہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اللہ نے چاہا کہ جس طرح درجہ ممتاز ہے میرا نبی بھی ممتاز بن کر رہے کر شخصی قربانی تو باقی پیغمبروںؑ نے کی مگر خاندانی قربانی کسی پیغمبرؑ نے نہ کی تو قربانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معیار بلند کرنا تھا اس لئے واقعہ کربلا فرمایا اللہ کے علم میں اور بھی بہت حکمتیں ہونگی۔ کیا دیکھ نہیں کہ خاندان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی قربانی دی کہ اگر زین العابدین نہ بچتے تو خاندان نبوی صلی اللہ علیہ

وسلم کی شاخ بھی ختم ہوجاتی اتنی عظیم قربانی کسی پیغمبرؑ نے نہ دی۔ یہ عظیم قربانی اس لئے ہوئی تاکہ عظیم پیغمبرؐ کی شان عظیم ہوجائے۔ تیسری حکمت صرف ربط کیلئے بیان کرتا ہوں جو سِرّ شہادتین میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ صاحب نے فرمائی ہے۔ کہ نصف اوپر والا حصہ بدن کا حضرت امام حسنؓ سے مشابہہ اور نصف نیچے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ بدن حضرت امام حسینؓ سے مشابہہ تھا تو اللہ نے اولاد کو قربانی دیکر درجہ والد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑھایا تاکہ شہادت کے درجہ میں میرا نبی باقی سے کم نہ ہو نانا بھی والد ہوتا ہے۔ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شخصی شہادت اس لئے نصیب نہ ہوئی کہ قرآن میں اللہ نے خود وعدہ فرمایا کہ میں تمہیں تن تنہا دشمنوں میں بھیج رہا ہوں باوجود اس کے تیرا کوئی بال بھی بیکا نہ کرسکے گا قرآن وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کہ تمہیں لوگوں سے محفوظ کرونگا دشمنوں سے بچاؤں گا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت نصیب ہوتی تو قرآن میں اللہ کا وعدہ غلط ہوتا تھا مگر ساتھ شہادت کا مرتبہ بھی دینا تھا کیونکہ باقی نبیوں سے شہادت ثابت ہے تو حضرت امام حسنؓ کو زہر دیکر شہید کیا گیا اور حضرت امام حسینؓ کربلا میں شہید ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی حدیث۔ اِنّی وَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ تین بار فرمایا کہ میں اللہ کے راستہ

میں قتل ہونا پسند کرتا ہوں۔ تو حسینؓ کو شہادت دیکر ایک تو آپ کی تمنا پوری کر دی دوسری یہ کہ نبیوںؑ سے بلند فرما دیا۔ اب الٰہی و نبوی حکمت تو ہوئی اب یہ بیان کرتا ہوں کہ حکمت ملی کا کیا فائدہ ہے؟ حالانکہ استحکام عقیدہ و صداقت نبوی ملی ہیں۔ اس واقعہ کے صحیح پہلو کا لوگ اعتراض کرتے ہیں امام حسینؓ اپنی آنکھ سے دین کے خلاف کام دیکھ رہے ہیں۔ اختلاف یہ کہ انتخاب امیر المؤمنین لیاقت پر ہوتا تھا مجلس شوریٰ بنائی جاتی تھی اور اس عمدہ نظام کو توڑ کر نسلی نظام شروع کر دیا تھا اگر یہ صحیح ہوتا تو کیا حضرت امیر عمر فاروق اعظمؓ کے بعد انکے فرزند عبداللہؓ بن عمر نہ تھے! کیا حضرت عثمان غنیؓ وابی بکرؓ صدیق کے بیٹے نہ تھے؟ اسلام کا یہ مطلب ہے کہ امیر المؤمنین کے درست ہونے سے پوری ملت درست ہوتی ہے اور امیر کے بگڑنے سے ساری قوم و ملت بگڑ جاتی ہے اسکے لئے شورائیت نظام سب سے بہتر ہے کیونکہ قرآن میں بھی اللہ نے حکم فرمایا ہے۔ تو امام حسینؓ نے دیکھا کہ اب لیاقت کے بجائے نسلی نظام جو دین کے خلاف ہے شروع ہو رہا ہے تو یزید کے مخالف کھڑے ہوئے لیکن اس بات کی انتظار میں تھے کہ غلط کام کی بنیاد اکھاڑنے میں دو صورتیں ہوتی ہیں ایک تبلیغی سلسلہ دوم جبری سلسلہ جو تعداد پر منحصر ہوتا ہے۔ تو جب کوفہ سے ڈیڑھ سو خط آئے کہ بس آپ کے تشریف لانے کی دیر ہے ہم آپکے ساتھ ہر حالت

ہیں تیار ہیں۔ تو آپ نے دیکھا کہ اسلام کی خدمت جبری ذریعہ سے ہوتی ہے تو آپ دین کی خدمت کیلئے نہ کہ تخت وجلال کیلئے روانہ ہوئے۔ پھر جب میدان کربلا میں خیمہ زن ہوئے تو دیکھا کچھ نہیں صرف 70 آدمی ہیں جن میں 20 خاندان نبوت کے فرد ہیں تو آپ نے فوراً مدبرانہ نظریہ بدلا۔ کیونکہ جب خط آئے تو دیکھا کہ اب اس قوت سے غلط نظام کو توڑونگا اور جب تعداد ساتھ نہ ہوئی تو ذریعہ تبلیغ سوچا۔ تو کمانڈر فوج یزید کے عمرو بن سعدؓ یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں زاد بھائی تھے مگر لالچ میں آکر یہ کام کیا اور انکے والد ماجد عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

اس کے سامنے حضرت امام حسینؓ نے یہ باتیں کہیں فرمایا کہ قتل کے جواز کیلئے یا قتل کیا ہو یا زنا کیا ہو کیا قتل کے جواز کی صورتوں میں مجھ پر قتل جائز ہے؟ یا مجھے واپس مدینہ جانے دو یا یزید کے پاس بھیجو یا مجھے آزاد کرو تاکہ میں مشرکوں سے جنگ لڑوں۔ عمرو بن سعدؓ نے تو اتفاق کیا مگر کہا کہ عبیداللہ بن زیاد سے دریافت کر لوں۔ عبیداللہ بن زیاد نے لکھا کہ عمرو بن سعدؓ تجھے جنگ کیلئے بھیجا کہ صلح کیلئے؟ محض اس لالچ سے عمرو بن سعد مخالف لڑ رہے تھے کہ تمہیں رائے کی حکومت ملے گی اور اللہ نے ایسا عمل فرمایا کہ وہ لالچ مکمل نہ ہونے دی۔ اسی سال مختار ثقفی کے ہاتھوں عمرو بن سعدؓ کو قتل کروا ڈالا۔ اور عمرو بن سعدؓ مملکت سے محروم رہ گیا۔ امام حسینؓ کی

پہلی بات پہلے اعتبار سے درست تھی کہ جب عراق کی تعداد ساتھ تھی تو بات کی اصلاح جنگ سے ہو سکتی تھی اور جب دیکھا کہ تعداد ساتھ نہیں تو فوراً عمدہ تدبیر سوچی مگر دشمن نے نہ سنی۔ ملت کو کیا فائدہ ہؤا۔ اس واقعہ نے یہ ثابت کردیا کہ اگر اسلام بگڑ رہا ہو تو تم قربانی دیدیا کرو تو نہی عن المنکر کو دیکھ کر تبدیلی کرو۔سب سے اول پر امن طریقہ سے فیصلہ کرو۔ حضرت امام حسینؓ نے اپنے خون کو اسلام کے مسئلہ کے مقابلہ میں ارزاں سمجھا اور یہ ظاہر کردیا کہ اسلام کاایک مسئلہ کسی متبرک ہستی کے خون بہانے سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ امامؓ نے قربانی دی اس میں اسلام کا فائدہ یہ ہے کہ تمام اسلام والے نسلی انتخاب کا سلسلہ نہ کریں بلکہ جزوی طور پر انتخاب کریں۔ لیکن جس خاندان سے نسلی انتخاب کا جرم ہؤا اللہ نے انتقام لیا قدرت نے یزید کو نہ بخشا جس طرح مختار ثقفی کے ہاتھوں وہ قتل ہوئے۔ خاندان یزید سے بھی بدلہ لیا کہ واقعہ کربلا کے بعد دو سال کے اندر یزید کی حکومت کا خاتمہ ہؤا جو جبر سے یزید کے ہاتھ چلی تھی۔تو اس جبری حکومت کو اس واقعہ کربلا نے ختم کیا۔معاویہ بن یزید۔ یہ بہت نیک اور بزرگ بیٹا تھا جب اسکو تخت نشینی کیلئے متعدد بار کہا گیا تو معاویہ بن یزید نے کہا کہ میرا اس گدلی دنیا کی گدی نشینی کیلئے جی نہیں چاہتا میرا تو جنت کی گدی نشینی کیلئے جی چاہتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ 6 ماہ کے اندر معاویہ بن یزید کو زہر

دیگر ہلاک کر دیا گیا۔ سلیمان بن عبدالملک مروان خلفیہ تھے چاہیئے تو یہ تھا کہ فوتگی کے بعد اپنے بیٹے کو گدی پر بٹھاتے مگر یہ بہت نیک اور بزرگ تھے یکدم نسلی انتخاب بدلا کہ بجائے اپنے لڑکے کے عمر بن عبدالعزیز کو خلافت سپرد کی بزرگان کا قول ہے کہ ہر صدی میں کوئی مجدد پیدا ہوتا ہے سب سے اول مجدد عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔ واقعہ کربلا کا یہ اثر ہوا کہ بنی امیہ سے خلافت نکلی اور بنی عباس میں منتقل ہوئی پھر بنی عباس نے کیا ظلم کیا ایک بزرگ نے لکھا کہ منصور عباسی نے دعوت دی جب دستر خوان پر بیٹھے تو نیچے کراہٹ کی آوازیں آرہی تھیں پوچھا گیا تو کہا کہ یہ بنی امیہ کے افراد ہیں جنکا نیم گلا کاٹا گیا ہے آج ہم نے یہ پروگرام بنایا کہ ان پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے پھر پانچ سو سال کے بعد حکومت عباسی بھی ختم ہوئی۔ واقعہ کربلا نے یہ سبق دیا کہ اسلام نہ مٹے اپنے آپ کو مٹا دو اسلام کے ایک مسئلہ کی خاطر خون بہادو۔

درس نمبر: ۳۹
31 مئی 1964ء

رحمتِ دُنیا و آخرت

اس سے قبل والے درس میں رحمت کی تحقیق ہو گزری ہے اب موازنہ رحمت آخرت و دنیا بیان کرتا ہوں اللہ کے نام میں رحمان دنیا کی رحمت کیلئے ہے رحیم آخرت کی رحمت کیلئے ہے۔اس موازنہ میں پہلی چیز یہ ہے کہ دنیا پہلے ہے اس لئے لفظ رحمان قبل ذکر کیا گیا آخرت بعد میں ہے اس لئے لفظ رحیم آخر میں ذکر کیا گیا جس سے بظاہر تو یہ معلوم ہوا کہ جو پہلے وہ اہم اور بعد والی کم درجہ کی حالانکہ خدا کی نگاہ میں آخرت عمدہ اور بلند درجہ رکھتی ہے قرآن۔ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا کہ تم اپنی تمام کوششیں دنیا میں صرف کرتے ہو حالانکہ تم نادان ہو ہمیشہ رہنے والی کو اختیار کرو۔ قرآن۔ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ کہ دنیا دست بدست ہے نادان فوری چیز سے محبت کرتے ہیں اور پیچھے آنے والی شے کو چھوڑ دیتے ہیں قرآن۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً[ع] اللہ کے نزدیک آخرت اہم ہے دو آیتیں قبل ذکر کی ہیں باقی بھی کافی تعداد میں آیتیں موجود ہیں۔

ع اے رب ہمیں، دنیا و آخرت دونوں میں بھلائی عطا فرما

رحمان کے پہلے آنے کی وجہ یہ ہے کہ جو چیز ترتیب میں اول اسکا تذکرہ بھی پہلے ہوگا تو جو چیز ترتیب میں بعد ہوگی تو تذکرہ بھی بعد میں ہوگا یقینی بات ہی ہے کہ ہر آدمی جو واقعہ پہلے گزرا ہوگا اسکو پہلے ذکر کریگا اور جو واقعہ بعد میں ہوگا اس کا ذکر بعد میں کرے گا۔ تو دنیا اپنے وجود کے لحاظ سے اول ہے اس لئے ذکر بھی اول آیا یہ ایک حکمت۔ دوسری بڑی حکمت یہ کہ اس لئے قبل ذکر کیا کہ دنیا ہی آخرت کمانے کیلئے ذریعہ ہے۔ اس اعتبار سے دنیا اہم چیز ہوئی۔ آج کل عاشقانِ دنیا انگریزی دماغ سے قرآن کی تفسیر کرتی ہے حالانکہ اس زمانہ میں دنیا کی تنقید ضروری ہے دنیا پہلے کیلئے سکھائی گئی اور آخرت بعد میں قرآن۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً کہ دنیا و آخرت میں عمدہ بدلا دو۔

حدیث لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا کہ اگر خدا کے نزدیک دنیا کی قدر مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کسی کافر صدر امریکہ وغیرہ کو پانی کا ایک گھونٹ نہ ملتا۔ جواہر لال نہرو کو آج پتہ چل گیا ہوگا کہ قبر میں کیا معاملہ ہے دیکھو کل محل میں تھا آج آگ میں جل رہا ہے۔ قرآن کہ فرعون واسکے ساتھیوں کو سمندر میں غرق کیا اور اس کے بعد فوراً جہنم میں ڈالدیا۔ انسان ایسی بد بخت چیزوں پر مرتا ہے جن کا فائدہ ہی نہیں۔ دیکھو آج سے قبل جو مزہ دار چیزیں کھائی ہیں کیا آج انکا مزہ ہے؟ یہ تو سال کی باتیں ہیں اور صدیاں گزر گئیں اور گزرنی ہیں۔

ے لوکانت الدنیا تعدل عند اللہ جناح بعوضۃ

انسان کا یہ حال کہ لازوال پر توجہ نہیں دیتا اور کچھ عرصہ رہنے والی چیزوں پر مرتا ہے۔ گذشتہ آیت میں سبق ملا کہ دنیا و آخرت دونوں مانگو دنیا کو دیکھو یہ ایک عجیب حالت ہے کہ یہ معنی نہیں کہ دنیا نہ مانگو دنیا میں مانگنے کی چیز نیکی ہے جسکا پھل آخرت میں ملے گا۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آخرت و دنیا میں کوئی فاصلہ نہیں جس طرح انڈا پھٹ جائے تو زردی نکل آتی ہے اسی طرح معمولی وقت کی مسافت ہے انڈا پھٹا اور آخرت آگئی۔ اگر آپ نے جو کا دانہ بویا تو جو ہی نکلے گا وغیرہ یعنی جو تخم بویا کرو گے وہی پھل نکلے گا۔ انسان کو دنیا میں بھیجا کوئی نیکی کا دانہ بوتا ہے کوئی بدی کا زمین میں دانہ بوتا ہے تو کوئی علم نہیں ہوتا ایک خاص موسم میں تخم پھل کی صورت میں نکل آتا ہے۔ زندگی میں جو نیکی کا تخم بوتا ہے وہ آخرت میں جنت کا پھل حاصل کرتا ہے اور جو زندگی میں بدی کا تخم بوتا ہے وہ آخرت میں جہنم کا پھل حاصل کرتا ہے۔ جو تخم بوؤ گے وہ پاؤ گے۔ جلال الدین فرماتے ہیں۔ ازمکافات عمل غافل مشو۔ گندم از گندم بروید جوز جو۔ جیسا بویا ہو گا ویسا ملے گا۔ معلوم ہوا کہ دنیا کی جہاں تقدیم آئی ہے وہ ایک تو ترتیب کے اعتبار سے ہے کیونکہ ترتیب میں قبل دنیا ہے دوم اس لئے قبل ذکر کیا گیا کہ یہ دنیا آخرت کمانے کا ذریعہ ہے جس طرح وضو نماز کا ذریعہ ہے مگر مقصد تو نماز ہے نہ کہ وضو۔ دنیا پر بزرگان نے کافی

بحث کی ہے حقیقت میں صحیح مذہب وہ ہے جو صحیح ربط قائم کرے کہ دنیا کے ساتھ کیا تعلق کریں اور آخرت کے ساتھ کیا تعلق کریں اس مسئلہ میں اکثر مذاہب نے غلطی کی ہے مثلاً بدھ، عیسائی، ہندو مذہب یہ تینوں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اگر دین میں داخل ہونا ہے تو دنیا کو سو فیصد ترک کردو اور سو فیصدی ایمان لے لو یہی وجہ ہے کہ جوگی ہندو ایک ٹانگ پر کھڑے رہتے ہیں یعنی ان کا دین یہ ہے کہ دنیا سے بالکل قطع تعلق ہو جائے اور عمل کرے یا نہ کرے۔ اس نظریہ میں ایک خوبی بھی ہے کہ جاپان نے امریکہ سے جو جنگ کی امریکہ کے بہترین پائلٹ مارے اور ذہن میں بٹھایا کہ دنیا کچھ نہیں باوجود اتنی بڑی سلطنت کے شکست کھائی ہے تو دنیا داروں کو معلوم ہو گیا کہ دنیا و دولت کچھ نہیں کرتی سب قدرت کے سپرد ہیں۔

دوسرا مذہب سوفسطائیہ کہ دنیا میں آ کر سب مزہ لوٹ لو کیا پتہ پھر اللہ تعالیٰ دیں یا نہ دیں۔ ایک بار سوفسطائیہ ہندوستان میں بہت پھیلا ان مذکورہ مذاہب کا ایک مسلک تو یہ تھا کہ دنیا بری چیز ہے ہر طرح سے ترک کردو اور دوسرا مسلک یہ کہ آخرت میں کچھ نہیں دنیا میں شہوت اور خواہشات کی پیاس بجھا لو۔ ان مذاہب کے علاوہ ہمارا مذہب اسلام وہ سکھاتا ہے کہ نہ دنیا کا متوالا ہو نہ تارکِ دنیا بنے بلکہ جائز دنیا خوب کمائے اور آخرت کیلئے

ذخیرہ بنائے۔تو ہمارا اسلام درمیان میں ہے قرآن۔اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہ اے اللہ تعالیٰ ہمیں بیچ میں رکھ۔بزرگوں نے اعتدال کی مثال قرآن سے پیش کی۔ دنیا و آخرت کی رحمتوں کا موازنہ اس طریقہ سے ہے کہ دنیا بھلی ہے بشرطیکہ دین زخمی نہ ہووہ دنیا حرام و گندہ ہے جس سے دین کو نقصان ہو۔

دو پہلو ہیں ایک محمود ایک ناقص امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا دین کیلئے کسب عمدہ بھی ہے کسب نقصان بھی ہے۔فرمایا اگر یہ دنیا دل سے باہر تو دین کیلئے نقصان نہیں اگر دل میں گھس گئی تو نقصان۔تشریح حدیث جمع الفوائد۔

حُبُّ الدنیَا رَأسُ کلِّ خطِیئۃ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی بنیاد ہے۔ اگر دنیا کی محبت دل میں تو معلوم ہوا کہ تمام گناہ موجود ہیں اگر دل سے باہر تو کوئی نقصان نہیں۔ جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ مثال فرماتے ہیں کہ دنیا بدی بھی اور بھلی بھی ہوتی ہے مثلاً پانی کتنا عمدہ چیز ہے ارشاد فرمایا کہ جسطرح شخصی زندگی کیلئے پانی ضروری چیز ہے اسی طرح انسانی حیات کے لئے پانی ضروری ہے۔ ہماری زندگی کی کشتی جس وقت پیدا ہوئی تو آخرت کی طرف چل پڑی ہے زندگی کی کشتی اس میں ہم بیٹھے ہیں ایک کنارہ شکم مادر ہے دوسرا کنارہ قبر و جنت ہے و آخرت۔ کشتی کے لئے پانی ضروری ہے یہ پانی دنیا ہے جب تک دنیا نہ ہو کشتی نہ چلے

گی۔ لیکن کیونکہ خشکی میں نہیں چل سکتی تو جس طرح پانی ضروری ہے اور کشتی کے باہر ہو جب وہ پانی کشتی سے باہر ہو گا تو کامیابی کی دلیل ہوئی لیکن اگر پانی کشتی کے اندر داخل ہوجائے تو کشتی ڈوب جاتی ہے۔اسی طرح دنیا اس کی کشتی سے باہر تو فائدہ مند اگر دل میں دنیا گھس گئی تو کشتی والا حال ہو گا کہ اگر پانی داخل ہوجائے تو ڈوب جاتی ہے۔دنیا پانی کی مثل ہے۔ یہ گزشتہ تمام قومیں کیوں برباد ہوئی ہیں یہ اس لئے کہ دنیا کی محبت میں اللہ کو بھلادیا تھا۔ جس طرح آج کل اگر کوئی دین کی بات سنائی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ مولوی کی باتیں ہیں۔ نوحؑ کی قوم کو غرق کیا وہ بھی اللہ کی بات نہ سنتے تھے اور دنیا پر کتے کی طرح گرتے تھے قوم عاد بھی اللہ کی بات نہ سنتے تھے برباد ہوئی اس یورپ نے بھی برباد ہونا ہے۔ یااللہ ان یورپ والوں کو برباد کرورنہ تیرے مسلم برباد ہوجائیں گے۔ آپ کو پتہ نہیں بزرگ نے کہا کہ انگریزی تعلیم سے جو کھوپڑی بدلی وہ غرق ہوگیا۔ قلات میں ایک شخص بیت اللہ شریف سے آیا جب مولانا عبدالحکیم افغانی تشریف لے آئے تو اس شخص کے واقعہ کی تصدیق کی مولانا عبدالحکیم افغانی تنہا رہتے تھے صرف جمعہ کی نماز کیلیے بیت المقدس میں جاتے باقی دن گھر رہ جاتے لیکن بیت المقدس میں آنے کا طریقہ نرالا ہوتا تھا کہ چہرہ بالکل ڈھپا ہوا ہوتا تھا ایک بار لوگوں نے عرض کی کہ لوگ دیدار کو ترس رہے ہیں اور

آپ نے دیدار سے محروم کر رکھا ہے۔ مکہ معظمہ میں ایک نماز ایک لاکھ نماز کا درجہ رکھتی ہے اسی طرح مدینہ و بیت المقدس میں بتدریج پچاس ہزار تو لوگوں کو فرمایا کہ پھر جواب دونگا دوسرے جمعہ پھر گھیر لیا۔ کیا بتاؤں کہ نزع کی حالت میں کافر مسلمان بن جاتا ہے لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ نزع کے وقت یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اب دنیا کا کھیل ختم ہوا اب دوسرا نظارہ آرہا ہے۔ خیر جب لوگوں نے مجبور کیا تو یہ مولانا صاحب تصرف تھے ان میں ایک معتمد آدمی کو بلایا۔ آپ خیال رکھیں کہ آج کل تو انگریز بیت المقدس اور مولوی کے گھر میں گھس گئے ہیں اور انگریز جہاں بھی گھسا بربادی کی۔ تو مغربی فیشن کے لوگ بیت المقدس میں موجود تھے ایک ٹوپی اسکے سر پر رکھ کر دل سے توجہ کی اور فرمایا دیکھ مسجد میں سب آدمی ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ آدمی تو نہیں سب خنزیر ہیں۔ ثانیاً توجہ دی تو آدمی نظر آنے لگے۔ تو آپ نے فرمایا کہ چہرہ اس لیے بند کرکے آتا ہوں کہ آدمی تو ہیں نہیں جن کو دیکھوں۔ یہاں دنیا میں آدم والا ڈھانچہ دیا ہے وہاں آخرت میں خنزیر کی صورت ہو گی۔ دیکھو آج کل یورپی تہذیب اتنی پھیلی کہ بیت المقدس جیسی جگہ کی حالت بھی خراب ہو گئی دوبارہ ٹوپی رکھی اور توجہ ڈال کر فرمایا کہ کیا دیکھ رہا ہے؟ عرض کی کہ ایک آدمی کھڑا ہے دوسرا اسکو نشتر لگا رہا ہے اور ہر خون کے قطرے سے ہزاروں خنزیر نکل رہے ہیں۔ کہا کہ یہ سبب

انگریز کو اپنانے کی وجہ ہے۔
تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے غیور کون ہے تم انکی اولاد ہو کر بے غیرت بنے پھرتے ہو۔ بتلانا یہ ہے کہ انگریز کے ہنر سے انکار نہیں اسکی گندہ تہذیب سے بچو۔ ہر زمانہ میں جو بھی منکر پیدا ہوئے اپنی تہذیب کی عمدگی کا دعویٰ لگاتے رہے وہ برباد ہوئے اور اسلام اور اسکی تہذیب زندہ رہی۔ اسلام نے آخرت و دنیا کا صحیح موازنہ کیا کہ جس طرح پانی کی مقدار کا کشتی سے باہر ہونا ضروری ہے اتنی دنیا کمانا حلال ورنہ زائد کمانا حرام جس طرح پانی اگر کشتی میں داخل ہو جائے تو غرق ہو جاتی ہے اگر دنیا دل کے کمرہ میں گھسی تو ایمان غرق ہو جائے گا۔ حضرت جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ۔ آب در کشتی ہلاک کشتی است + آب زیر کشتیاں را پشتہ۔ جو پانی کشتی کے اندر وہ سبب ہلاکت ہے اور جو کشتی کے نیچے وہ پشتی ہے عمدگی ہے۔ اسی طرح اگر دنیا دل سے باہر تو فائدہ ورنہ بربادی۔ قرآن۔ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ جس نے دنیا کی لالچ کو اپنے دل سے باہر رکھا تو وہ کامیاب ہونگے۔ حضرت علیؓ کا گفتہ مبارک ایک شخص نے عرض کی کہ حضرتؓ! انسان کی زندگی کے متعلق کوئی مثال فرما دیں۔ فرمایاؓ کہ انسان کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی جنگل میں جا رہا ہے اور اتفاقاً پیچھے سے شیر نے حملہ کر دیا یہ آگے کچھ فاصلہ پر بھاگا جا رہا ہے اور شیر پیچھے بھاگا جا رہا ہے آدمی اتنے میں دیکھتا ہے کہ

ایک گہرا گڑھا ہے جسکے کنارہ ایک درخت ہے تو اس درخت پر چڑھ گیا نیچے نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ گڑھے میں اژدھا وغیرہ پڑے ہیں اور دو چوہے ایک سیاہ ایک سفید درخت کی جڑ کاٹ رہے ہیں درخت پر نگاہ ڈالی تو شہد کا چھتہ ہے۔ بھوک کے وقت شہد میں ہاتھ ڈال کر پینے لگا اس کی لذت میں اتنا مشغول ہوا کہ کچھ بھی یاد نہ رہا اتنے میں چوہوں نے اپنا کام ختم کیا یعنی جڑ کاٹ ڈالی یہ تو شہد کی لذت میں مشغول تھا درخت گڑھے میں گر پڑا سب اژدھا سانپ وغیرہ نے اسے تباہ کر دیا حضرت علیؓ نے پھر اسکی تشریح فرمائی کہ جنگل دنیا ہے۔ اور شیر موت ہے جو ہر پر حملہ کرنے والی ہے چاہے صدر امریکہ چاہے جواہر لال نہرو (یہ دونوں اس بیان کے موقع پر مرے ہوئے تھے نہرو کی موت تو بالکل قریب ہی ہوئی تھی) بو علیؒ قلندر۔ کہ ہر آدمی جب شکم مادر سے آتا ہے تو وہ اوپر کو چل پڑتا ہے اس کے پیچھے جنگل کا ایک بھیڑیا لگ جاتا ہے "خواب چوں آید ترا اے بے حیا" چوں پلنگ مرگ داری درقفا" تجھے تو تیاری آخرت کرنی تھی نیند کیوں کر رہا ہے موت کا بھیڑیا تو تیرے پیچھے ہے۔ عمر رفتہ رابداں چوں آب جو۔ عمرِ رفتہ کو ندی کا پانی سمجھ۔ گیا پانی ندی کا واپس نہیں آتا یہی بات حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی فرمائی ہے کہ ایک بار حجامت بنوا رہے تھے مگر زبان ذکراللہ میں مشغول تھی جب لب مبارک پر استرا لگا تو کچھ زخم ہو گیا حجام نے کہا

کہ حضرت کچھ دیر تو زبان مبارک روک لو تاکہ لب مبارک کے بال تراش لوں آپ نے فرمایا کہ یہ وقتِ زندگی تو میرے لئے قیمتی وقت ہے تیاری آخرت کیلئے وقت کو تو ٹھہرا لے زبان میں روک لو نگا یہ تھی تیاریٔ آخرت۔ آج ہم بھی آخرت کی تیاری کر رہے ہیں۔ خیر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ شیر موت ہے درخت عمر ہے زندگی ہے۔ آج کل ہم مونچھوں کو تاؤ دیکر پھرتے ہیں مگر موت یاد نہیں۔ یارب اس انگریز خبیث کی تعلیم سے نجات فرما اور چھتہ شہد یہ دنیا کا مزہ ہے۔ مثلاً سینما وغیرہ نیچے جو چوہے ایک سفید ایک سیاہ ہیں یہ سفید دن ہے سیاہ رات ہے یہ دن رات جو گزر رہے ہیں یہ ہماری عمر کی جڑ کاٹ رہے ہیں اور ایسے لگے ہوئے ہیں کہ نیند نہیں کرتے مسلسل 24 گھنٹہ عمل کر رہے ہیں۔ جس طرح صدر کنیڈی اور جواہر لال کی کٹ گئی گھڑا قبر ہے کہ اس میں جا پڑا وہ آدمی جانور ہے کہ دنیا میں رہ کر حقیقت سے نا آشنا ہو اور عمر ایسی لغزشات میں بسر کر دے۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ دنیا میں ایسی زندگی اختیار کرو جس طرح ایک مسافر ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی لاہور جائے اور تھیں چند منٹ ہوٹل میں قیام کرے تو اپنے قیام سفر کے مطابق رقم اٹھائے گا کہ فلاں فلاں کام کرنا ہے یا خریدنا ہے۔

بس اتنی رقم اٹھالوں۔ حقیقت میں دنیا بھی ایک ہوٹل ہے۔ جس سے پرانے گاہک گئے تو ہوٹل کے کمرہ بند کردئے گئے جب نئے آئے تو کھول دئے گئے۔

اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق ڈیڑھ لاکھ آدمی روزانہ سفر آخرت کرتے ہیں اور نئے آتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں ایسے رہو کہ جس طرح مسافر رہتے ہیں۔ ہم سب کا سفر آخرت شروع ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں بحث کی ہے فرمایا ہے کہ ہر آدمی جب سفر شروع کرتا ہے تو منزل اور راستہ اس تک جانے کیلئے مقرر کرلیتا ہے۔ ہماری منزل مقصود آخرت ہے دنیا اس طرح گزری تدریجاً ختم ہوتی گئی۔ بہر حال وقت آخرت شروع ہے۔ منزل مقصو آخرت ہے اور شکم مادر سے آئے تو دنیا سے چل پڑے۔ قبل تو کوسوں کا فاصلہ پھر میلوں کا امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سال جو گزرتے ہیں یہ کوس کا معاملہ ہے مہینہ جو گزرتے ہیں یہ میل کا معاملہ ہیں اور ہفتہ جو گزرتے ہیں یہ فرلانگ کا معاملہ ہے پھر دن کا فاصلہ یہ ہماری زندگی کے قدم ہیں ہم نے جتنے سال کئے اتنے گام آخرت کی طرف کئے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ مسافت نہ بتلائی تاکہ دنیا میں مشغول نہ ہوجائے مثلاً ایک آدمی گاڑی میں سفر کررہا ہو اسے یہ علم نہ ہو کہ کونسا اسٹیشن ہوگا جہاں میں نے اترنا ہے تو وہ

ہر اسٹیشن پر تیار رہے گا شاید یہ میری منزل مقصود ہو۔ اور موت کا وقت بھی نہیں فرمایا شاید یہ میرا آخری سانس ہو یہ بھی اللہ کی مہربانی ہے کہ میری مخلوق عمل میں چست رہے کہ کیا پتہ ابھی موت آجائے چلو نیک عمل کرلیں۔ تذکرۃ الاولیاء حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ دنیا و آخرت کا موازنہ بیان فرماؤ فرمایا کہ اگر دنیا سونے کا برتن ہوتی اور آخرت ٹھیکر کا تو بھی عقلمند ٹھیکر کے برتن کو لیتا کیونکہ سونے کا برتن تو چند دن کے لئے ہے۔ ٹھیکر کا تو ہمیشہ رہے گا حالانکہ معاملہ تو برعکس ہے کہ دنیا ٹھیکر کا برتن ہے اور چند دن کیلئے ہے اور آخرت سونے کا برتن ہمیشگی کیلئے ہے۔ قرآن بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا اللہ تعالیٰ کافر کو گلہ فرماتے ہیں کہ تمہیں تو دنیا کی محبت ہے کافر دشمن خدا ہے ہم ساجن ہیں جب کافر کو گلہ فرما رہے ہیں تو ہمیں تو شرمسار ہونا چاہیئے کہ ساجن ہو کر بھی دشمن خدا والے فعل کرتے ہیں۔ یعنی کافروں والے فعل تو مجھ میں بھی ہیں۔ ایک آدمی سے یہ کہا جائے کہ میں تجھے ایک پاؤ جست دیتا ہوں لیکن پانچ منٹ کے بعد واپس لے لونگا دوسرا شخص کہے کہ میں سیر سونا دونگا اور پھر کبھی نہ لونگا۔ کیا آپس میں موازنہ ہوا! کیونکہ ایک طرف سونا دوسری طرف پیتل وغیرہ ہیں دوسرا سونا ہمیشہ کیلئے اور پیتل وغیرہ چند منٹ کیلئے ہیں۔ تو آسمان کے نیچے جو پیتل وغیرہ لے

گا وہ پاگل ہے۔ یہ نکتہ قرآن سے بھی بتلایا 5 منٹ اس لئے کہ یہ جتنی عمر بھی ہے آخرت کی زندگی کے ایک منٹ کے برابر بھی نہیں۔ تو مؤمن کو رحمت اخروی کو ترجیح دینا ہے۔ اور یہ جو بڑے سیٹھوں نے مال جمع کر رکھا ہے کوئی سارا کھانے کے لئے تو نہیں بلکہ وہ تو چند ہزار کھاتا ہے بقیہ سب یہیں ترک کر جاتا ہے۔

حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک رئیس نے لنگر کیلئے کچھ رقم جمع کرائی آپ نے پوچھا کتنی دولت ہے عرض کی کہ بہت دنیا جمع کر رکھی ہے تو فرمایا کہ عمر کا بھی علم ہے عرض کی نہیں فرمایا پھر مردہ ہو کر اتنی رقم کیا کرو گے۔ یہ اسلئے فرمایا کہ یہ بزرگ حکیم تھے علاج کیا کرتے تھے۔

ہمیں کیا جو تربت پر میلے رہیں گے
تہہ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

اسکے مقابلہ میں آخرت کی نعمت مکمل استعمال میں آتی ہے نہ کہ دنیا کی۔ دنیا کی تو معمولی حصہ کھاتا ہے بقیہ غیر کھاتے ہیں۔ ایک صحابیؓ کو تبلیغ کیلئے روانہ کیا راستہ میں کافر نے تلوار مار کر گردن جدا کر دی مگر صحابیؓ کے منہ سے نکلا کہ آج میں اپنے معاملہ میں کامیاب ہو گیا یہ جملہ کافر کے دل پر متاثر ہوا حیران ہوا کہ عجیب بات ہے کہ گردن کٹ رہی ہے مگر وہ کہہ رہا ہے کہ میں کامیاب ہو گیا۔ مدینہ میں آکر مسلمان ہو گیا بلکہ سارے خاندان

سمیت مسلمان ہو گیا۔ کیونکہ گردن کٹنے کے بعد ردی دنیا سے اعلیٰ دنیا میں گیا اور یہ اعلیٰ زندگی موت کے علاوہ نہ آئے گی۔ تمام پیغمبرؑ فرماتے رہے ہیں کہ حلال دنیا خوب کماؤ مگر آخرت سے غافل نہ ہو جاؤ۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ایک مرید نے خط لکھا کہ حضرت آپکے ذکر اذکار بتلائے ہوئے سے برے عمل تو ترک ہو گئے ہیں مگر مستقبل میں ترک کرنے میں کوئی ارادہ نہیں ہوا کوئی ذکر فرما دیں۔

آپ چونکہ حکیم تھے بجائے ذکر کے نسیم دہلی والے کا ایک شعر لکھا اور فرمایا کہ اسے ہر وقت پڑھتے رہو۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کی حالت بہتر ہو گئی

نسیم اٹھو کمر کو باندھو
اٹھالو بستر کہ وقت کم ہے

درس نمبر: ۴۴
5 جون 1964ء

بقائے آخرت و مسائل پردہ

اس سے پہلے درس میں رحمت دنیا و آخرت کا موازنہ تھا کچھ دنیا میں اللہ کی رحمت نازل ہوئی اور کچھ آخرت میں نازل ہوتی ہے۔ ایک موازنہ اللہ نے فرمایا۔ حدیث قدسی کہ اللہ تعالیٰ نے 99 حصہ رحمت آخرت میں رکھی اور ایک حصہ دنیا میں رکھی رحمت آگے کیلئے ہے۔ کیونکہ وہ بہت خطرناک مقام ہے حدیث میں آیا ہے کہ وہ مقام اتنا سخت ہوگا کہ سیاہ بال بھی سفید ہو جائیں گے۔ یہ موازنہ رحمت دنیا و آخرت تو حدیث نے فرمایا اور ایک موازنہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے قرآن کہ تمام امتوں کی تباہی اس وجہ سے ہوئی کہ انہوں نے قرآن و کتب سماویہ کے بدلے دنیا کو لیا اور آخرت کو بھولا۔ قرآن کا یہ بیان ہے اس لئے دنیا و آخرت کا موازنہ ضروری ہے تاکہ آدمی دنیا میں نہ پھنسے۔ اب ایک موازنہ اللہ نے کیا کہ غفلت شعار نادانو اپنی بہبودی کو بھولنے والو تم جو آخرت بھول کر دنیا پر میٹ پڑتے ہو۔ مَا عِندَكُمْ۔ جو تمہارے پاس ہے یعنی دنیا اس

میں بڑا داغ یہ ہے کہ ینفد یعنی مٹ جائے گی۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ اور جو اللہ کے پاس ہے یعنی آخرت و جنت وہ باقی رہنے والی ہے۔ اور دنیا میں تو بربادی ہے۔ حدیث تم فانی چیز کے بدلہ باقی رہنے والی کو اختیار کرو۔ مثلاً جواہر لعل نہرو اپنے ملک کی کتنی عظیم ہستی تھی ایک دن شاہی محل میں تھا دوسرے دن خود اپنے رشتہ داروں نے آگ کے شعلہ میں ڈالدیا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے فنا کی سب تصویریں آپکے سامنے رکھیں مثلاً کینیڈی وغیرہ جن پر آپ مٹ پڑتے ہیں انکا کیا حال ہوا کہ سب عیش و عشرت کے سامان یہیں چھوڑ کر چلے گئے اور آگے بھی شاید کیا گزر رہی ہو گی! سب سے بڑا غم و دکھ زوالِ نعمت ہے۔ آدمی اگر خوگر نہ ہو تو نعمت کے ترک کرنے پر کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے۔ اور کوئی غم نہیں ہوتا کیونکہ عادت نہیں۔ تو فنا سب سے بڑی مصیبت ہے۔ اگر پہلے سے آدمی کو نعمت نہ ملی ہو چھن جائے تو کوئی بات نہیں۔ جب مل جائے پھر سلب ہو جائے تو بڑا نقصان ہوتا ہے مثلاً پانی کی عادت ہے اگر چھن جائے تو بڑا دکھ ہوگا۔ حدیث مطلب کہ دنیا دودھ پلانے میں بھلی معلوم ہوتی ہے اور جس وقت چھڑاتی ہے تو بری معلوم ہوتی ہے یعنی دنیا اپنی آمد کے وقت دودھ پلانے کی طرح ہوتی ہے اور رفت یعنی جانے کے وقت چھڑانے کی طرح ہوتی ہے۔ بہر حال موازنہ ضروری ہے۔ قرآن۔ کہ اقوام کی تباہی کا سبب آخرت کو فراموش کر کے دنیا کو اپنانا ہے

کیونکہ آخرت ایک بڑا مقصود ہے اس لئے بیان کرتا ہوں۔

غافلوں کے لطف کو کافی ہے دنیاوی خوشی
عاقلوں کو بے غمِ عقبیٰ ملتا نہیں

عقلمند کو فکر آخرت کے بغیر مزہ نہیں ملتا۔ کچھ تو انسان کی فطرت میں عاشق ہونا ہے اور کچھ زمانہ نوع کے لحاظ سے۔ شعر۔ کیا تہذیب مغرب کی روشن ضمیری ہے۔ خدا کو بھول جانا اور محو ماسوا ہونا۔ دیکھو پاخار تک اور کوہ ہمالیہ جیسی مشکل چیز کی چوٹی کی تحقیق ہو رہی ہے۔ اور خدا کو بھلا دیا ہے۔ اقوام عالم اس بات میں مبتلا ہیں کہ آخرت کو فراموش کر دیا ہے اور کتاب و سنت کو تو دیکھنا و سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ ہمیں تو چاہئے تھا کہ جو وقت ملتا اللہ و آخرت میں صرف کرتے۔ آج کل کے یورپی تہذیب والے مذہب کو تنگ نظری کہتے ہیں۔ سب سے بڑی تنگ نظر عورت ہے ایکی عورت تو بلا کی تنگ نظر ہو گئی ہے کہتی ہے کہ بس عورت کا مقصود تو مشہور ہونا ہے مثلاً کپڑا اور زیور وغیرہ مگر اسلام یہ فرماتا ہے کہ یہ سب زیب و زینت دنیا میں ہے دیکھو جواہر لعل نہرو کا مقصود صرف دنیا تھا کیا یہ تنگ نظری نہیں؟ کیونکہ دنیا کے بعد آخرت ہے وہ تو سب سے وسیع ہے ہمیشہ کیلئے ہے۔ کیا مولوی تنگ نظر ہے! بلکہ جہاں یورپ والوں کی انتہا ہے وہاں سے ہماری ابتداء ہے۔ بلکہ مولوی تو تمہاری دنیا کو سوئی کے ناکے کے برابر بھی نہیں

سمجھتا۔ ایک مصرعہ۔ در دشت جنوں من جبریل زبوں صیدے۔ اللہ نے فرمایا وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ کہ بد بخت! تمہارا جو محبوب ہے اس میں بڑا داغ یہ ہے کہ وہ مٹ جانے والا ہے۔ آج نہرو سے پوچھو کہ مَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ کس طرح ہے (اس موقعہ پر نہرو کی قریب ہی وفات ہوئی تھی) وہ وقت یعنی موت ایسا وقت آنے والا ہے کہ پتہ نہیں چلے گا۔ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ کہ تنہا آؤ گے اور تنہا جاؤ گے۔ یقینی بات ہے کہ جب دنیا میں محبت بڑھنے کے بعد جب سلب ہوگی تو کتنا غم ہوگا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں محبت نہ بڑھاؤ ایمان کا خطرہ ہے کیونکہ موت کے وقت شیطان دل میں یہ تصور پیدا کرائے گا کہ اب تو اس محبوب دنیا کو چھوڑ رہا ہے یہ محبوب چیزیں تجھ سے جدا ہو رہی ہیں تو آدمی کا دل مغموم ہوگا۔ پھر کہے گا۔ کہ یہ جدائی اللہ دے رہے ہیں تو اللہ سے محبت ختم بغض شروع ہوگا اور جب بغض ہوگا تو ایمان ختم۔ دنیا کی انتہائی محبت ایمان کا خطرہ ہے۔ موازنہ تو مختصر کیا ہے اب مطلب یہ ہے کہ رحمت کے دو حصہ ہیں آخرت میں اور دنیا میں جو رحمت بڑی چیز ہے قرآن۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا اللہ کی نعمت و فضل پر خوشی مناؤ یہ اس دنیا کی رحمت سے بہتر ہے۔

رحمت و لعنت یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لعنت کا معنی محرومی رحمت۔ اس لئے اس لفظ کے استعمال کو اسلام نے بڑا

منع فرمایا ہے۔ لعنت کا استعمال ان اشخاص پر جائز ہے جو کفر کی حالت میں مرے ہوں کافر پر جائز تو ہے مگر نہ کرے تو بہتر ہے۔ مثلاً فرعون، ابولہب، شیطان، ان تین کے متعلق قرآن میں آیا ہے کہ یہ کافر ہو کر مرے ہیں۔ اور باقی انکے علاوہ کسی کافر پر لعنت دیناجائز نہیں کیونکہ تجھے کیا پتہ کہ یہ کفر کی حالت پر نہ مرے ہوں شاید وہ ایمان لائے ہوں۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ تواضع کیا ہے حدیث مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰهُ جس نے اپنے کو کم جانا اسکو اللہ اونچا کریگا۔ تواضع بڑی چیز ہے اسکے مقابلہ تکبر زیادہ بُری چیز ہے تو فرمایا کہ آدمی اپنے آپ کو ہر ایک سے کم سمجھے تو ایک آدمی نے کہا کہ حضرت کیا کافر سے بھی کم سمجھے! فرمایا ہاں تو عرض کی حضرت وہ بے ایمان نیچے ہم باایمان اوپر ہیں فرمایا کہ ایمان کو کفر پر تو اونچا جانے مگر اپنے کو کافر سے حقیر جانے کیونکہ موت تک شاید اللہ اسے کافر سے مسلم بنا دے۔ (اور مجھے کافر) اس لئے علماء نے ابلیس ابولہب، فرعون وغیرہ پر لعنت کا جواز دیا ہے مگر بہتر ہے کہ لعنت ڈالی نہ جائے مگر باقی کافروں پر لعنت نہ دینی چاہے کیونکہ انکے متعلق کفر مشہور تو ہے مگر کیا علم؟ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آخری زمانہ کے لوگ اپنے اکابرین پر لعنت ڈالا کرینگے۔ حدیث۔ لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهٖ مؤمن کو لعنت دینا قتل کے برابر ہے۔

ہے۔ حدیث۔ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِي جِهَادِہٖ

وَکَانَتْ اِمْرَأَۃٌ عَلٰی نَاقَتِهَا وہ اونٹنی تھک گئی۔ فَلَعَنَتْ تو اس عورت نے لعنت دی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لعنت سن لی فرمایا یہ سامان اتار کر اونٹنی آزاد کردو ہماری مجلس میں ایسی اونٹنی کا جانا درست نہیں جس پر لعنت دی گئی ہو۔ کہ وہ ہمارے ساتھ چلے۔ باقی لعنت کا نتیجہ کیا وہ بیان کرتا ہوں حدیث مسلم شریف اِذَا لَعَنَ الرَّجُلُ جب آدمی کسی پر لعنت بھیجے صَعِدَتْ اِلَی السَّمَاءِ۔ تو آسمانوں پر چڑھتی ہے۔ فَوَجَدَتْ تو لعنت پالیتی ہے دُوْنَهَا اَبْوَابًا مُغْلَقَةً وہاں جانیکے دروازہ بند ہیں ثُمَّ عَادَتْ عَلَی الْاَرْضِ فَوَجَدَتْ مُغْلَقَةَ الْاَبْوَابِ تو پھر زمین پر لوٹتی ہے یہاں بھی دروازہ بند پاتی ہے فَرَجَعَتْ اِلَی الَّذِیْ لَعَنَ پھر اس پر لوٹتی ہے جس پر لعنت بھیجی گئی ہو فَاِنْ کَانَ اَھْلًا اگر واقعی وہ محل لعنت ہے اور وہ صرف تین ہیں انکے علاوہ یقینی کسی پر نہیں ہو سکتی تو اگر وہ اہل نہ ہوا تو واپس لعنت دینےوالے پر ہوگی۔ علماء نے کہا کہ یزید نے بہت ظلم کیا بس اسکی سزا پائے گا۔ مگر ہم لعنت دینے والے کون۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ یزید امام حسینؓ و علیؓ معاویہؓ کی جنگوں میں آپکا کیا فیصلہ ہے فرمایا کہ اگر کفر کا یقین ہو تو فیصلہ کردیں گے اور بتلادیا کہ جس معاملہ سے تمہارا تعلق نہیں اس میں لڑنا درست نہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیث کہ آدمی کے اسلام کو عمدہ اسلام اس

وقت کہا جائے گا جب وہ لایعنی چیزوں کو ترک کردے۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دونوں جنگوں میں اللہ فیصلہ کرنے والا ہے ہمارا مطلب کیا اللہ جانے۔ (لعنت بہت بری چیز ہے) تفصیل ہم نے رحمت دنیا و آخرت کا موازنہ کیا اب یہ چیز غور طلب ہے کہ انسان آخرت کی رحمت و دنیا کی رحمت سے محروم بھی ہوسکتا ہے؟ تو معلوم کرنا ہے کہ محرومیت کے اسباب کون سے ہیں۔ تاکہ انسان اس دنیا میں ان سے بچے۔ میں نے قبل بتلایا ہے۔ کہ رحمت و لعنت ایک دوسرے کے ضد ہیں یہ تو لعنت اشخاص تھی لعنت مال آگے آئے گی دوسری چیز کہ رحمت کا مقابل لعنت اگر یہ ثابت ہو کہ یہ کام ہے تو لعنت اعمال ہے تو مطلب یہ کہ موازنہ کے بعد یہ بات ہوتی ہے کہ اللہ بری سے بجائے عمدگی رحمت دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں عرض کرتا ہوں کہ امت کیلئے کن اعمال کو بتلایا کہ کون سے اعمال لعنتی ہیں لوگوں کیلئے اور کونسے اعمال رحمت ہیں۔ تو وہ کون سے اسباب ہیں جو رحمت آخرت سے محروم کرنے والے ہیں میں صرف مسلم و بخاری شریفین سے مختصر بیان کرتا ہوں سب سے اول قرآن سے کہ رحمت سے محروم کرنے والا سبب ظلم ہے یعنی کسی کا حق مارنا۔ مال چھیننا، عزت و آبرو ختم کرنا وغیرہ۔ کل مرنا ہو تو آج توبہ کرلے یہ توبہ کا دروازہ ایسی رحمت ہے کہ اگر موت سے پانچ منٹ قبل توبہ کرلے

تو بندہ جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جائے گا۔ یہ رحمت اس لئے فرمائی تاکہ بندہ ناامید نعمت نہ ہو۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ جس نے ظلم کیا وہ اللہ کی لعنت میں آئے اور رحمت سے محروم ہوئے فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ لوگوں کے بیچ میں فرشتہ زور سے پکارے گا کہ آج دنیا میں جو ظالم تھے وہ لعنت خداوندی میں ہیں۔ مسلمان کیوں بگڑا کیونکہ ظلم کیا تمام معاشرہ ظلم کی وجہ سے بگڑا ہے تمام ایک دوسرے کا حق مارتے ہیں اگر مال چھینا یہ ظلم اگر پتھر مارا تو یہ ظلم وغیرہ یہ لعنت علی الاعمال ہے۔ آپ خاص کو لعنت نہیں کر سکتے یہ کہتے ہو کہ ظالموں پر لعنت یعنی شخصی نہیں اصولی کہہ سکتے ہو یا وہ جو قرآن میں تین نام ذکر ہیں فرعون، ابولہب، ابلیس۔

حدیث۔ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ پیغمبرؐ نے لعنت بھیجی ہے سود کھانے کھلانے والے پر وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ اور لکھنے والے اور گواہ بننے والے پر۔ آج زور دیا جارہا ہے کہ اس کو حلال کر دو۔ یہ مولوی ہزار بار مرنا بہتر جانتا ہے مگر اس کو حلال نہ کریگا۔ (اس بیان کے موقعہ پر حکومت بہت کوشش کر رہی تھی کہ سود کو حلال قرار دیدیا جائے۔ حضرت مدظلہ کے پاس متبادل نظام کیلئے حکومت کے کچھ افراد آئے حضرت نے عمدہ نظام بنا دیا مگر عمل نہ دارد کیونکہ وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ کی طرح بچھڑا کی طرح سود انکی رگ و ریشہ میں رچا ہوا ہے افراد میں سے مسٹر فضل القادر چودھری سپیکر جو

حضرت کی گفتگو سے بہت متاثر ہوا باوجود ترجمان کے کیونکہ فضل القادر اردو سے نا آشنا تھے یہ ملاقات اسٹیڈیم بہاولپور میں ہوئی تھی)

یہ عجیب بات ہے کہ جانور گدھا کتا خنزیر وغیرہ کو کھاتے ہیں کیونکہ ان کے مذھب میں حلال حرام کی بندش نہیں مگر ہم مسلم حرام کیوں کھائیں۔ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ وَالْمُرَائِشَ - الحدیث رشوت دینے لینے والا اور رشوت کی دلالی کرنے والے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ آج کل دنیا دینے والے کو تو گناہ ہی نہیں جانتی لینےوالے کو تو ڈانٹتی ہے دینے والے کو تو کچھ کہتی ہی نہیں جو گناہ طرفین سے ہو گرفت دونوں پر ہو گی۔ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَارِبَ الْخَمْرِ وَعَاصِرَهَا لعنت فرمائی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے والے پر وَعَاصِرَهَا اور شراب نچوڑنے والے پر جب اللہ کسی چیز کو لعنت قرار دیتا ہے تو اس کی تمام جڑوں پر بھی لعنت دیتا ہے مثلاً شراب ساز شراب خانہ کھولنے والے پر۔ جب لائن خراب ہو گئی تو سب پر لعنت ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عَاصِرَهَا سے اشارہ فرمایا کہ نچوڑنے والا یعنی شراب بنانے والا بھی لعنت میں شامل ہے۔

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ غَیَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ ۔ جو زمین کی حد بندی توڑے یعنی دوسرے کی حد توڑ کر اپنی زمین میں ملا لے یا بدل دے یا تبدیل کر دے یہ تحفظ حقوق ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت

فرمائی ہے۔ اور یہ اس طرح کہ حد بندی کا منڈھیر ہوتا ہے اگر اسکو اتار دے تو منار الارض ہوگا یہ ہمارے پاس پٹواری کا معاملہ ہے اور یہ بھی ہے کہ دو حقوق میں خلط ملط کرنا یہ موجب لعنت ہے۔ ان سب پر موجب لعنت قرار دیا گیا لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّہِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّہَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ -الحدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں سے مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت پیدا کرنا چاہتی ہیں مثلاً مرد عورت کا رنگ ڈھنگ اور عورت مرد کا رنگ ڈھنگ استعمال کرے۔ مثلاً عورتوں نے پردہ کو ترک کر دیا۔ حدیث کہ اسلام جب شروع ہوا تو عجیب معلوم ہوتا تھا اور آخر زمانہ میں مسلم بھی اسلام سے ناآشنا ہو جائیں گے کہ یہ کیا ہے۔ قبل زمانہ میں کافروں کو برا معلوم ہوتا تھا اور آخر زمانہ میں مسلمانوں کو برا معلوم ہوگا۔ میں اس غریب سے راضی ہوں جو حفاظت اسلام کرے۔ پردہ کے متعلق چند مسئلے بیان کرتا ہوں ایک نفسیاتی و اخلاقی اور ایک معاشی پہلو۔ یورپ کے متعلق اقبال نے کہا کہ "مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں"۔ عورت کو جانتا نہیں کہ یہ کیا ہے۔ عورتمیں بنیادی کمال کیا ہے؟ حفاظتِ عصمت یہ بڑا کمال ہے یعنی عورت کی دس لاکھ نیکیاں اس نیکی سے کم ہیں کہ اپنی ناموس کی حفاظت کرے اس مسئلہ کو قرآن نے بار بار ذکر فرمایا ہے۔ وَالْحٰفِظُوْنَ فُرُوْجَهُمْ جو اپنی شرم گاہ کی حفاظت

کریں وہ جنت کی حقدار ہیں وَالَّذِینَ ھُم لِفُرُوجِہِم حَافِظُونَ مرد وزن
ہر جو اپنی فروج کی حفاظت کرے وہ بڑا نیک ہے۔ یہ مسئلہ بڑا اہم
ہے بہت سے مسئلے ایسے ہیں کہ اکثر تمام مسئلوں پر کسی کا اتفاق
نہیں مگر اس مسئلہ پر تمام نے اتفاق کیا تمام نے نکاح کو اچھا سمجھا
اور زنا کو برا۔ ہمارے پاس پوری تاریخ موجود ہے کہ اگر چند بگڑے
تو کیا مجال پوری تاریخ پر نظر کرو۔ نیا بے پردگی کا معاملہ شروع ہوا تو
کچھ نے بحث کی ایک نے کہا کہ پردہ ہو دوسرے نے کہا کہ یہ تو
پرانے زمانہ کی بات ہے پردہ کی کیا ضرورت ہے؟

اخلاقی پہلو کہ ننگ و ناموس پردہ کے بغیر نہیں

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں ایک تعلیم یافتہ
شخص آیا اور پردہ کی بحث شروع کی کہا کہ پردہ زنا سے بچاؤ کیلئے
انتظام کیا فرمایا ہاں۔ تو اس نے کہا کہ پردہ دار بھی زنا میں مبتلا ہیں۔ تو
حضرت نے فرمایا یہ انوکھی بات سنائی اور یہ زنا تو اکثر ان سے ہوتا
ہے جو بے پردہ لوگ ہیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ عجیب
بات ہے کہ پردہ کے ہوتے ہی زنا نہیں زنا تب جب پردہ چاک
ہو جائے تو عرض کی آج پردہ کی حقیقت کو سمجھا اور کہا کہ توبہ کرتا
ہوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بے پردگی قبل اور زنا بعد
میں۔ تو معلوم ہوا کہ تحفظ عصمت ناموس کا حفاظتی قلعہ پردہ ہوا۔

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھ

سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اسلام نے کس مقصد کیلئے پردہ فرمایا۔ فرمایا حکیمانہ تحفظ کا نظام وہ جو اللہ نے فرمایا مقرر کیا ہیں نے کہا کہ عصمت ناموس کی حفاظت اس طرح ہوتی ہے کہ مردوزن میں ناجائز اختلاط نہ ہو مثال کہ دودھ اور بلّا کے متعلق مردوزن کا معاملہ ہے مگر دونوں معاملہ میں پسند کا فرق ہے دودھ بلّی کو پسند ہے مگر دودھ تو نہیں کہتا کہ پی لے یعنی صرف یکطرفہ پسندیدگی ہے کہ بلی کو پسند ہے۔ خواہش یکطرفہ مگر دودھ کے بچاؤ کیلئے کیا طریقہ ہے یا تو بلّا کو باندھ دو یا دودھ پر ڈھکن دیدو۔ اس کے برعکس مردوزن میں تو خطرہ زیادہ ہے کیونکہ طرفین سے خطرہ ہے وہاں بلّے کو دودھ کی طرف میلان ہے دودھ کو نہیں اور یہاں تو میلان طرفین سے ہے اگر مرد باندھ لئے جائیں تو یہ غلط ہے کیونکہ یہ دنیاوی معاملہ کس طرح چلتا۔ باندھو اس لئے تاکہ عورت کی عصمت پر منہ نہ مارے فرمایا کہ مرد کو آزاد کردو کیونکہ اس نے عمدہ کام کرنے ہیں اور عورت کی عصمت پر ڈھکن دیدو پھر دیکھو معاشرہ کا نظام عمدہ ہوتا ہے کہ نہیں۔ اگر گھر بگڑا تو سب کچھ خراب ہوا رشتۂ نکاح کا قانون کس لئے رکھا گیا! قرآن مَوَدَّۃ دوسری جگہ کہ آدمؑ کی ران سے بیوی پیدا کی تاکہ آدمؑ کا دل سکون پائے۔ اسلام نے یہ فرما کر اشارہ کیا کہ میاں بیوی میں محبت یہ جڑ ہے معاشرتی نظام کی۔ جب محبت کمزور تو گھر میں لڑائی شروع۔ تو اولاد خراب ہو گئی غرضیکہ سب کچھ خراب۔ محبت نفسیاتی

طور پر ناقابل تسخیر ہے۔ اگر دو عورتیں ہوں تو ایک سے محبت زیادہ دوسری سے کم اس لئے اسلام میں محبت نہیں رکھی بلکہ ازدواجی حقوق رکھے ہیں۔

حدیث۔ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا قِسْمِیْ فِیْ مَا اَمْلِکُ عہ یہ میری تقسیم ہے اس معاملہ میں جو میں اختیار رکھتا ہوں مجھ کو پکڑ نہ کر اس معاملہ میں جو میرے اختیار میں نہیں یعنی دل کا میلان محبت۔

معاشرتی زندگی کا نظام یہاں بیوی سے محبت پر موقوف ہے نہ مرد کو اجازت ہے کہ دوسری عورت سے محبت رکھے نہ عورت کو اجازت ہے کہ دوسرے مرد سے محبت کرے۔ یہ موجودہ شراب خور اللہ کو ازدواجی طریقہ سکھانے والے ہیں کہ پردہ نہ ہو؟ تو معاشرتی نظام درست کرنے کیلئے پردہ رکھا۔ اگر عورت باپردہ نہ ہو تو ہر مرد عورت کو دیکھے گا اور عورت مرد کو دیکھے گی تو یاد رکھو ایسا کوئی خاوند نہیں کہ جس سے خوبصورت تر موجود نہ ہو اور ایسی کوئی بیوی نہیں جس سے خوبصورت تر نہ ہو اگر پردہ نہ کیا جائے تو ہر ایک کی دوسرے پر نظر ہو گی تو مرد کا دل دوسری عورت پر محبت کریگا اور عورت کا دل دوسرے مرد پر جب وہاں جوڑ تو ادھر توڑ (یعنی جب غیر سے جوڑ تو گھر میں نااتفاقی) یہ یورپ کا اندرونی حال ہے جب طلاق کا قانون جاری ہوا تو یورپ والے غلط قرار دیتے تھے جب زندگی نے تھپڑ مارا تو طلاق قائم کی امریکہ و

عہ آپؐ ہر بیوی کے [illegible] تو کہا کرتے اے اللہ دل کا میلان میرے بس میں نہیں۔

یورپ کا معاملہ ایسا ہے کہ ہر سو میں 25 نکاح کو طلاق ہوتی ہے یہ کیوں کہ پردہ نہیں۔

حدیث۔ اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ کہ آنکھ ایک تیر ہے شیطان سے جو آدمی کے ایمان کو قتل کرنے کے لئے چلا رہا ہے روض الریاض ایک تصوف کی کتاب ہے۔ اگر اچانک نگاہ پڑے تو پھیر دو تو کوئی گناہ نہیں۔ ایک شخص کی نگاہ کسی غیر عورت پر اتفاقاً جا پڑی تو محسوس کیا جو اجنبی عورت پر نظر پڑی یہ دل کی خباثت ہے کہا کہ یا اللہ کیا کروں جس آنکھ نے تیری نافرمانی کی کیا کروں تصور کرتے کرتے کسی آلہ سے آنکھ نکال دی دیکھو یہ تھے محب اور آج کل تو فیصلہ یورپ کے قول و فعل پر ہو رہا ہے یہ مذکورہ واقعہ روض الریاض میں سے منقول ہے۔

درس نمبر: ۴۱
7 جون 1964ء

مَردوزن کی قانُونی وحقُوقی مساوات

پچھلے درس میں ان اسباب کا بیان تھا جو انسان کو رحمت سے محروم کرتے ہیں اسی سلسلہ میں ایک بات عورت کے پردہ تک پہنچی تھی۔آج تو نئے نئے مسئلہ پیدا ہو گئے ہیں ایک وہ فیصلہ جو عورت کے بنانے والے نے کیا اور ایک وہ جو یورپ یا امریکہ کے اثر سے مسلمان دوسرا فیصلہ چاہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مرد عورت سے اور جو عورت مرد سے مشابہت کریگی وہ رحمت سے محروم ہیں یہ حدیث پہلے درس میں سنائی تھی اس پر آج کچھ روشنی ڈالتا ہوں کہ یورپ و امریکہ کیلئے عورت کا مسئلہ عجیب بن گیا ہے۔ جتنا سدھارو اتنا ہی بگڑتا ہے مطلب یہ کہ مسئلہ حل وہ کریگا جو عورت کی فطرت کا شناس ہو۔

فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

دیکھو طلاق کا قانون اسلام میں تھا یورپ اعتراض کرتا تھا جب تنگ ہوا تو کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کی قدر ہو نتیجہ یہ کہ ہر سو میں 25 عدد طلاق یہ ایسی بہت تعداد ہے کہ شوہروں نے تنگ آ کر خود کشی کی ہے/لڈوسی ایک انگریز گزرا ہے اس نے لکھا ہے کہ اگر عورت کو مسلم طور پر نہ چلاؤ گے تو یورپ جہنم بنا رہے گا یہ آج 14 سو سال قبل کی باتیں ہیں۔آج سب مذہب ٹھوکریں کھا کر پھر وہیں آتے ہیں آج مساوات کی آواز اٹھائی جارہی ہے کہ مساوات ہو یعنی عورت و مرد میں مساوات ہو۔ مساوات 2 قسم کے ہیں ایک قانونی مساوات کہ اگر مرد عورت کو قتل کرے تو سزا پھانسی دوسرا عورت مرد کو قتل کرے تو پھانسی نماز وغیرہ سب میں عورت و مرد برابر ہیں دوم حقوقی مساوات یہ دو قسم ہیں۔ فطری مساوات، مصنوعی مساوات، فطری کہ ہر ایک کی فطرت علیحدہ ہے مرد کی فطرت دیکھ کر اس کے مطابق فطرت دی اور عورت کی فطرت دیکھ کر اسکے مطابق فطرت دی۔ مثلاً اللہ نے سر کی فطرت سوچنے اور پاؤں کی فطرت چلنے کیلئے رکھی۔ اب جو مساوات کی رٹ لگا رہے ہیں تو سر اور پاؤں کی بھی تو مساوات ہو پاؤں یہ کہہ رہا ہے کہ یورپ امریکہ مساوات اٹھا رہے ہیں میں بھی حقدار ہوں کیونکہ میں اتنا بوجھ اٹھائے پھرتا ہوں امریکہ اور یورپ نے مساوات لیا مجھ میں بھی مساوات ہو یعنی کچھ مدت میں بادشاہی سر کی طرح

کروں تاکہ کچھ مدت میں اوپر کو جاؤں اور سر نیچے یعنی الٹا سر کے بل چلو۔ اگر یہ سر کے بل چلنا یورپ کے سامنے پیش کرو تو انکار کریں گے قرآن۔ وَاللهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ کہ انکو سیدھی بات نہ آوے گی۔ کیا کان آنکھ کو کہہ سکتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں وہ تو سننے کیلئے ہے اسکو دیکھنے سے کیا۔ اسی طرح کھانوں کا مزہ صرف زبان پر منحصر ہے باقی اعضاء یہ درخواست نہیں کر سکتے کہ اے زبان ان مزوں میں ہمیں بھی شریک کر لو۔

عورت کے حقوق

حقوق عورت کے متعلق اسلام نے جو انتظام کیا ہے اسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا مقام جوان کے برابر نہ تھا۔ اسلام سے قبل اگر حیوان کا بچہ پیدا ہوتا تو خوشی ہوتی مگر جب یہ اطلاع ملتی کہ تیری لڑکی پیدا ہوئی ہے تو غصہ سے منہ بھر آتا۔ اور لڑکی زندہ درگور کر دیتے۔ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ کہ زندہ درگور کے متعلق سوال ہو گا۔ اسلام سے قبل عورت کی یہ حالت تھی۔ اسلام نے عورت کا مقام بلند کیا اسلام سے قبل میراث کسی عورت کو نہ ملتا تھا۔ خود عورت میراث تھی۔ وارث نہ تھی عورت وارث نہیں بلکہ موروث تھی دنیا میں عورت کی یہ حالت تھی۔ اسلام نے وہ روشنی دی کہ کرۂ ارضی میں نظیر نہ تھی جو آدمی کسی بچی یا عورت کو قتل کر دیتا تو اسکے بدلہ اسکو پھانسی دی جاتی۔ تو اس اسلامی قانون کے بعد

بچی زندہ در گور نہ کی گئی اور عورت کو موروث نہیں بلکہ وارث بنایا باقی وراثت میں جو تفاوت ہے وہ فطرت و حکمت پر مبنی ہے۔ خواجہ ناظم الدینؒ گورنری کے وقت قلات آئے تو عورت کے مسائل پر بحث چلی کہا کہ میں اسلام کے طفیل گورنر بنا کہا کہ بنگال میں قبل وراثت مرد کو ملتی تھی نہ کہ عورت کو۔ میرے والد بہت غریب تھے میری والدہ اپنے والد کی وارث بنی کافی جائداد ملی مجھے تعلیم دی کہ گورنر بنا۔ تو پوچھا کہ حصہ میں تفاوت کیوں ہے؟ میں نے کہا پہلے تو یہ تصور خدا کے احکام میں درست نہیں۔ آپکا تصور ایک فٹ وہ کروڑوں (انتہا) میل یہ اس لئے کہ میں نے کہا کہ لڑکے نے شوہر بننا ہے کہ بیوی کے خرچ کا بوجھ گردن پر پڑے گا۔ یہ اسلامی قانون اور موجودہ انگریزی قانون حکومت میں بھی یہ خرچ اخراجات وغیرہ مرد کے سر ہیں اور عورت نے کیا بننا ہے کہ اس کا خرچ دوسرے پر ہو گا نکاح کے بعد مرد پر عورت کا خرچ پڑے گا نہ کہ عوت پر مرد کا۔

جب یہ بات سنی تو ناظم الدینؒ کی آنکھوں سے آنسو آگئے اور کہنے لگا ہم تو بڑی نفرت میں تھے میں نے کہا کہ تم تو مولوی کے پاس نہیں آتے آج اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو انگریز کے مطابق تم ان سے بھی نفرت کرتے۔ بہرحال حقوقی مثال کی دو قسمیں ہیں فطری، مصنوعی۔ مرد کا بنانے والا اللہ

اور عورت کا بنانے والا اللہ۔ اللہ حکیم تھا کہ ممتاز صورت میں طرفین کو بنایا کچھ چیزیں مرد کو دیں کچھ عورت کو دیں۔ سب سے قبل عقل کی طاقت زیادہ مرد کو دی عورت کو کم دی۔ ایک آدھ عورت عقل میں زیادہ ہو نہیں یہ اکثریت کا بیان ہے۔ یہ دعویٰ آج تک نمایاں ہے کہ باوجود آزادیٔ عورت کا دعویٰ بلند کرنے کے بعد بھی مرد زیادہ عقلمند ہیں۔ چلو یورپ و امریکہ کو لیلو۔ کہ بہترین عہدہ افسر پر مرد زیادہ تعین ہیں کہ عورتیں باوجود تعلیم نسواں کے بھی یہ حال ہے۔ تعلیم کے ہر شعبہ میں دیکھو مرد زیادہ عقلمند ہیں۔ یہ اس فطرت کی روشنی ہے جو اللہ رکھ رہا ہے کہ مرد کو زیادہ عقل دی اور عورت کو کم عقل دی۔ عقل کے سلسلہ میں تفاوت اور قوت حفظ میں بھی تفاوت۔ ہم میں دیکھو ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ جیسے لوگ پیدا ہوئے۔ مطلب یہ کہ یورپ و اسلام دونوں میں عورتیں کم درجہ پر ہیں اور مرد بلند درجہ پر ہیں قرآن پر بہت مرد حافظ کہ عورتیں؟ باوجود اسکے کہ دونوں طرف حفظ کی خواہش ہے یہ ایک فطری دلیل ہے کہ جس طرح عقل میں بھی تفاوت ہے[1]۔ ایک واقعہ کو حفظ کرنا۔ دماغ میں لانا منضبط کرنا تو عقل و حفظ کو برابر ہونا چاہیئے تھا۔ اسلام نے بتایا کہ ایک مرد کے برابر گواہی دو عورتوں کی ہو کہ اگر ایک بھولی تو دوسری بتائے گی۔ تیسری تفاوت وہ فطری طور پر غلبہ حیاء ہے۔ حیاء ایک صفت ہے جو حیوان میں موجود نہیں۔ بغیر انسان

---

[1] حفظ میں بھی تفاوت ہے۔

کے یہ صفت کسی میں نہیں یہ صفت خاصہ انسانی ہے مثلاً انسان میں مرد و زن کا تعلق برملا نہیں مگر حیوان وغیرہ یہ جفتی تعلقات میں یہ نہیں دیکھتے کہ جلوت ہے کہ خلوت۔ معلوم ہو گیا کہ حیاء کی صفت صرف انسان میں ہے۔ اللہ نے عورت میں مرد کے مقابلہ میں حیاء والی صفات زیادہ رکھیں۔ مرد جس طرح نڈر ہو کر جاتا ہے عورت مردوں کی بھیڑ میں نڈر ہو کر نہیں گزرتی یہ اس حیاء کا اثر ہے (جو فطری طور پر اللہ نے زن میں رکھا) اگر مرد کو حکم دو کہ پورا مہینہ گھر کی چار دیواری میں رہو تو مرد کی فطرت یہ برداشت نہیں کر سکتی۔ اور شریف عورت گھر میں بیٹھی ہے کوئی بوجھ نہیں۔ یہ فطرت پر ہے کہ مرد باہر کیلئے اس لئے چار دیواری میں بوجھ ہے اور عورت گھر کیلئے اس لئے بوجھ نہیں۔ باقی یہ کہ ہم بگاڑ دیں۔ مرد سے کوئی کام کروالو کر سکتا ہے مگر عورت کے فرائض میں کوئی کام نہیں کر سکتا مثلاً کم سن بچہ پیشاب کر دے تو مرد کو کہو کہ یہ دھو دو تو مرد بھاگ جائے گا۔ (بچہ رات بھر چلاتا تھا مگر بیوی نے کچھ بوجھ نہ سمجھا) اخبار میں آیا کہ ایک عورت مر گئی ایک بچہ رہ گیا وہ مرد کو تنگ کرتا تھا آخر کار تنگ آ کر دریا میں کسی چیز پر رکھ کر بہا دیا مار تو نہ سکتا تھا کیونکہ اولاد تھی۔ شریف گھرانے کی عورتیں سالن وغیرہ پکائیں گی اگر مرد کو کہو تو یہ نہ پکائے گا مطلب یہ کہ ایک تفاوت عقل دوم حفظ سوم خانگی۔ خانگی امور میں عورت کو زیادتی دی مرد کو نہ دی۔ اندر

رہنے کی بندش نہیں کیونکہ عورت پر حج بھی تو فرض ہے جہاد میں بھی بعض اوقات عورت جاسکتی ہے وہ حیاءہیں ہے وہ مرد کی بھیڑ میں نہیں جاسکتی۔

چوتھا امر قوت ارادی۔ہر شخص وہ کرتا ہے یعنی جو چاہتا ہے جس کا چاہنا اونچا وہ اونچا کریگا جس کا چاہنا نیچا وہ نیچا کریگا۔ فطری اصول کا فیصلہ اکثریت پر ہو گا عورت کی تمنا صرف عمدہ زیور۔کپڑے۔برتن وغیرہ۔یہ ارادہ شاذونادر کسی ایک عورت کا ہو گا کہ بادشاہ بنوں اور دشمن کے سامنے فوج کو شکست دوں۔ معلوم ہو گیا کہ مرد کو اونچا ارادہ دیا اور عورت کو کم ارادہ دیا۔ یہ دائرہ کار کی طرف اشارہ ہے کہ دائرہ کار مرد کو الگ دیا اور عورت کو الگ دیا کیونکہ فطرت علیحدہ علیحدہ ہے۔ آج تمام فوجی آفیسر کی تعداد دیکھو اکثر تعداد مرد کی ہے اب بھی یہ سب عہدے مرد کے پاس ہیں عورت کے پاس نہیں۔ معلوم ہو گیا کہ فوجی احکام صرف مرد بجا لاسکتا ہے۔

یہ یورپ والے عورت سے شفقت نہیں کرتے کہ آزادئ نسواں ہو بلکہ حیوان بنا کر رکھنا چاہتے ہیں کہ وہ ہر مقام پر ہمارے قریب ہو کالج میں جائیں توہمارے قریب ہو۔ہاسپٹل وغیرہ جہاں بھی جائیں بازار وغیرہ عورت ہمارے قریب ہو تاکہ ہم اپنی خواہشات پوری کر سکیں۔ مگر اسلام نے تو عورت کا بہت بڑا کردار رکھا کہ کوئی پیغمبرؑ عورت کے سوا پیدا نہ ہوا۔ جو ہستیاں خدا

کے ماتحت ہیں وہ سب ماں سے پیدا ہوئے آج وہ اس ماں کو کھلونا بنائے پھرتے ہیں کہ ہر مقام پر کالج وغیرہ میں موجود ہو یہ تو عورت کو بلند مقام سے گرانا ہے۔ اور عورت کم عقل پہلے سے ہے کہ موجودہ وقت کے نظام کو بلندی اور اسلام کے نظام کو پستی سمجھتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے وقت وصیت فرمائی کہ میرے بعد عورت سے اچھا سلوک کرنا یہ معلوم تھا کہ مرد کو عورت پر فوقیت ہے اس لئے یہ وصیت فرمائی تاکہ انصاف ہو۔
دوم نماز۔ سوم غلام کے حقوق۔ اگر
انگریز نماز پڑھنے لگتے تو کوٹ پتلون والے تو ہمیں مسجد میں جگہ نہ دیتے۔ بہرحال آدمی ماں باپ دونوں سے پیدا ہوا ہے۔ کسی نے سوال کیا کہ سب سے احسان کس سے زیادہ کروں فرمایا۔ اُمَّکَ اُمَّکَ اُمَّکَ۔ تین بار فرما کر پھر فرمایا ثُمَّ اَبَاکَ استنباط یہ کہ باپ کا حق ماں سے چوتھائی نمبر ہے واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منصفانہ کام فرمایا۔ ماں باپ دونوں بچہ کی خدمت کیلئے ضروری ہیں مگر ماں کو بہت تکلیف ہے۔ یعنی ماں کی خدمت بہت ہے۔ دیکھو بچہ جنتے وقت عورت کو تکلیف ہوتی ہے اور باپ ہنستا پھرتا ہے ایک گویا قربانی ولادت ہوئی دوم حمل کے وقت قربانی کہ پیٹ میں وزن اٹھائے پھرتی ہے آج باپ کے پیٹ میں پتھر رکھدو تو کتنی تکلیف ہوگی۔

قرآن شریف کہ کمزوری کے باوجود ماں بچہ کو پیٹ
میں اٹھاتی ہے۔اور رضاع یعنی دودھ پلانا یہ خدمت میں صرف ماں
سے ہیں باقی سب میں دونوں شریک ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے عورت کو کتنا حق دیا کہ تین گنا زیادہ مرد سے درجہ بلند فرمایا۔
بہرحال حقوق کے سلسلہ میں اسلام نے یہ چیز رکھی۔

مردوزن میں فطری تفاوت

وہ صحت بدنی کے اعتبار سے عام مرض تو دونوں کو
لاحق ہوتے ہیں لیکن کچھ کمزوریاں عورت سے ہیں۔ مثلاً ایام
ماہواری یہ مرض سبب کمزوری ہے وہ درست کام کرنے پر تیار نہ
ہونی۔ یہ معاملہ ہر ماہ ہوتا ہے شرعی قانون کے اعتبار سے تین دن
سے دس دن تک دوسری مرض صفت نفاس کہ چالیس دن پیدائش
کے بعد کمزوری۔ سوم تکلیف حمل، تو معلوم ہو گیا کہ کام کرنے
کیلئے ارادہ کی چاہ میں تفاوت وغیرہ تو الگ مگر آج کل یہ کوشش کی جا
رہی ہے کہ آزادئ نسواں ہو عورت کو مرد کے شانہ بشانہ چلاؤ۔

مجموعی حیثیت سے عام تعداد میں مرد زیادہ طاقتور
ہیں عورتوں سے۔ مردوں میں کالے امام بن کر ملیں گے۔ عورت
مرد سے فطرت میں ممتاز مرد عورت سے فطرت میں ممتاز۔ گھر کے
اندر کام عورتکے سپرد بیرون کام میں مشقت زیادہ کی ضرورت ہے
اس لئے خارجی اشغال مرد کے متعلق رکھے۔ خانگی امور سے عورت

کو وابستہ کیا۔ اقتصادی اعتبار سے عورت زیادہ نہیں کما سکتی۔ خود حضرت فاطمہؓ نے کام کیا ہے آج تو اعتراض کرتے ہیں حضرت بی بی فاطمہؓ جھاڑو خود دیا کرتی تھیں۔ مشک باہر سے بھر کر خود لایا کرتی تھیں جس کی وجہ سے کندھے مبارک میں نشان عظیم ہو گئے تھے۔ چکی خود چلایا کرتی تھیں۔ جسکی وجہ سے ہاتھ میں گانٹھیں پڑ گئی تھیں۔

ساری عورتیں حضرت فاطمہ الزہراؓ کی غبار کی قدر تک نہیں پہنچ سکتیں۔ اور بی بی پاک کے فرائض یہ ہیں کہ ہمارے سامنے تمام عورتوں کی پیشوا ہیں۔ مسلمان کی عورت کیلئے یورپ کی عورت رہنا نہیں۔

عورت جنت ہے۔ کپڑے دھونے۔ چکی پیسنا، پانی کا انتظام کرنا، گھر کی صفائی کرنا، ایمان سے کہو کہ اگر عورتیں یہ کام انجام نہ دیں۔ اور عورت کو کارخانہ میں کلرک بنادو تو کتنا خرچ ہو گا جھاڑو کی علیحدہ تنخواہ اور باورچی اور کپڑے دھونے کی علیحدہ تنخواہ بچہ پرورش کی علیحدہ تنخواہ ہو گی۔ ہمارے ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ عورت دس تنخواہیں حیاء و شرم میں رہ کر گھر میں لے رہی ہے اور یہ تو میری بیوقوفی ہو گی کہ دس تنخواہوں سے ہٹا کر کلرک بنا کر ایک تنخواہ پر لگا دوں اسلام میں تنگ نظری نہیں۔ بڑے کام اور ہیں مگر فطرت پر ایسے واقعات کثرت سے آتے ہیں۔ کہ

جنگ یرموک میں سارے یورپ کے مقابلہ میں صرف مٹھی بھر صحابہؓ لڑ رہے ہیں۔ عین میدان جنگ میں ایک صحابیؓ عورت کے ساتھ نکاح کرتا ہے اور پہلی رات ہے۔ مسلمان کے گھر تو پہلی رات عورت جماد بن جاتی ہے کہ چارپائی سے اٹھاتا بھی مرد ہے۔ پہلی رات عیسائیوں نے ایسا حملہ کیا کہ بڑے بہادر بھی پیچھے ہٹ گئے۔ دلہن جنگ کے میدان میں چلی سات کافر مار ڈالے حیاء کے ساتھ یہ چیزیں جمع ہو سکتی تھیں۔ حضرت فاطمہ الزہراؓ یہ کام کرتی تھیں آج ہماری عورتیں انکار کرتی ہیں۔ اسیر جنگ کافروں کی عورتیں آتی ہیں حضرت علیؓ نے بی بی فاطمہؓ الزہرا کو فرمایا کہ اپنے باپ سے ایک عورت مانگ لاؤ مجھے تیری تکلیف ناگوار گزرتی ہے۔ ایک بار چل پڑیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گئیں تو واپس آ گئیں فرمایا کہ میری جرأت نہیں ہوتی حیاء کی وجہ سے پھر گئیں خود نہ حاضر ہوئیں بلکہ حضرت عائشہؓ کو کہا آپ میری طرف سے کہہ دینا جب درخواست دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بی بی فاطمہؓ الزہرا کے گھر تشریف لے آئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہم اٹھنے لگے فرمایا بیٹھے رہو۔ کہا کہ تم نے درخواست کی ہے۔

دیکھو احترام کیسا کہ خود تشریف لے آئے نوکرانی کے بارے فرمایا کہ مجھ سے عورت مانگتی ہو بات یہ ہے کہ

اصحاب صفہ اللہ کے دین پھیلانے کیلئے تعلیم حاصل کر رہے ہیں مجھے ان کا فکر ہے میں انکو بیچ کر انکا خرچ کرونگا اور فرمایا کہ مجھے عجیب بات بتلاؤں تسبیح فاطمیؓ کہ سونے سے قبل 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمد اللہ، 34 بار اللہ اکبر پڑھو۔ کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ساری عمر پڑھی! حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جنگ صفین میں بھی پڑھی۔ تو معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کا خیال کیا۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت بی بی فاطمہ الزہراؓ کا چلنا پھرنا سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھا۔ موت کے وقت بی بی فاطمۃ الزہراؓ قریب بیٹھی تھیں رونے لگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوشیدہ بات فرمائی۔ وصال کے بعد حضرت صدیقہؓ نے فرمایا فاطمۃؓ الزہرا سے کہ کیا بات تھی فرمایا کہ یہ تو راز پیغمبر ہے پھر فرمایاؓ کہ ماں کا حق جتلا کر پوچھتی ہوں فرمایا کہ روئی اس لئے کہ وصال ہونے والا ہے میں فراق برداشت نہیں کر سکتی۔ اور پوشیدہ بات یہ فرمائی کہ رونے کی بات نہیں۔ میری روانگی کے بعد خاندان میں ملاقات سب سے قبل تجھ سے ہو گی۔ مطلب یہ کہ موت آپ کی جلد ہو گی تو میں ہنس پڑی۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْاَنَّھَا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

اگر میری مصیبت انکو دی جاتی تو دن رات بن جاتی۔ میرا مطلب یہ کہ فاطمۃ الزہراؓ اس وقت تمام امت کی رہنما ہیں۔

درس نمبر: ۴۲
4 ستمبر 1964ء

تعوّذ و تسمیہ سے زندگی میں کیا تغیّرات کر سکتے ہیں؟

پہلے درسوں میں اعوذ باللہ و بسم اللہ کا بیان تھا اب انکے متعلق آخری چیز بیان کر کے ختم کرتے ہیں۔ ان دونوں کی پوری تفصیل گزر چکی ہے اب یہ کہ اعوذ باللہ اور بسم اللہ مسلمان کو کیا سبق دیتے ہیں اور ہمیں ان سے کیا سبق سیکھنا چاہیئے اور ان سے ہم اپنی زندگی میں کیا تغیرات کر سکتے ہیں۔

دنیا میں ایک شر اور ایک خیر ملی جلی آرہی ہیں جب سے دنیا آئی اور ختم تک یہ ملے رہیں گے ان دونوں کو جدائی قیامت میں ہو گی۔ یہ شر و خیر اس قدر ملے ہیں کہ پوری دنیا بھی نہیں توڑ سکتی اور وہاں قیامت میں شر کو جہنم اور خیر کو جنت ملے گی مگر دنیا میں اکٹھا رہیں گے۔ قرآن اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا شر کا علیحدہ ٹھکانہ جہنم ہے اور خیر کا ٹھکانہ الگ جنت ہو گا قیامت کے بعد پھر جمع نہ ہونگے اللہ نے ہر چیز کا مرکز بنایا ہے۔ دو مثالیں دیتا ہوں روشنی کا ایک مرکز آفتاب ہے تمام روشنیاں اسی سے وابستہ ہیں۔

اور پانی کا مرکز بارش ہے تمام پانی بارش سے وابستہ ہیں اگر 20 سال بارش نہ ہو تو دریا چشمہ وغیرہ میں پانی کا ایک قطرہ نہ ہو۔ غالباً اللہ نے یہ حکمت رکھی ہوگی کہ انسان اللہ تعالی کو روزی کی وجہ سے بھولتا ہے اس لئے پانی وغیرہ اپنے ہاتھ میں رکھا کہ اے بندے پانی میرے ہاتھ میں ہے قرآن۔ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ۔ تو شر کا مرکز شیطان اور خیر کا مرکز رحمٰن ہے۔ بسم اللہ سے کیا فائدہ کہ خیر طلب کرنا اعوذ باللہ سے شر دور کرنا ان دو مرکزوں کے بعد اولاد آدمؑ۔ شروع میں ایک شیطان ایک آدم۔ شیطان کو اللہ نے ناپسند کیا اور آدمؑ کو پسند کیا۔ تو ابتداءً میں دوستیاں تھیں اب اولاد آدم میں دو بلاک ہیں جو شیطان کی پیروی کرنے والے ہیں وہ حزب الشیطٰن ہیں اور جو رحمان کی پیروی کرنے والے ہیں وہ حزب اللہ ہیں۔ تو کل انسان دو بلاک میں ہوئے۔ دنیا بھی دو بلاک میں تقسیم ہے ایک روسی اور دوسری امریکی۔ دو بلاک میں حقیقی طور پر اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہ شیطان کی پیروی کرنے والے ہیں یہ نقصان اٹھانے والے ہیں أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہ اللہ کی پیروی کرنے والے ہیں یہ کامیاب ہونے والے ہیں۔ تو شر کا مرکز شیطان اور خیر کا مرکز رحمان ہوا۔ قرآن نے دونوں کو ظاہر کیا یہ دو گروہ ہیں نتائج بھی قرآن میں ہیں اس لئے اللہ نے فرمایا کہ قرآن تلاوت کرنے والے کو چاہیے کہ قبل اعوذ باللہ تلاوت

کرے اور یہ تصور ہو کہ شر سے بچو۔ اور پھر بسم اللہ تلاوت کرے اور تصور کرے کہ رحمٰن سے وابستہ ہو۔ یعنی شیطان سے کٹو اور رحمان سے جوڑو۔ کٹنا نہیں بلکہ انسان کے اندر دو جذبہ رکھے عداوت اور محبت اس لئے تو ایک جماعت یا ایک فرد دوسرے سے دشمنی یا محبت کرتا ہے اللہ نے جب دشمنی کسی حکمت کے تحت رکھی۔ اور یہ مہربانی فرمائی کہ تمہارا اصل دشمن کونسا ہے ارشاد فرمایا، اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اگر کسی کو دشمن بنانا تو شیطان کو بنانا اگر کوئی چیز شیطان لائے تو اسکے ساتھ مقابلہ کر کے فتح حاصل کرو تاکہ ایمان نہ چھن جائے۔ بزرگان میں ایک مراقبہ عداوتِ شیطان بھی ہے کہ ہر شر شیطان سے ہے۔

دو بلاک ہیں کہ شیطان سے کٹ کر رحمان کے ہو جاؤ۔ یہ دو تصور اعوذ باللہ اور بسم اللہ نے دئے یہ بڑا احسان فرمایا۔ کہ شیطان سے کٹ کر رحمان کے ہو جاؤ اور الگ سے تدبیر بھی دی وہ صرف لفظ اللہ ہے اعوذ باللہ و بسم اللہ میں۔ اللہ عربی میں اس ذات کا نام ہے جسمیں تمام کمالات ہیں تمام خرابیوں اور تمام عیوب سے پاک ہے۔ یعنی لفظ اللہ سے اس سے گویا شیطان کی تدبیر ختم ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے التبیان فی اقسام القرآن میں فرمایا کہ شیطان کے پاس ورغلانے کے دو ہتھیار ہیں یا شیطان کو اپنے کام میں دو ہتھیار ہیں۔ ایک شبہات اور ایک شہوات۔ شبہات شک میں ڈالنا

شہوات مزہ کیلئے گناہ کی طرف جھکنا اور بڑا کم بخت آدمی شہوات اور شبہات دونوں پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ مدینہ میں بھی تو دین ہے اس ملک میں تو روزانہ دین تیار ہو رہا ہے کہ اگر یہ نہ مانے تو وہ کافر ہے ایک دین محمدی ہے جو 13 سو سال سے ہے دوسرا دین جا ہے میں بناؤں یا کوئی اور مولوی تو اسکو دیوار پر مارو اگر کوئی مولوی مسئلہ بیان کرے تو اسے قسم دو کہ یہ قبل زمانہ محمدی میں تھا کہ نہیں اگر نہیں تو اسکے منہ پر مارو۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ مجدد تھے ایک شیعہ بزرگ انسے مناظرہ کیلئے آئے شاہی دربار میں مناظرہ منعقد ہوا شیعہ پہلے پہنچ گیا حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ جب تشریف لائے تو خلاف معمول دربار شاہی میں جوتا اپنی بغل میں ڈال کر آئے قاعدہ کے مطابق کرسی کے نیچے جوتا رکھتے بلکہ جوتا اپنی ران پر رکھ کر بیٹھ گئے۔ مقابل مناظر نے اعتراض کیا کہ یہ عجیب سنی مولوی ہے کہ شاہی دربار کے قانون سے بھی واقف نہیں جوتا بغل میں دبائے لایا۔ اللہ والوں کے دل روشن ہوتے ہیں فرمایا کہ میاں یہ صحیح ہے کہ یہ بدتہذیبی ہے لیکن یہ تو پوچھو کہ کیوں لایا۔ فرمایا ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شیعہ سنی کا مناظرہ ہوا تو شیعہ نے جوتی چرالی تھی آج یہ موقعہ تھا مجھے خیال آگیا اس لئے جوتی اٹھالی۔ تو شیعہ بولا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شیعہ تھے؟ تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں حضرت ابو بکرؓ کے

زمانہ میں۔ تو شیعہ عالم نے کہا کہ ابو بکرؓ کے زمانہ میں کیا شیعہ تھے؟ فرمایا میں بھول گیا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسی طرح چار یاروں کے نام علی الترتیب شمار کئے اور شیعہ بھی وجود شیعہ کا انکار کرتا گیا۔ تو فرمایا کہ بس مناظرہ ختم ہو گیا فرمایا کہ جو دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور چار یاروں کے زمانہ میں نہیں تھا وہ دین نہیں۔ تو لہٰذا اس شیعہ نے مناظرہ میں شکست کھائی۔ دیکھو اللہ والے کی جوتی نے مناظرہ جیت لیا۔ کتاب التبیان فی اقسام القرآن میں ارشاد فرمایا۔ کہ ایک شبہات اور ایک شہوات دونوں کا توڑ اعوذ باللہ اور بسم اللہ میں لفظ اللہ ہے۔ شبہات کا معنی کہ عمل میں شک ڈالنا اور عمل کے ساتھ عقیدہ وابستہ ہے اور شیطان اپنے فن کا ماہر ہے اور استاد ہے وہ جانتا ہے کہ اگر عقیدہ میں شک و شبہ آجائے تو یقینی ایمان ختم ہو جائے گا تو اسلئے شیطان ایسے شبہ ڈالتا ہے کہ عقیدہ میں شک ہو جائے تاکہ ایمان ختم ہو جائے۔ اور آج کل کے رسالہ اخبار وغیرہ ایسے ہیں جو ایمان میں شک ڈالتے ہیں۔ میں نے یہ کہا کہ اٰمَنتُ باللّٰہِ الخ والے عقیدہ میں ذرا بھر بھی شک ہو جائے تو ایمان ختم ہو جائے۔ شبہ اور ایمان میں ایسی دوری ہے کہ مثلاً آگ اور پانی میں جس طرح دوری ہے یہ دونوں مصالحت نہیں کر سکتے۔ ذرہ بھر بھی شک ہوا تو ایمان ختم ہو گیا۔ معنی یہ کہ شک و شبہ سے ایمان ختم۔ کیونکہ شک سے عمل بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً آج کل 16 گھنٹہ کا روزہ یہ ایک

بہت عبادت ہے مشقت ہے روزہ کا عمل کب وجود میں آئے گا
جب آپکا یہ یقین پختہ ہوگا کہ اس تکلیف سے اجر کروڑہا درجہ زیادہ
ہے روزہ کی منفعت کا یقین پختہ ہے تو فائدہ ہوگا روزانہ مسلسل پانچ
مرتبہ نماز کی پابندی وہ کریگا جو جانے کہ اس تکلیف سے فائدہ بہت
زیادہ ہے یہ مسلسل نماز کی پابندی عقیدہ سے وابستہ ہے اگر عقیدہ
میں پختگی تو عمل میں چستی ہوگی ورنہ ستی۔ اب تو شیطان نے یہ شبہ
ڈال دیا کہ حج نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ کے اجر جو مولوی بتلاتے ہیں وہ ہوگا کہ
نہیں؟ یہ ملعون اللہ اور رسول کی طرف منسوب نہیں کرتا کہ یہ اجر
بتلایا ہے بلکہ مولوی کی طرف کیونکہ مولوی کی بات میں شک
بنسبت اللہ و رسول کے زیادہ ہوتا ہے اس لئے شیطان نے کہا کہ جو
مسئلہ بھی ہو وہ مولوی کی طرف منسوب کیا جائے تاکہ نفرت ہو۔ تمام
عمل کے متعلق بتلا دیا۔ عقیدہ مضبوط تو عمل درست۔ عمل میں کمی یہ آج
کل عقیدہ کی کمزوری سے ہے۔ مثلاً انسان رشوت و سود خور ہے اور
شراب خور ہے بظاہر کھاتا پیتا ہے حالانکہ اللہ و رسول و مولوی و صحابہ رض
وغیرہ نے فرمایا کہ ان میں نقصان ہے تو انکے فرمانے کے باوجود
ان میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ اگر بل ہو اور ایک آدمی کہہ دے کہ اس میں
سانپ ہے لیکن کون ہے کہ ہاتھ ڈالے ایک آدمی جس کا کذب
اور صدق بھی ثابت نہیں کیونکہ اگر روپیہ میں 16 آنے یقین نہیں اور
ایک آنہ یقین ہو تو وہ بھی روکتا ہے کہ بل میں ہاتھ مت ڈال لیکن

روزمرہ کا گناہ سانپ بچھو سے کم نہیں بلکہ بہت زیادہ خطرناک ہے اور اس کا ضرر بتلایا بھی اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنکے صدق میں ذرہ بھر بھی شک وشبہ نہیں اور پھر صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین نے فرمایا پھر بھی انسان ان بد چیزوں سے رکتا نہیں اگر اللہ فرمائے کہ گناہ سے رک جا تو رکتا نہیں مگر ایک ادنیٰ آدمی کہے کہ بل میں سانپ ہے تو رکتا ہے ہم نے تو اللہ و رسول کو ایک ادنیٰ آدمی کے برابر بھی نہ سمجھا۔ بتلانا یہ تھا کہ عقیدہ کی کمزوری ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ عقیدہ کیا چیز ہے اور راز بھی کھل گیا کہ اگر عمل خراب تو سزا ہے۔ لیکن جسکا عقیدہ خراب وہ خدا کا باغی ہے اور اگر عقیدہ درست اور عمل خراب تو سزا تو ہے مگر باغیٔ خدا نہیں۔ اور عقیدہ کے ختم ہوجانے سے ایمان ختم ہوجاتا ہے۔ اگر انسان کا عقیدہ صحیح اور عمل نہ دارد تو توبہ کا ذریعہ فرمایا کہ اس سے اللہ کو منوالو۔ مثلاً جہاد کر رہے ہیں ایک تلوار ہے لوہے کی اگر تلوار تیز دھاری دار تو جہاد کا مقصد مکمل دشمن کو کاٹ دیگی اگر زنگ آلود تو مقصد مکمل نہ ہوگا۔ اگر عقیدہ تیز ہوگا تو مقصد مکمل۔ اور زنگ آلود تو نقصان لیکن مثال اور واقعہ میں بھی فرق عظیم ہے اگر جہاد میں تلوار زنگ آلود تو لوہا تیز ہوسکتا ہے تو کمزور عقیدہ بھی درست ہوسکتا ہے اگر شروع سے تلوار ہی نہ ہو تو پھر کیا اگر شروع سے عقیدہ نہ ہو تو وہ آدمی گیا گزرا۔ وہ بمنزلہ تلوار کے ہے (عقیدہ)

بہر حال معلوم ہؤا کہ عقیدہ کو بہت تعلق ہے اور عقیدہ کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی حکومت کے بادشاہ کو بادشاہ مان رہا ہو اس سے دفتر میں ایک غلطی ہوئی جو ضابطہ گورنمنٹ کے خلاف تھی یہ مجرم تو ہے لیکن باغی نہیں۔ لیکن دوسرا جو سرے سے حکومت کو بھی نہیں تسلیم کرتا یقینی بات کہ وہ باغی ہے اور ملک میں نہیں رہ سکتا۔ یہ فرق کافر اور مسلم میں رعیت کے ساتھ اور معاملہ۔ اور باغی سے اور معاملہ۔ تو اللہ نے کہا ایک شبہات دوم شہوات جو انسان کو گناہ پر آمادہ کرتے ہیں۔ کہ مرزائی ہو جاؤ تو افسر بھی بن جاؤ گے اور شادی وغیرہ بھی جلدی ہو جائے گی۔ یا انسان بعض وقت رشوت لیتا ہے کہ اپنی تنخواہ سے تو پھل وغیرہ نہیں کھا سکتا اگر رشوت لی تو مزہ ہو گا۔ ایک چیز کہ تعدد لذت گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔ شیطان ذھن میں یہ ڈالتا ہے کہ یہ تو مولوی کی بات ہے کہ رشوت وغیرہ مت لو۔ اگر یہ رشوت وغیرہ لو گے تو مزہ ہو گا تو یہ شبہات اور شہوات شیطان کے دو ہتھیار ہیں۔ اعوذ باللہ اور بسم اللہ میں لفظ اللہ نے دونوں کا فیصلہ کر دیا۔ عربی زبان میں اللہ کا معنی یہ ہے کہ تمام کمالات ہوں اور ہر عیب سے پاک ہو۔ اور ایک وعدہ اللہ نے اجر عمل کا فرمایا اور یہ صدق ہے اور ایک سزا فرمائی وہ بھی صدق ہے کیونکہ رب العزۃ کا ایک کمال صدق بھی ہے لہٰذا نیکی پر بدلہ ملے گا یہ درست ہے کیونکہ اللہ صادق ہیں اور شر پر سزا ہو گی کیونکہ اللہ صادق ہیں مثلاً

اس میں ایک عقیدہ ہے کہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم دنیا میں آتے ہیں اور جو عمل بھی کرتے ہیں وہ کراماً کاتبین کے ذریعہ ریکارڈ ہوتے جارہے ہیں۔ قبل زمانہ میں معلوم نہ ہوتا تھا کہتے تھے یہ کیا کہ ہمارے اعمال فرشتے لکھ رہے ہیں مگر آج کل یہ صادق ہو گیا کہ ایک کم درجہ کی کھوپڑی جو ٹیپ ریکارڈ مشین تیار کر کے لوگوں کی آواز وغیرہ محفوظ کر لیتی ہے کیا اللہ نہیں بنا سکتا؟ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جو اسکے اعمال بھر رہے ہیں جو قیامت میں کھلیں گے۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ سائنس سے اسلام کو بہت نقصان ہوتا ہے نہیں فائدہ بھی ہوتا ہے۔ فرمادیا کہ اسطرح اعمال ٹیپ پر آسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غیر محسوس اسکی کتاب اسکے کارندے سب غیر محسوس۔ حافظ قیم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی سے پوچھو کہ تیرے دماغ میں قرآن لکھا ہے کہا کہ ہاں مگر کاغذ کا ٹکڑا دیکھا جائے تو بسم اللہ کی ب بھی نہ ملے گی اسی طرح کراماً کاتبین لکھ رہے ہیں اگرچہ نظر نہ آتے ہوں۔ ایک نے سوال کیا کہ جنت اور دوزخ میں بہت فاصلہ ہو گا کہ امریکہ اور روس کا صدر ایک قطرہ پانی کو ترس رہے ہوں اور ایک کرتہ والا درویش جنت میں مزہ کر رہا ہو گا۔ اور یہ کہا کہ سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنتی و دوزخی کے درمیان مکالمہ ہو گا۔ یہ حق ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے مگر جنت و جہنم کے درمیان بہت جدائی ہو گی۔ میں نے جواب دیا کہ ایک تو یہ ہے کہ

مثلاً سید عطاء اللہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ انکی تقریر بغیر لاؤڈ سپیکر کے دور دور تک سنائی دیتی تھی اور دوسرے کسی مقرر کی نہ سنائی دیتی تھی۔ دوم یہ کہ سامع کی قوت ہو تو آواز دور سے سنے گا۔ میں نے کہا کہ آخرت کی ہر چیز دنیا کی ہر چیز سے قوی ہے۔ بولنے والے کی آواز بھی تیز اور سننے والے کی قوت سامعہ بھی تیز۔ اور جب یہ نظیر موجود ہے کہ کمزور انسان جدید دور میں امریکہ سے روس، روس سے پاکستان وغیرہ تک بول رہا ہے تو کیا خدا نہیں قوت رکھتا کہ انسان کو ایسی طاقت بخشے کہ جنتی و دوزخی ایک دوسرے کی آواز بخوبی سن سکیں۔ ایک مغرب زدہ بزرگ آیا اعتراض کیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جنت میں 70 جوڑے ہونگے اور یہ تو انسان کیلئے عذاب ہونگے۔ یہ استاد سے حدیث نہ پڑھنے کا اثر ہوتا ہے۔ آج کل بہت اہل قلم ہیں جو بغیر استاد کے ہیں اور یہ فتنہ ہیں۔ خیر میں نے پوچھا کہ اس حدیث میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ جوڑے ایک دم پہنائیں گے آپ دس جوڑے ہوں تو آپ ایک پہنتے ہیں میں نے کہا یہ تو 70 جوڑے لکھے ہیں اگر 70 ہزار بھی ہوتے تو پھر بھی بوجھ نہیں۔ بوجھ کثافت سے تعلق رکھتا ہے آخرت کی چیزیں لطیف ہوتی ہیں نہ وزنی نہ بوجھل نہ ثقیل ہوتی ہیں۔ جب یہ سنا تو اسکے بعد اسکی آنکھیں کھلیں۔ میں نے کہا کہ اگر آخرت کی چیزیں کثیف ہوں تو پھر بھی بوجھ نہیں میں نے کہا کہ تم سمندر میں غوطہ لگاتے ہو تو

آپکے اوپر کتنے من پانی ہوتا ہے کہا کہ وہ تو 60 اور 70 من سے کئی حصہ زیادہ ہوتا ہے میں نے کہا کیا محسوس ہوتا ہے کہا نہیں دیکھو اگر 2 من پتھر رکھ دو تو آدمی ختم ہو جاتا ہے اور اگر 60 یا 70 من پانی اوپر ہو تو محسوس ہی نہیں ہوتا۔ تو معلوم ہو گیا کہ یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے/کائنات تو اسکی حیثیت سے وابستہ ہے۔

درس نمبر: ۴۳
6 ستمبر 1964ء

شَیطان کے دو ہتھیار: شبُہات وشہوات

قبل درس میں حافظ ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ کا حوالہ دیا گیا تھا کہ شیطان کے پاس گمراہ کرنے کے لئے دو ہتھیار ہیں شبہات وشہوات ان دونوں کے ذریعہ نیکی سے گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔ بغداد کے پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ کے ہم عصر ایک علامہ ابن جوذی رحمتہ اللہ علیہ نے تلبیس ابلیس ایک کتاب لکھی ہے جس میں شیطان کی مخفی کارروائی کی تفصیل لکھی ہے۔ شیطان نظر تو نہیں آتا لیکن انسان کی ہر رگ میں تصور ڈالتا ہے اور انسان کو گناہ پر مجبور کرتا ہے۔ اس تفصیل پر وہ کتاب لکھی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کا بڑا کام اندارج المقبول فی المردود ہوتا ہے تاکہ اس مقبول بات کے طفیل مردود بات کو دل و دماغ ماننے پر آمادہ ہو جائیں۔ مثلاً ایک آدمی زہر مٹھائی میں ملا دیتا ہے تو کھانے والا جب چکھے تو مزہ اور مزہ کیلئے ہی انسان کھاتا ہے اور انجام برا ہوگا یہ کام شیطان کرتا ہے وہ بدی کو نیکی کا جامہ اور شر کو خیر کا غلاف دیکر پیش کرتا ہے آدمی کو

اندر کی چیز تو نظر نہیں آتی وہ تو مٹھائی کے مثل کہ مٹھائی کھا رہا ہے دراصل وہ زہر آلود ہے۔ میں چند مثالیں دیتا ہوں کہ شیطان کیا کارروائی کرتا ہے مثلاً ایک چیز جو ہر مسلمان پر فرض ہے اور ایمان ہے جو دل و دماغ پر ہے وہ انبیاؑ کی محبت ہے۔ شیطان یہ جانتا ہے کہ کوئی مسلمان نہیں جو انبیاؑ اور اولیاء کرام کو مقبول نہ جانتا ہو۔ یہ دو محبت مقبول ہیں اب شیطان نے کام لینا ہوا تو اس نے اس محبوب میں مردود بات ڈالی کہ اس مقبول کے ذریعہ مردود کو مانے گا۔ جب انبیاؑ محبوب ہیں تو یہ کرتا ہے کہ انبیاؑ حاضر و ناظر ہیں اور مختار کل ہیں۔ نفع و نقصان دینے والے ہیں۔ اب اگر کوئی مسلمان کہے کہ یہ نہیں تو شیطان یہ بات ڈالے گا کہ یہ نبی کا منکر ہے۔ نام محبت مگر اندر شرک دیتا ہے۔ شیطان نے کیا خطرناک کام کیا کہ جنہوں نے شرک مٹانا تھا۔ محبت کے نام سے ان کی نسبت شرک ڈال دیا۔ حالانکہ صحیح محبت یہ کہ محبوب کی چال پر چلنا اسکی اطاعت کرنا۔ اور محبوب کی مخالفت کو محبت کہنا یہ تو بیوقوفی ہے۔ اب یہ پتہ تو قبر میں لگے گا کہ یہ محبت ہے کہ دشمنی مطلب شعر۔ کہ گھوڑوں کی دوڑ سے گردوغبار اڑ رہی ہے جب گردوغبار بیٹھے گی تو معلوم ہوگا کہ گدھے تھے۔ کہ گھوڑے۔ قبر میں معلوم ہوگا کہ یہ محبت ہے کہ عداوت ہے۔ میرے خیال میں جس نے الف، ب اسلام کا سیکھا پڑھا ہوگا تو وہ اس بات میں شک نہیں کرتا کہ آپؐ

اشرف المخلوقات ہیں۔ جن کا مقام اللہ تعالیٰ کے بعد دوسرا ہے، خیبر میں ایک یہودی عورت نے دعوت کی اور پہلے یہ دریافت کیا کہ آپکو کیا پسند ہے، تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بکری۔ پھر پوچھا کہ کونسا حصہ تو فرمایا کہ بازو۔ تو اس بازو میں زہر ڈالدیا۔ آپ نے چند لقمے تناول فرمائے تو بعد میں وحی آئی کہ زہر ملا کھانا ہے، بخاری شریف میں ہے کہ جب وحی نازل ہوئی تو آپ نے باقی صحابہ کرام کو فرمایا بند کرو۔ زہر ملا ہوا ہے۔ اس کی زہر کا اثر ہر سال ہوتا تھا۔ اس زہر کے اثر سے ایک یا دو صحابہؓ جان بحق بھی ہوئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس زہر کے اثر سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور شہادت کا مرتبہ حاصل ہوا تو وحی کے بعد زینب (یہودی عورت) کو بلایا کہ زہر ملایا ہے؟ کہا ہاں ملایا ہے۔ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں ملایا ہے؟ عرض کی کہ اس نیت سے کہ میں معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اگر آپ نبی ہیں تو زہر نقصان نہ دے گی اور اگر نہیں تو آپکی پارٹی اور آپ ختم ہو جائیں گے۔ تو چونکہ ایک یا دو صحابہؓ ختم ہو گئے تھے تو اس سے قصاص لیا گیا ورنہ اگر صرف آپکی ذات اقدس کا معاملہ ہوتا تو آپ معاف فرما دیتے۔ اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوتے تو فرماتے کہ زینب کے زہر ملانے کے وقت تو میں حاضر تھا۔ بندہ جتنا بلند ہو بندہ ہے۔ خدا خدا ہے۔ انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کی خدائی چمکانے کے لیے آئے ہیں نہ کہ

اپنے آپ کو خدا بنانے کیلئے آئے ہیں۔ جہاد کے سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رض کا ہار گم ہوگیا پورا قافلہ تلاش میں مشغول تھا اس جگہ پانی نہیں تھا پانی نہ ہونے کی وجہ سے سینکڑوں صحابہ رض کو تکلیف ہوئی تو اسی موقعہ پر آیت تیمم اتری تو اسید رض بن نے فرمایا کہ اے خاندان نبوت تم پر رحمت ہو کیونکہ تمہاری زحمت بھی مسلم کیلئے راحت بنتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس اونٹ پر حضرت صدیقہ رض تھیں اسکو اٹھایا تو اسکے نیچے ہار موجود تھا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوتے تو فرما دیتے کہ ہار فلاں جگہ ہے/ ایک مرتبہ قافلہ نے کہیں دشت گزارا تو حضرت عائشہ صدیقہ رض فراغت کے لئے تشریف لے گئیں قافلہ کو آپکا علم نہ تھا قافلہ چلا گیا جب واپس تشریف لائیں تو قافلہ نہ تھا بہت پریشان ہوئیں۔ دماغ نے کام کیا کہ میں چلوں نہیں بلکہ بیٹھ جاؤں جب وہ مجھے نہ پائیں گے تو میری تلاش کرینگے اور یقیناً اسی جگہ آئیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظام فرمایا ہوا تھا کہ ایک صحابی رض قافلہ سے کچھ فاصلہ پیچھے چلتا تھا تاکہ قافلہ کی گری ہوئی یا کوئی اور چیز جو کہ رہ جائے وہ ساتھ لاتا تھا جب صحابی رض آئے تو حضرت ام المومنین رض کو دیکھا تو کہا انا للہ وانا الیہ راجعون کہ مسلمانوں کی ماں جنگل میں اکیلی۔ تو اپنا اونٹ بٹھایا اور منہ دوسری طرف کر دیا آپ رض سوار ہو گئیں تو باگ پکڑ کر چل پڑے حتی کہ قافلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آملے/ منافقین کو الزام تراشی

کا موقعہ مل گیا۔ بہت الزام لگائے مگر حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ حضرت صفوان صحابیؓ نے سوا انا للہ۔ کے اور کوئی جملہ زبان سے نہیں نکالا۔ مگر منافقین کو موقعہ مل گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کچھ عرصہ ناراض رہے جب تک کہ سورۃ نور میں وحی مبارک نہ اتری۔ جب وحی نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الزام تراشوں کو سزا دی جائے اس وحی کے بعد حضرت صفوانؓ کی شان بہت بڑھی اگر حاضر و ناظر کی بات ہوتی تو فرماتے کہ میں حاضر و ناظر تھا الزام مت تراشو کوئی برا فعل نہیں ہوا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی انتظار میں رہے۔ قرآن نے حکم فرمایا۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا لَا ضَرًّا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد اعلان کردے کہ میں اپنی ذات کیلئے کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ اگر خدا یہ فرمائے اور دوسرا شخص یہ کہے کہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اختیار رکھتے ہیں کیا اس سے کوئی بڑا دشمن اسلام ہے؟ باقی رہا اسلام کہ سنتہ وغیرہ کا معاملہ دن میں 17 رکعت فرض کے علاوہ 29 رکعت سنت و نوافل وغیرہ ہیں ہر رکعت میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہ مدد کا ذریعہ اللہ ہیں ہم بھی ہر رکعت میں اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ تجھ سے ہی مدد مانگیں گے اور تیری ہی عبادت کریں گے مگر اس عہد کو کس دلیری سے کھڑے ہو کر توڑ دیتے ہیں یہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یہ ہے مدینہ کا دین۔ اور ایک دین ہمارا بھی ہے کہ امداد کن یا شیخ

عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ یہ وظیفہ آج ہماری کتنی مساجد میں ورد کیا جا رہا ہے۔ جو بات پیغمبرؐ نے مٹانے کی کی وہ آج شیطان مسجدوں میں پھیلا رہا ہے۔

فتوح الغیب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اس بہاولپور میں سو سے زائد نسخہ موجود ہونگے صفحہ پانچ مقالہ تیس یہ جس کے محب بنے پھرتے ہیں اسکی تصنیف سنو فَلْيَقْطَعْ قَطْعًا بِاَنْ لَا فَاعِلَ عَلَى الْحَقِيقَةِ اِلَّا اللّٰہ۔ کہ دنیا میں بجز اللہ کے کوئی نہیں کرنے والا۔ لَا مُحَرِّكَ وَلَا مُسَكِّنَ حرکت وسکون کائنات میں وَلَا خَيْرَ وَلَا شَرَّ اور ہر خیر و شر وَلَا نَفْعَ وَلَا ضَرَّ ۔ نہ فائدہ نہ نقصان وَلَا فَتْحَ وَلَا غَلْقَ نہ فتح اور نہ شکست وَلَا مَوْتَ وَلَا حَيَاتَ نہ موت اور نہ زندگی وَلَا ذِلَّ وَلَا عِزَّ۔ نہ ذلت اور نہ عزت وَلَا غِنٰى وَلَا فَقْرَ۔ اور نہ دولت مندی و نہ فقر اِلَّا بِيَدِ اللّٰہِ مگر اللہ کے ہاتھ میں۔ تمام اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسے جس طرح رائی کا دانہ بچہ کے ہاتھ میں جس طرح چاہے پھیرتا رہے جدھر پلٹے وہ ادھر پلٹ جائے۔ ہم تو شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ کے معتقد ہیں اور سلسلہ قادری میں ہیں مگر اب لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ بزرگان کو نہیں مانتے۔ باقی اگر عربی نہیں جانتے ہو تو شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کتاب کا ترجمہ فارسی میں کیا ہے اور بھی بہت سے بزرگان نے ترجمہ کیا ہے۔ اسے دیکھ لو۔ شیطان مقبول چیز میں مردود کو داخل

کرتا ہے۔ دنیا میں اولیاء کرام مقبول ہیں تو ایسی مردود بات لگائی جو خاص اللہ تعالیٰ کی صفت تھی تا کہ شرک ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتنا شرک سے بچنے کی کوشش کیا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ دربار نبوی میں ایک شخص آیا اس نے کہا کہ فلاں کام ہو جائے گا اگر تو اور خدا نے چاہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک سرخ ہو گئی فرمایا اَجَعَلتَنِیَ اللہَ نِدًّا۔ کہ تو نے مجھے خدا بنا دیا قرآن۔ قُلتَ مَاشَاءَ اللہ لَاقُوۃَ اِلَّا بِاللہِ۔ کہدو محمدؐ کہ صرف اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی طاقتور نہیں ہے۔ حقیقت میں بت پرستی نوحؑ کے زمانہ سے چلی مفسرین پانچ بت فرماتے ہیں کہ یہ نیک لوگ تھے قبل یہ نیک بزرگ تھے۔ بعد میں انکے نام پر بت بنائے گئے۔ کہتے تھے کہ یہ ہمیں اللہ سے چھٹکارا کرائیں گے۔ عرب میں یہ کہتے تھے اَغِثنِی یَا اِبرَاھِیمَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف کیا تمام عرب کو شرک سے بچا رہنے کی تعلیم دی۔ جنگ صرف اس بات میں تھی کہ کام صرف اللہ کر رہے ہیں۔ معجزہ و کرامت اولیا حق ہے۔ یہ معجزات و کرامات روزمرہ کی نہیں ہوتیں بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کافروں نے سوال کیا کہ اگر آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو پہاڑ کو ہٹا دو پانی دو یا ہمارے سامنے آسمان پر چڑھو اور سونے کے خزانہ ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بیوقوف معجزہ مانگتے ہیں یہ آپ کی بات نہیں کہہ دیں کہ قرآن۔ ھَل کُنتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا کہ میں خدا تو

نہیں بندہ ہوں۔ تمام زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی گزری
کہ مشرک بھی مانتے ہیں کہ کسی نبی نے ایسی توحید بیان نہیں کی جیسی
ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ بہرحال نام پر مت
جاؤ کہ اس میں محبت ہے۔ اللہ و رسول کی تہہ میں دیکھو محبت ہے
زہر تو نہیں۔ تو شیطان محبت کی راہ سے مردود چیز ڈالتا ہے۔ ایک
اور محبت بھی ہے تشیع کی حُبِّ علی و حُبِّ اہل بیت کا نعرہ بلند کیا
نتیجہ یہ کہ ابوبکر صدیقؓ حضرت عثمانؓ غنی جو علیؓ سے قبل خلیفہ بنے
انکو علیؓ کا دشمن بنایا اور گالی دی بلکہ کافر کہا۔ حضرت سلمان فارسیؓ
حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت سہیلؓ، حضرت زبیرؓ، کو بغیر انکے
اور حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا باقی سب کو مرتد کہا۔ یہ کام کیا
شیعہ نے۔ کیا حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ مسلمان کئے؟
حضرت علیؓ جب کوفہ کی مسجد میں خطبہ فرما رہے تھے تو فرمایا کہ
بہترین لوگوں میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت
ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمرؓ بن خطاب ہیں۔ مگر شیعہ ان حضرات کے
حق میں عظیم گستاخی کرتے ہیں۔ جو ناقابل تلافی ہے اور خود
حضرت علیؓ کو حاضر کہتے ہیں۔ اگر علیؓ حاضر ہوتے تو ابن ملجم کے
خطرہ سے محفوظ رہتے اور ابن ملجم انہیں قتل نہ کرسکتا اگر حسن و
حسینؓ حاضر و ناظر ہوتے تو حسینؓ کربلا میں تشریف نہ لاتے؟ اور
حسنؓ کو ایک روایت کے مطابق کہ بیوی نے زہر کھلایا ہے۔ اگر

حسنؓ حاضر ہوتے اور ناظر ہوتے تو زہر آلود کھانا تناول نہ فرماتے۔ تو معلوم ہو گیا کہ یہ صرف اللہ نے اس لئے فرمایا کہ سب کچھ رب العزۃ کے اختیار میں ہے۔ مرزائی مرزا جو کچھ بکے وہی مانتے ہیں۔ ترازو لے لو اور تولو کہ مرزا کا دین کھرا کہ کھوٹا۔ پہلا کام شیطان کا یہ کہ پسندیدہ چیز کے اندر مردود ڈال دیتا ہے۔ ایک انبیاؑ اور اولیاء کی محبت۔ دوسری اہل بیت کے ساتھ۔ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ میں جنگ تھی قرآن کے اندر فیصلہ ہوا وہ فیصلہ سیاسی اعتبار سے حضرت علیؓ کے خلاف نکلا۔ علیؓ کے گروہ سے ایک نیک آدمی اسکے دل میں شیطان نے ڈالا کہ جو منصف تھے وہ غلط ہے بلکہ علیؓ و معاویہؓ کا معاملہ صرف قرآن طے کرتا۔ تو یہ قبیلہ خارجی ہو گیا حضرت علیؓ خطبہ فرما رہے تھے تو خارجی نے آواز دی۔ کہ حکم صرف اللہ کا ہونا چاہیئے آدمی سے کیوں فیصلہ کرایا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بات صحیح ہے کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہو۔ مگر بات غلط ہے کہ مجھے کافر بتلا رہے ہیں۔ اور فرمایا کہ اگر ثالث نہیں تو میاں بیوی کی مخالفت سے قرآن نے ثالث کیلئے مقرر فرمایا۔ اور یہ خارجی بہت نیک لوگ تھے انکی حکومت اب بھی اسکت میں ہے وہاں جو شخص گناہ کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ انکو قرآن کے ایک واقعہ سے بگاڑ ہوا۔ آج اہلحدیث کہتے ہیں کہ میاں قرآن کافی ہے حدیث کی کیا ضرورت ہے اگر صرف قرآن کافی ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتے کہ

ابر تیس پر پڑا ہے جالے لے۔نہیں۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنا یہ ضروری ہے کہ حدیث بھی ہو گی۔ بڑی بات یہ کہ محبت انبیاؐ و اولیا، ایک۔محبت اہل بیت دوسری۔اور تیسری محبت قرآن۔ ظاہری محبت میں نہ جاؤ بلکہ محبت کی تہہ میں جاؤ۔ اور ایک محبت نفس ہے۔ کہ یہ جانتا ہے کہ میں سب سے ممتاز ہوں۔بعض مسلمان کہتے ہیں کہ مولوی درست فرماتے ہیں لیکن بعض تعلیم یافتہ کہتے ہیں کہ یہ بات مولوی کی سائنس کے خلاف ہے۔ایک گروہ درست کہتا ہے دوسرا کہتا ہے کہ ترازوءِ عقل سے و فلسفہ سائنس سے تولو تو پھر مانیں گے۔ تو یہ شبہات کے سلسلہ میں بات کہی۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فلسفہ یونانی والا کہتا ہے اگر مولوی کی بات مانیں تو عام آدمی اور مجھ میں فرق کیا ہوا میں تعلیم یافتہ ہوں۔ بس اے خدا تو جو بات کہے گا اگر میرے عقل و سائنس کے خلاف یعنی عقل و سائنس سے تولو نگا اگر غلط ہوئی تو خدا کی بات غلط۔ عاشقی تو یہ کہ خدا کو ایک مانو اگر اللہ تعالیٰ آرڈر دے کہ پہاڑ میں ٹکر مارو تو بلا وجہ مارو اور پوچھو نہیں۔ واقعہ معراج پر کفار حضرت ابابکر صدیقؓ کے پاس گئے کہ صدیقؓ کو ورغلائیں گے اس واقعہ معراج کو عجیب طریقہ سے بیان کیا۔ تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا ہے؟ کفار نے جواب دیا ہاں۔تو فرمایا قسم بخدا بالکل صحیح ہے۔ یہ ایمان کا تقاضا ہے۔بس یہ انتظار ہو کہ اللہ و رسول نے کہا

کہ نہیں جب کہی تو سب کچھ درست چاہے ساری دنیا ایک طرف ہو
جائے۔

درس نمبر ۶
11 ستمبر 1964ء

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے

استعاذہ کی تفسیر میں انسان کے گمراہ کرنے کے لئے شیطان کی چار تدابیر کا ذکر کیا تھا ایک شبہات ایک شہوات ایک حب امتیاز یا دوسرے لفظوں میں حب نفس۔ شبہات کہ شیطان بگاڑتا ہے اور بگاڑنا آتا بھی ہے۔ تو جو چیز آدمی کو پسند ہو اس کے اندر ایک ناپسند چیز کو داخل کرتا ہے۔ قرآن فَزَیَّنَ اَعْمَالَھُمْ یعنی برائی کو خوبصورتی بناتا ہے۔ یہ قرآن میں بارہا ذکر ہے۔ اور خوبصورتی کی ترکیب انسان کے سامنے پسند رکھ کرنا پسند ڈالتا ہے۔ مثلاً کسی نبی یا ولی کو خدائی صفات دینا شرک ہے مگر شیطان کہے گا کہ یہ تو محبت الرسول و اولیاء ہے۔ جب شیطان نے یہ ڈال دیا تو بس اس کے ضمن میں جو کچھ ڈالے ڈال دیتا ہے۔ اور آدمی کو قبر سے قبل پتہ ہی نہیں کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ یہ ہے المردود فی المقبول۔ حالانکہ آج جو باتیں اولیاء کرام سے منسوب ہوتی ہیں اگر پوچھا جائے کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے وقت میں تھیں کہیں گے کہ نہیں

فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

تو یاد رکھو عبد عبد ہے معبود معبود ہے۔ خالق کی چیز مخلوق کے اندر نہیں آسکتی۔ یہ ظلم عظیم ہے قرآن۔ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۔ شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ خود مخلوقات کے اندر دیکھو کہ ایک مخلوق ترقی کرتی ہے اور دوسری کو نہیں۔ ایک مخلوق کتنی بلند اور دوسری کو بلندی نہیں۔ کہاں خالق کہاں مخلوق یقینی بات کہ ایک گھوڑے کی قیمت گھوڑ دوڑ میں ساٹھ ہزار اور ایک چڑیا جو دو آنہ میں بھی نہیں خریدتا چڑیا بھی مخلوق اور گھوڑا بھی۔ گھوڑے کو یہ صفت دی کہ زمین پر دوڑے اور چڑیا کو صفت دی کہ آسمان میں اڑے گھوڑا اگر ساٹھ ہزار کا ہو تو مگر ہوا میں نہیں اڑ سکتا۔ یہ دونوں مخلوق ہیں اللہ نے جو وصف ایک کو دیا وہ دوسرے کو نہیں دیا ایک گھوڑا کتنا ہی قیمتی ہو مگر چڑیا کی طرح اڑ نہیں سکتا۔ مخلوق میں جو صفت ایک کو ملی وہ دوسرے کو نہیں اور خالق و مخلوق میں تو بہت تفاوت ہے مچھلی کو پانی میں حکم فرمایا اور گوہ کو خشکی میں مگر اسکے برعکس گوہ پانی میں اور مچھلی خشکی میں ایک منٹ رہنا گوارا نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے چند صفات ہیں ایک ہے غیب دانی ایک غیب آگاہی۔ غیب دانی کا معنی کہ ذات میں ایک طاقت ہو وہ جب چاہے غیب جانے اور غیب آگاہی اللہ جب چاہے غیب پر مطلع فرما دے قرآن۔ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ محمد رسول اللہ کی زبان مبارک سے اعلان فرمایا جا رہا ہے کہ آسمان و

زمین میں پوری کائنات میں غیب دان صرف اللہ ہے صفحہ 92 یا 98 کتاب ذکر الحنیفی یہ وھابی نہیں حنفی ہے آج وھابی تو گالی بن گئی ہے جب گالی دینی ہو تو وھابی کہو۔

تمام علماء نے تصریحًا کہا ہے کہ غیب کا علم جو اللہ کے غیر کو دیگا وہ دین سے نکل گیا اور یہ کسی وھابی کا عقیدہ نہیں حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ ہے۔ باقی یہ کہ بطور معجزہ نبی کو اور بطور کرامت ولی کو غیب کی بات بتلائی جاتی ہے۔ایک ہے غیب دانی ایک ہے غیب۔ معجزہ اور کرامت اپنی جگہ حق ہیں مگر خدا خدا ہے نہ کوئی نبی نہ کوئی ولی خدا کی سرحد میں قدم رکھ سکتا ہے/دو مسئلے بتلاتا ہوں اس ملک میں علاج معالجہ کا بلسلہ ہے۔ ایک آدمی نے مریض کیلئے ڈاکٹر کو بلایا ڈاکٹر نے معائنہ کیا پھر نسخہ تجویز کیا مریض کے رشتہ دار کو دیا اور ترکیب استعمال بتلائی ایک ڈاکٹر ہوا اور ایک مریض کا رشتہ دار لیکن ڈاکٹر کو عالم کہا جائے گا کیونکہ وہ جانتا ہے مگر رشتہ دار کو ڈاکٹر نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ وہ علم نہیں رکھتا بلکہ ڈاکٹر کے پاس جو علم تھا وہ اس کو بتلایا گیا ہے تو ڈاکٹر عالم ہوا اور رشتہ دار ڈاکٹر نہیں بلکہ جو علاج بتایا گیا اس سے رشتہ دار آگاہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو مسئلوں کو قرآن میں الگ الگ بیان فرمایا ہے ایک مسئلہ علم دوسرا اطلاع جس طرح ڈاکٹر علاج جسکو بتلائے وہ ڈاکٹر نہیں ہوتا بلکہ مطلع علی العلاج ہے۔

قرآن۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ نے اِلَّا اللہ فرمایا ہے مُحمّد رَسُولُ اللہ نہیں فرمایا۔ تو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ غلط فرمایا ہے۔ کل سنا ہے کہ حضرت نقیب اشرف جو سجادہ نشین ہیں حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں بہاولپور میں تشریف لائے ہیں تو یہاں کے علماء نے پوچھا کہ آپ گیارہویں کس طریقہ سے دیتے ہیں تو سجادہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو علم نہیں کہ گیارہویں کیا چیز ہے۔ یا اللہ جو گدی پر بیٹھا ہے وہ علم نہیں رکھتا کہ گیارہویں کیا ہے آج اگر پانچ چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہیں تو ہم نے ہزار اور بڑھا دیں۔ ہمیں پیٹ کی خاطر کھجلی ہے گیارہویں ہو نہ ہو ہم نے شور و غل مچانا ہے۔ سمع ایک طاقت جو کان سے تعلق رکھتی ہے بصر ایک طاقت جو آنکھ سے تعلق رکھتی ہے اور علم کی طاقت دماغ سے حاصل ہوتی ہے اب اگر آنکھ والا ہے تو وہ دیکھ سکتا ہے اور اگر نابینا ہے تو آپ اس کو کہیں گے کہ فلاں دیوار فلاں طرف ہے آپکے بتلانے سے اسے دیوار کا علم ہو گیا اسکو یہ نہ کہو گے کہ وہ خود دیکھتا ہے بلکہ مطلع علی الجدار۔ قرآن میں جہاں کہیں بھی اللہ غیب دانی کا مسئلہ بیان فرماتا ہے تو وہاں اپنا نام فرماتا ہے سورۃ جن فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا غیب دانی تو اللہ کے پاس ہے لیکن اطلاع بطور معجزہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتا ہے وہ بھی جب چاہے

ورنہ نہیں دیتا۔ بخاری و مسلم شریفین کی حدیث کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے ہاں بہت دیر ٹھہرے اور شہد کا شربت نوش فرمایا حضرت عائشہؓ صدیقہ جو کہ امتیازی شان رکھتی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آئندہ زیادہ ٹھہرنے کیلئے روکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر نہیں ٹھہروں گا مگر فرمایا کہ حضرت زینبؓ کو پتہ نہ چلے کیونکہ دلشکنی ہوگی۔ یہ بات حضرت زینبؓ کو پہنچی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہؓ تم نے افشاء راز کیا ہے تو حضرت عائشہؓ فرمانے لگی کہ آپ کو کیسے معلوم ہوگیا اگر وہاں یہ تصور ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا ہے تو یہ بات حضرت عائشہؓ نہ فرماتیں (کہ آپ کو کیسے معلوم ہؤا) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے کہ تم نے راز فاش کیا ہے اور ڈانٹا قرآن۔ اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ اے عائشہؓ تم اللہ سے توبہ مانگو تمہارے دل ٹیڑھے ہوگئے ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختلاف کرنے سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان جن کی پاکی کی دلیل قرآن میں ہے وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا پاکی کے باوجود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان زیادہ جانتے ہیں کہ ہم تیرہ سو سال کے بعد اگر اس وقت پنجابی لوگ ہوتے تو کہتے کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم مولود والی مجلس مین ہوتے ہیں تو افشاء راز کے وقت بھی آپ موجود

تھے قرآن۔ فَالَ نَبَّأَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ معلوم ہو گیا کہ غیب کا علم قوۃ سے اور غیب جاننا اطلاع سے ہے۔ مثلاً نبی کو بطور معجزہ اور ولی کو بطور کرامت اطلاع کی جائے۔ بخاری و مسلم شریفین میں حدیث ہے کہ آسمان و زمین میں انگلی کے برابر جگہ خالی نہیں کہ فرشتوں نے سجدہ نہ کر رکھا ہو۔ سب مخلوق کا خالق اللہ ہے چاہیئے تو تھا کہ روزی وغیرہ کا علم آپکو ہوتا یعنی نبی پاک کو۔کہ فلاں کو روزی اس تعداد دی جائے لیکن بندہ کو کیا بندہ کو بندگی سے تعلق ہے لہٰذا الٰہیت کا مقام الگ اور الوہیت کا مقام الگ ہے اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ کا تو بہت فرق ہے صدر اور گورنر اور کمشنر کے اندر تو کوئی فرق نہیں کیونکہ انسان والی شرط میں برابر ہیں اگر ان تینوں میں فرق نہ سمجھا جائے تو یہ تینوں ناراض ہونگے۔ اس صورت میں تینوں اس شخص کے دشمن ہونگے جو ان میں فرق نہ سمجھے۔ ان باتوں سے نہ اللہ نہ نبی نہ ولی دوست ہوتے ہیں بطور مثال اگر نبی ولی اور اللہ میں فرق نہ کرو گے تو خدا خفا ہے۔ تو ایک محبت کی راہ ہے مثلاً ایک شرک کی گمراہی جو پھیل رہی ہے۔ مثلاً پیغمبر کو خدا کا درجہ دینا۔ حضرت علیؓ کی محبت میں ایک گروہ گمراہ ہوا ہے۔ گیارہویں کا فرق جو آدمی خیرات بخشے اللہ کے نام پر تو کوئی گناہ نہیں لیکن تاریخ مقرر نہیں ہونی چاہیئے۔ سید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ البتہ اس آدمی کو کہا جائے کہ یہ ثواب جو بزرگ کو

بخشتے ہو والدین کو کیوں نہیں بخشتے اگر کوئی ثواب بخشو تو نبی ولی وغیرہ سب کو ہوگا۔ یہ حنفی عقیدہ ہے مطلب یہ کہ جو پارسل و منی آرڈر کرتے ہیں یہ ہمارے ہاتھ میں نہیں اگر زبان سے نہ بولے صرف دل سے خیال کرے تو ثواب مل گیا لیکن بعض خود غرض ملاؤں نے اس کا مرکز بنایا ہے کہ میاں جب تک ہم تلاوت نہ کرینگے کوئی ثواب نہ ہو گا۔ مراد آباد کی ایک مسجد میں ایک مرتبہ بہت سے کھانے جمع ہو گئے دیکھا کوئی مُلّا نہیں تو ایک آدمی نے کھانا تقسیم کرنا شروع کر دیا یہ واقعہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کر رہا ہوں تو ملّا کے دل میں خیال ہوا کہ اس مرتبہ تقسیم روٹی تو چھن گئی تو تدبیر سوچی ایک ڈنڈا لیکر مسجد کی دیواروں پر مارنے لگا لوگوں نے سمجھا کیا ملا دیوانہ ہو گیا۔ تو ملا نے جواب دیا کہ آج خیرات کس نے تقسیم کی ہے کہ روح نے آ کر مجھ پر حملہ کر دیا ہے کہ میرے پاس تو خیرات موصول نہیں ہوئی۔ تو لوگوں نے کہا کہ آئندہ مولوی کے بغیر خیرات تقسیم نہ کی جائے۔ بہر حال یہ کہ ثواب ہوتا ہے کہ سید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا حوالہ کہ ثواب جاتا ہے مگر عقیدہ صحیح ہو ایک آدمی خیرات معین الدین اور پیران پیر کے نام پر کرتا ہے مگر والدین کو نہیں تو والدین کا حق زیادہ ہے ولی کی عزت کرو لیکن والدین کا حق زیادہ ہے پھر فرمایا بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے کہ نیکی کس کے پاس زیادہ

ہے اور یقینی بات کہ پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تو نیکی کے انبار ہیں اور والدین کے ہاں محتاجی ہے تو یہ شیطان نے عقیدہ بنایا کہ جو بگڑے وہ ولی سدھارے گا اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ والا عقیدہ بھول گئے جو نماز کی ہر رکعت میں وعدہ کرتے ہو کہ یااللہ خاص تیری عبادت کریں گے اور تجھ سے ہی مانگیں گے مدد۔ سید الوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا ہے کہ بزرگ کو بخشنا یہ عقیدہ دیا گیا ہے کہ یہ بزرگ بخشواتا ہے اور والدین نہیں بخشواسکتے۔ قرآن جو لوگ مشکل کے وقت اللہ کے بغیر کسی اور کو پکاریں گے تو انکو مَا یَمۡلِکُوۡنَ مِنۡ قِطۡمِیۡرٍ میں نے گھٹلی کے پردہ کے برابر بھی کچھ نہیں دیا وَاِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ اگر اللہ کے سوا انکو پکارو گے لَا یَسۡمَعُوۡا دُعَآءَکُمۡ تو وہ تمہاری دعا نہیں سن سکیں گے وَلَوۡ سَمِعُوۡا مَا اسۡتَجَابُوۡا لَکُمۡ اگر سن لیں گے تو تمہاری دعا پوری نہ کرسکیں گے۔ رسول و ولی قیامت کے دن انکار کریں گے کہ یہ شرک ہم نے نہیں بلکہ شیطان نے بتلایا ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ حکم میرا تھا میں نے بتلایا ہے اللہ سے کوئی بڑھ کر ہے؟ کروڑ مولوی ملیں اللہ کے ایک گفتہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ کل ایک صاحب نے حاضر و ناظر کے متعلق پوچھا کہ قبر میں پوچھیں گے مَا تَقُوۡلُ فِیۡ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے جو موتیٰ کے حالات میں لکھی گئی ہے نام شرح القبور فی اخبار الموتیٰ فرماتے ہیں کہ سئل حافظ بن حجر عن هذا الحدیث حافظ بن حجر

رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوتے ہیں یا کہ مردہ کو اشارہ کیا جاتا ہے قَالَ لَمْ یَحْضُرْ فِی الْقَبْرِ فرمایا کہ کسی حدیث میں نہیں ہے بَلْ یُشِیْرُ اِلٰی ھٰذَا فِی الذِّھْنِ بلکہ اشارہ ہو گا۔ مطالب کتابوں میں اکثر ھذا ذھن کی طرف اشارہ ہوتا ہے/اللہ کے خلاف اس قدر فحش باتیں کہی جاتی ہیں۔شیعہ نے حضرت علیؓ کو انکی محبت میں کہاں تک کیا اور انکے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کہاں تک چھوڑا۔ شیعوں کی کتاب میں ہے کہ کوفہ میں حضرت علیؓ خطبہ فرمارہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں بہتر حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ تھے اور آنسو سے داڑھی مبارک تر ہو گئی تھی۔کوئی شخص مؤمن نہیں جسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہولیکن وہ محبت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔اللہ کے بعد پوری کائنات میں مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور جس طرح حضرت سعدیؒ نے فرمایا ہے بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا مقام دیں اس کیلئے تو کوئی مؤمن تیار نہیں/اولیاء کرام حق ہیں۔ ہم خود قادریہ سلسلہ میں داخل ہیں لیکن جس بات سے خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہونگے تو ہم نہ کریں گے۔حدیث ہے کہ جب معراج سے واپس ہوئے تو موسیٰؑ نے پوچھا کہ اللہ سے کچھ لائے ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پوچھا کیا لائے ہو

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش لیکن اللہ نے فرمایا کہ مشرک کو نہیں۔
قرآن میں ہے کہ اللہ شرک کے ماسوا بخش دیتا ہے شرک نہیں
بخشتا۔ بخشش کی تفصیل بعد میں ہوگی تاکہ گناہ پر دلیری نہ ہو۔ مثلاً
ایک آدمی مشرک نہیں گناہ گار ہے تو سزا تو ملے گی مگر بخشا جائے
گا اور مشرک تو بخشا ہی نہیں جاتا۔

درس نمبر: ۴۵
13 ستمبر 1964ء

رُوح وجسم پربحث

اس سے قبل درس میں شبہات اور شہوات کے پیچوں کا ذکر تھا۔ شبہات کے معنی اللہ کی بات میں شک ڈالنا اسکے دو طریقہ ذکر ہوئے ہیں۔ کہ بظاہر اچھی بات ہوتی ہے مگر حقیقت میں بری بات کی دعوت دیتا ہے۔ دوسرا یہ کہ کچھ چیزیں نظر آتی ہیں اور کچھ نظر نہیں آتیں تو شیطان نظر آنے والی کو پیش کرتا ہے اور نہ نظر آنے والی کو پیش کرتا ہے کہ یہ تو نہ دیکھی ہوئی اس کو مت مانو یعنی تردید الغیب بالمحسوس تو شیطان دیکھی ہوئی کے ذریعہ سے اَن دیکھی میں شک ڈالتا ہے۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ مولوی صاحب آخرت میں پل صراط ہو گی جو تلوار سے تیز اور بال سے باریک تو اس سے گزرنا ہوگا تو کہا کہ اگر دنیا میں ہو تو کون گزریگا اور آخرت میں بھی کون گزریگا؟ میں نے کہا کہ شیطان نے عذر دیا کہ دیکھی ہوئی میں اَن دیکھی کا شک ڈال دیا۔ تو صراط پر اس نے شک ڈالا کہ اگر دنیا میں ہو تو کیسے گزریں گے اسی طرح آخرت

میں بھی نہیں گزر سکے گا۔ میں نے کہا کہ آپ ایک ایسے پل کا تصور کریں آپکا اس پر گزرنا ناممکن ہو یہ معتزلہ نے کہا۔ میں نے کہا کہ ایک بڑی تلوار ہو سخت تیز ہو ایک شکل یہ ہے کہ آپ پاؤں اوپر رکھیں اور دھار بھی اوپر ہو تو زخمی ہو گا اور اگر چاقو اوپر اور قدم نیچے رکھیں تو کوئی زخم نہیں۔ میں نے کہا کہ یہ سب اللہ کی چیزیں حق ہیں ہمیں سمجھ آئے یا نہ آئے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اندر ایک روح اور ایک جسم ہے کچھ لوگ جسم کا کام کرنےوالے ہیں جیسے کفار اور کچھ گناہگار مسلمان۔ اور کچھ لوگ روح کو ترقی دیتے ہیں یعنی صحیح اعمال کرتے ہیں صحیح اعمال سے روح کی ایسی ترقی ہوتی ہے جس طرح عمدہ رہائش وطعام و قیام میں جسم کی ترقی ہوتی ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں دنیا کے اعمال غالب ہیں اگر روح والے اعمال غالب آجائیں تو انسان زمین پر اڑتا۔ قرآن اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اور اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ دوسری زندگی میں ان لوگوں کے روح کے احکام غالب ہونگے جو روح کی ترقی کے سامان کرتے تھے۔ ان کے جاننے کیلئے یوں تصور کریں کہ ہر چیز کا ایک مرکز ہوتا ہے مثلاً ہر بوجھل چیز اوپر سے نیچے کو آتی ہے اور بعض ہلکی چیزیں نیچے سے اوپر کو جاتی ہیں مثلاً آگ معلوم ہو گیا کہ لطیف کا مرکز اوپر ہے اور کثیف کا مرکز نیچے ہے۔ ہم میں بھی دو مرکز ہیں ایک جسم اور ایک روح۔ جسم

کہتا ہے کہ نیچے اور روح کہتی ہے کہ اوپر۔ اِنّی جَاعِلٌ فرما کر جسم کو غالب اور روح کے احکامات کو مغلوب کردیا۔ آخرت کا جب عظیم انقلاب آئے گا تو روح کے احکام غالب ہونگے آخرت میں روح اوپر کو جائے گا۔ پل اوپر ہے روح اوپر کو اڑے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بعض آدمی بجلی اور بعض گھوڑے کی طرح گزر جائیں گے تو ایک تو طریقہ یہ کہ آدمی تلوار پر پاؤں رکھے اور دوسرا یہ کہ تلوار پاؤں پر رکھے اس میں کوئی اثر نہیں۔ تو جنہوں نے روح کو قرآن کے مطابق خوراک دی اس کا روح اوپر کو اڑے گا اور جو انگریز کا ہو کر رہا اس کے وہاں بھی جسمانی احکام غالب ہونگے۔ نیک نے روح پر خیال کیا اسکی روح اوپر کو اڑے گی کوئی بوجھ نہیں اور گناہگار کا جسم غالب ہوگا۔ شبہات کے سلسلہ میں شیطان بعض اوقات تردید الغیب بالمحسوس کرواتا ہے اس لئے کہتے ہیں کہ شیطان و نفس پرور کا مقام جہنم ہے اور ایمان والوں کا مقام جنت ہے ہر مرکز والے اپنے مقام میں کھچ کر جائیں گے جس طرح پتھر نیچے کی طرف کھچ کر جاتا ہے جنت میں ایک کشش ہے جو تمام مومنوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور جہنم میں ایک کشش ہے جو تمام گناہگاروں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ آپ ایک مشک کو ہوا سے بھر کر سمندر میں رکھ کر اوپر سے دبائیں تو وہ دبی رہے گی جب چھوڑیں گے تو اوپر کو آجائے گی۔ اسی طرح معجزات کے سلسلہ میں

شیطان شبہ ڈالتا ہے اگر معجزہ میں شک ہو تو ایمان کا خطرہ اسی طرح تردید الغیب بالخصوص شیطان کا بہت بڑا مکر ہے۔ معجزات کا سلسلہ کہ موسیٰؑ نے لاٹھی ماری تو بارہ چشمے نکلے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ انشقاق القمر یہ دونوں معجزہ برحق ہیں۔ اگر آج کوئی کہے کہ آج تک تو نہیں دیکھے تو کیا یہ غلط ہوگئے حالانکہ انکا ثبوت قرآن مجید میں آیا ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہو گے کہ یہ معجزہ نہیں ہوسکتا ہم سے تو نہیں ہوسکتا کیا خدا سے بھی نہیں ہوسکتا اس سے تو ہوسکتا ہے۔ چیونٹی ایک پاؤ بوجھ نہیں اٹھا سکتی مگر ہاتھی بیس من بوجھ اٹھا سکتا ہے اگر چیونٹی کو ہاتھی کی بات سنائی جائے تو کہے گی کہ یہ جھوٹ ہے کیونکہ چیونٹی نے اپنے کو ترازو بنایا ہوا ہے چونکہ وہ خود ایک پاؤ وزن نہیں اٹھا سکتی اس لئے وہ ہر ایک کو غلط قرار دیتی ہے ہاتھی اور چیونٹی کا جو فرق ہے خالق اور مخلوق کے اندر تو ارب ہا گنا فرق ہے۔ شیطان جھوٹ بولتا ہے کہ جو مخلوق نہ کرسکے وہ خدا بھی نہیں کرسکتا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ تمام پیغمبروںؑ کے معجزات زمین سے ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر دکھائے ہیں۔ بعض یورپی اسلامی علوم اسلام کی محبت کیلئے نہیں سیکھتے بلکہ اسلام کا یقین مسلمان کے دل سے ہٹانے کیلئے سیکھتے ہیں۔ اَلمذاھبُ التفسیر۔ یہ مصر کے ایک عالم نے عربی کا ایک ترجمہ کیا ہے۔ اس میں یہ اعتراض کیا ہے کہ

معجزات میں شک پڑے ہی کیا مثلاً لوہا وغیرہ نہیں ٹوٹ سکتا مگر لوہار سے۔ تو اگر سب دنیا اکھٹی ہو جائے تو چاند کو ٹکڑے نہیں کر سکتی یہ فعل اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اللہ بنا سکتا ہے توڑ بھی سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہماری تو رسد گاہ میں نہیں پہلے تو رسد گاہوں کا وجود ہی نہ تھا شق القمر کا واقعہ جاڑے کے موسم میں آدھی رات کے قریب ہوا تھا۔

تو اس وقت آدمی لحاف میں لپیٹے ہوئے ہوتے ہیں کون دیکھتا اور چاند ٹکڑے ہوا پھر جڑ گیا اس میں کچھ دو تین منٹ ہوئے ہونگے وہ لحاف میں لپیٹے ہوئے کیا دیکھتے اگر کوئی باہر بھی ہوتا تو کیا ضروری ہے کہ ہر وقت آسمان پر نگاہ ہو۔ مکہ معظمہ کے ہزارہا کفار نے چاند کو ٹکڑے کیا ہوا دیکھا۔ تو کہتے تھے کہ آج قیامت کے آثار ہیں کہ چاند ٹکڑے ہو گیا یہ کفار کا اقرار ہے۔ مہا بھارت ایک ہندو تاریخ ہے اس کے پرب سوم میں (پرب یعنی ایک حصہ کا نام) یہ کتاب گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب زمانہ کی لکھی گئی ہے اس میں راجہ کا ذکر کیا کہ وہ کیوں مسلمان ہوا کہ وہ چھت پر بیٹھا تھا چاند کو دو ٹکڑے دیکھ کر مسلمان ہو گیا ایک قافلہ وہاں سے گزرا وہ مسلمان تھے راجہ نے یہ واقعہ سنایا تو انہوں نے کہا کہ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے ہم ان پر اسلام لائے ہیں۔ یہ سن کر وہ راجہ بھی مسلمان ہو گیا۔ اور ابھی لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھنٹہ

آسمان پر لکھا رہا جبل پور سے ایک انگریز نے لکھا تو افسر نے کہا کہ میں بھی تائید کرتا ہوں کہ ہزاروں لوگوں نے دیکھا ہے۔ اسلام پر غیر لوگوں کی اقرار والی کتاب میں ایسے بہت واقعات ہیں۔ شہادۃ الاقوام یہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے/اب میں نے یہ کہا کہ تردید الغیب بالمحسوس کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم نے آنکھ سے نہیں دیکھا تو نہ مانیں یہ تو عجیب بات ہوئی کہ ہر ان دیکھے کی چیز غلط ہوئی۔ تو میرے لئے لنڈن غلط ہے کیونکہ میں نے نہیں دیکھا اور یہ بھی غلط ہے کہ نپولین اور سکندر وغیرہ بادشاہ گزرے ہیں کیونکہ ہم نے تو نہیں دیکھے۔ شبہات کے متعلق بس اتنی باتیں کافی ہیں شبہات کے سلسلہ میں جب امتیاز کا ایک مسئلہ چھڑا کہ مثلاً مولوی کہتا ہے کہ خدا یوں فرماتا ہے تو مولوی سے الجھنا چاہیئے تاکہ لوگوں کی نظروں میں ممتاز سمجھا جاؤں کیونکہ احکام اللہ کے پاس ہیں جتنا اونچا علم والا ہوگا گردن جھکے گی۔ مثلاً غریب کوئی برا فعل کرے تو جھڑکو گے اگر حکومت کوئی برا فعل کرے تو کچھ نہ کہو گے۔ ہم جو کہتے ہیں کہ اللہ سامنے ہے قرآن۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تم اگر اللہ کی بات میں شک و تردد کرو گے تو گویا اللہ کو سامنے کہہ رہے ہونگے۔ تو کبھی حکمت پوچھی جاتی ہے مثال کسی نے حکیم اجمل خان کو مریض کیلئے بلایا مرض شناس کرنے کے بعد لکھا کہ بنفشہ وغیرہ اتنا ہو اور جوش دیکر پلاؤ ڈاکٹری نہیں جانتا ورنہ ڈاکٹری

کی مثال دیتا اور یونانی کی تو سند ہے اس لئے مثال یونانی دی۔خیر نسخہ تجویز کرنے کے بعد نہ مریض۔نہ تیمار دار۔کوئی نہیں حکیم صاحب سے پوچھتا کہ ادویات کے وزن مختلف کیوں ہیں کیونکہ وہ مریض اور تیمار دار حکیم نہیں۔کیا اللہ حکیم اجمل سے بھی کم ہیں! اللہ کہے کہ نماز دن میں پانچ مرتبہ ادا کرو روزہ وغیرہ ہر دینی کام کے متعلق فرمائے تو اسکی ہم حکمت پوچھتے ہیں؟ مطلب یہ کہ اللہ کے احکام میں ہمیں اجمالاً معلوم ہے کہ حکمت ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ اللہ اور بندہ میں فرق اتنا ہے کہ روز جزا میں کوئی پوچھ نہ سکے گا۔ کہ یہ کیوں بنایا تھا اور انسان جو کچھ کریگا وہ پوچھا جائے گا۔ یہ ہمیشہ سائل اور مسئول میں تفوق اور نیچے کا فرق ہوتا ہے۔ہمیشہ نیچے والے سے اوپر والا افسر پوچھے گا۔ یہ ہیں شبہات۔بس مختصر ذکر کرتا ہوں کیونکہ آپ کہتے ہونگے کہ سال میں ابھی بسم اللہ و اعوذ باللہ کا ذکر چل رہا ہے مجھے دوسرا طریقہ بھی آتا ہے کہ ایک مہینہ میں قرآن ختم کرونگا۔

دوسرا طریقہ شہوات ہے اسکے متعلق جو بزرگان دین نے بیان کیا ہے وہ عرض کرتا ہوں اول کاروائی شیطان کی ترغیب دینا ہے کہ شراب پیئو کیونکہ یہ خوبصورت بناتا ہے کس طرح انگریز سفید رنگ کے ہیں قبل چیز کو منرتین کرتا ہے پھر ترغیب دیتا ہے کہ کرڈال پھر آخر مسلم ہی تو ہے دل میں خیال کرتا ہے کہ

یہ چیز اللہ کے ہاں جرم ہے کیا کروں وہاں شیطان اور طریقہ اختیار کرتا ہے کہ گناہ بھلا دیتا ہے۔ قرآن واما ینزغنک من الشیطن الخ تو شیطان کو نسیان میں دخل ہے۔ کہ انسان کو گناہ میں بھولا کر ڈال دیتا ہے۔ تو چھوٹا گناہ کبھی یاد بھی دلا دیتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا کہنے لگا کہ ساری عمر کی کمائی گم ہو گئی۔ کہ ایک گھڑے میں اشرفیاں بند کر کے کہیں رکھیں تھیں اب زمین کی وہ جگہ بھول گیا ہوں پریشان ہوں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے بجائے دعا کے ایک، تدبیر دی کہ ایسا کر کسی خالی مسجد میں جا کر اخلاص سے وضوء کر اور نماز شروع کر دے اور لمبی قرآت تلاوت کرنا اور یہ کوشش کرنا کہ کوئی وسوسہ نہ آئے وہ یہ بات سن کر چل پڑا۔ دوسری رات امام رحمتہ اللہ علیہ صاحب کی خدمت میں کچھ ہدیہ لیکر حاضر ہؤا عرض کی کہ نماز کے دوران شیطان نے خیال ڈالا کہ تمہیں خیال نہیں کہ فلاں جگہ زمین میں اشرفیاں رکھیں تھیں۔ تو اس نے عرض کی کہ حضرتؒ یہ بات آپکی تدبیر میں کیسے آئی/میں نے کہا آپ کو گھڑا سے محبت تھی کیونکہ اس میں آپ کی اشرفیاں ہیں تو شیطان مسلم کا دشمن ہے اس نے یہ جگہ آپ کے ذہن سے اتار ڈالی پھر میں نے سوچا کہ اگر دو نفل خشوع و خضوع سے پڑھ لے تو یہ ہزار ہا گھڑ دں سے بہتر ہے تو شیطان دشمن تو بڑی چیز بچائے گا تو شیطان نے چھوٹی چیز بتلا دی تاکہ بڑی چیز میں کمی آ جائے۔ پھر بھی ایمانی چنگاری ابھرتی ہے کہ میں نے عذاب کو بھلا دیا ہے اب گناہ نہ کر مگر شیطان پھر شک ڈالتا

ہے کہ میاں یہ مولوی کی مشکوک باتیں ہیں لہٰذا آدمی پھنس جاتا ہے۔ اسکے بعد شیطان اقرار بالکرم کا طریقہ اختیار کرتا ہے کہ میاں اللہ کریم ہے اس کو سزا سے کیا قرآن۔ فَلَا یَغُرَّنَّکُم بِاللّٰہِ الْغَرُوْرِ اللہ کی وجہ سے شیطان دھوکہ نہ دے۔ اللہ کریم ہے لیکن مکافات عمل حق ہے یہ چیزیں شبہات و شہوات کے سلسلہ میں تھیں اب اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم یہ ان بیماریوں کی دوا ہے۔ معنی یہ کہ میں اس اللہ کی پناہ میں آتا ہوں اور اللہ وہ جس میں تمام کمالات بغیر عیب کے ہوں۔ بزرگان دین نے اعوذ باللہ کو علاج بتلایا ہے اور اللہ نے نیکی و بدی کی جو سزا و جزا فرمائی ہے وہ حق ہے کیونکہ لفظ اللہ میں ایک کمال صدق کا بھی تو ہے یعنی اللہ کی ایک صفت صدق بھی تو ہے کہ اللہ جو کچھ فرماتا ہے صحیح ہے لہٰذا مکافاتِ عمل صحیح ہوا۔

فوری فائدہ کے مقابلہ میں پیچھے کا جو ضرر ہوتا ہے اس کا احساس نہیں ہوتا مثلاً زنا، شراب و رشوت خوری یہ فوری فائدہ تو ہیں مگر انجام ذھن میں نہیں ہوتا۔ دماغ میں استحضار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انتقام فوری نہیں رکھا تاکہ انسان آزادانہ کام کرے بعد میں جزا و سزا کا دور آئے گا۔

درس نمبر: ۴۶
18 ستمبر 1964ء

ایمان، غیب سے وابستہ ہے

انسان کا بڑا دشمن شیطان شبہات ڈالتا ہے
شبہات کے سلسلہ میں کچھ بیان ہو چکا ہے آج کل ان شبہات کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے بنیادی شبہ یہ ڈالتا ہے کہ انسان جو آنکھ سے دیکھے وہ مانے ورنہ نہ مانے شیطان انسان کو پابند محسوسات بناتا ہے یہ ہے اس کا بنیادی مسئلہ۔ دائرہ محسوسات میں پابند بنانا۔ باوجود اس کے کہ اللہ نے نظام ایسا رکھا ہے کہ انسان کی ہر طاقت جدا ہے۔ آنکھ دیکھتی ہے سنتی نہیں۔ ناک کان وغیرہ۔ ایک سے دوسری کا کام نہیں بن پڑتا ایسا نظام ہر ایک کے ساتھ رکھا عقل جو کام کرتی ہے وہ ان محسوسات کے ساتھ کرتی ہے مثلاً ہاتھ سے معلوم کرتے ہیں کہ یہ نرم ہے یا سخت لوہا ہے یا ریشم۔ تو کچھ معلومات قوۃ لامسہ یعنی ہاتھ فراہم کرتا ہے اور کچھ معلومات قوت باصرہ کرتی ہے تو عقل ان میں سے چنتی ہے تو عقل بھی زمین سے آگے نہیں جاتی۔

اب سوال یہ کہ کائنات میں سب دیکھی نہیں ان دیکھی بھی ہیں۔ خود ہمارے وجود کے اندر بعض چیزیں ایسی ہیں جو نظر نہیں آتی مثلاً روح اگر روح نکل جائے تو انسان ختم ہوجاتا ہے مگر روح نظر نہیں آتی۔ دیکھی ہوئی کو شریعت میں شہادت اور ان دیکھی کو غیب کہتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک کھلی کی قیمت کم اور ان دیکھی چیز کی قیمت زیادہ ہے۔ یہی راز ہے کہ قرآن میں جہاں شہادت و غیب کا ذکر آتا ہے تو غیب اول میں ذکر ہوتا ہے قرآن۔ عَلِی الغَیبِ وَالشّھادَۃِ وغیرہ یہ متعدد بار قرآن میں مذکور ہے کہ غیب اول اور شہادت بعد میں ذکر ہوگی۔ آج کل سائنسدان محسوسات اور شہادیات کا پابند ہے اور اس سے جو بلند مقام ہے غیبیات کا اس میں ہاتھ ڈال بھی نہیں سکتا کیونکہ وہ مقام اس سے باہر ہے۔ تو دو ہو گئے ایک یہ کہ غیب جو عقل اور حس سے باہر ہوں جو چیزیں وہ غیبیات ہیں امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے دوسری حیثیت سے بھلہ زیادہ فرمایا کہ تمام پیغمبرؑ نے یہ نہیں کہا کہ شہادات کو مانو بلکہ غیبیات کے متعلق فرمایا۔ ذَالِکَ الکِتَابُ لَا رَیبَ فِیہِ اول یہ لایا گیا باقی چیزیں یُؤمِنُونَ کے بعد لائی گئیں معلوم ہوگیا کہ ایمان کو غیب سے وابستہ کیا گیا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں بہاولپور پر ایمان لایا ہوں تو اسکی اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں ہے کیونکہ یہ سننے اور دیکھنے میں ہے قیمت اس وقت ہوگی جب محض اللہ اور اسکے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر مانی جائے۔ ایمانیات کی فہرست میں سب ان دیکھی چیزیں ہیں۔ قرآن كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ورسلہ اللہ پر ایمان یہ بھی غیبیات سے ہے اور ملائکہ پر یہ بھی غیبیات سے۔ وکتبہ اور کتاب پر ایمان یہ بھی غیبیات سے۔ کتاب خود تو نظر آتی ہے مگر اس کاغذ اور لکیروں پر ایمان نہیں لایا بلکہ یہ کہ یہ فرمان اللہ نے فرمایا ہے بتوسط جبرائیلؑ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں ہوتے تو سارے لوگ آنکھ سے دیکھتے تو یہ ایمان تو مطلوب نہیں مثلاً کوئی مجلس میں یہ کہے کہ یہ محمدؐ بن عبداللہ ہے اسکی تو کوئی قیمت نہیں قیمت تو اسکی ہے کہ انکو رسول اللہ مان۔ آپکو جو معجزات وغیرہ دیئے گئے ہیں یہ بھی غیبیات سے ہیں۔

ایک دائرہ شہادۃ ہے ایک غیب کا ہے دائرہ شہادۃ کی اتنی قیمت نہیں کہ مانے تو مسلم ورنہ کافر برعکس غیب کے کہ اگر مانے گا تو مسلمان ورنہ کافر ہوگا۔ تو جب غیب بھی ہے تو جس طرح اللہ نے شہادۃ کیلئے نظام فرمایا کہ انسان معلوم کرلے مثلاً دیکھنا آنکھ اور سننا کان اور سونگھنا ناک وغیرہ سے۔ تو جس طرح شہادۃ کیلئے اسباب مقرر کئے ہیں اسی طرح غیبی دنیا تو قیمتی ہے اس کا نظام مقرر نہ کیا ہوگا؟ یقینی کیا ہے وہ وحی الٰہی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ ماضی میں مسلمان نے قرآن کو حاصل کیا ہے اور فتح

حاصل کی مگر آج کل قرآن کو ترک کردیا تو ختم ہوگئے۔ قرآن کا جاننا یہ ضروری نہیں کہ فقط حافظ قرآن بنے بلکہ اس کو سمجھو۔ عرب کے بدو تھے مگر قرآن کو خوب سمجھتے تھے باوجود بکریاں چرانے کے بھی فتح پائی۔ عبداللہؓ بن مسعود سے شیخ صلاح الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں اِلاَّ نُعَلِّمُهَا وَنَعْمَلُ بِهَا۔ ہم صحابہ کرامؓ رسولؐ سے دس آیتوں کا علم لیتے تھے اور جب تک عمل نہ ہوتا تھا تو لَا نَتَجَاوَزُ تو ہم تجاوز نہ کرتے تھے۔ حجتہ الوداع کے موقعہ پر حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ ساتھ تھے یہ سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے حجتہ الوداع کے موقعہ پر جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے تھے یا بیٹھتے یا کوئی اور عمل کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو وصال مبارک فرما گئے مگر بعد میں جب حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کو حج کا اتفاق ہوا تو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا جہاں بیٹھے جہاں قضاء حاجت کی اسی طرح مکمل تکمیل کرتے گئے۔ قرآن کی زبان انکی مادری زبان تھی نزول انکے سامنے ہوا تو وہ مکمل قرآن کو سمجھتے تھے اور عمل کرتے تھے۔ فرمایاؓ کہ سورۃ بقرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے 8 سال کے عرصہ میں پڑھی تھی گویا ہم نے پوست لیا اور انہوں نے مغز لیا۔ تو وہ بدو جنہوں نے مکتب و مدرسہ وغیرہ میں تعلیم حاصل نہیں کی تھی صرف ایک کتاب آئی قرآن کریم وہ تعلیم ودبدبہ کے مرکز تھے قیصر و کسریٰ سے ٹکرلی تو انہیں ختم کردیا۔ آج اگر جھوٹی

گواہی ہو تو قرآن اٹھایا جاتا ہے یا مردہ وغیرہ پر تلاوت کیا جاتا ہے۔
قرآن صرف ان کاموں کیلئے نہیں آیا بلکہ وہ تو انقلاب لایا ہے
بڑے بڑے فرعون ختم کر دئے ہیں اگر قرآن نہ آتا تو ہم غیب نہ
سمجھ سکتے تھے۔ تِلْكَ آيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا ہم نے عرب سے یہ فیض اتارا
ہے کہ انسان اپنی اصلی حیثیت کو معلوم کر سکے۔ اب انسان کو
شیطان کہتا ہے کہ اَن دیکھی یعنی غیب کو نہ مانو۔ ملائکہ اور اللہ تعالیٰ
وغیرہ سب غیب ہیں تو پھر انکو بھی نہ مانو۔ تو اَن دیکھی چیزیں اللہ و
رسول کے فرمان پر ایمان لاؤ۔ کہ مثلاً معجزہ معراج کی رات کی آج کل
نظیر مانگتے ہیں جبتک نظیر نہ ملے گی تو قطعاً نہ مانیں گے۔ حضرت
تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی کہ موسیٰ کا معجزہ ہے کہ ڈنڈا مار کر
بارہ چشمے نکالے تو اگر کوئی اسکی نظیر پوچھے تو دکھانے پر یہ غیب نہ
رہے گا تو قیمت کم ہو جائے گی حالانکہ غیب قیمتی چیز ہے۔
احادیث سے معلوم ہے کہ اللہ کا فعل محسوسات کو عالم غیب سے
پہنچا ہے سب سے کم عالم شہادت ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ
اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے عالم بنانا چاہا تو قبل نقشہ اپنے ذہن
میں تیار کیا اسکے بعد غیبی نقشہ لوح محفوظ میں لکھا اور یہ آئینے کی طرح
ہوتا ہے۔ اور بعض صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ نقشہ عرش پر ہے
اس کے بعد عالم مثال میں ان کا مطلب یہ کہ اوپر موجود ہے لیکن
نقشہ نہیں ہے مثال ایک خود آدمی ہے آئینہ کے سامنے ہے اور

ایک آئینہ والا آدمی مگر نقشہ نہیں ہے جس میں بُعد ہومادہ نہ ہو وہ
عالم مثال ہے۔اس کے بعد آسمان و زمین کی کائنات آتی ہے تو
پھر اس سے غیب سے اترا تر کر شہادت کو پہنچے عالم شہادت پر نگاہ
رکھنا یہ تو بت پرستی ہے۔
عالم غیب کا پتہ وحی الٰہی سے ہوتاہے۔ اور عالم شہادۃ کا
پتہ حِس سے ہے

غیب کے سلسلہ میں ایک معجزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موقع معراج
شریف ہے۔ شیطان بڑا بدمعاش ہے وہ کہتا ہے کہ میاں یہ تو
مولوی کی باتیں ہیں کیونکہ اگر اللہ و رسولؐ کا نام لیکر بات کو
موصوف کرے تو لوگ نہ پھرینگے مگر مولوی کے کہنے سے لوگ پھرنے

میں تأخیر نہیں کرتے۔ مولویوں کے اندر لڑانے کا جرم جرم عظیم
ہے۔ غیر مولوی کے ہزار گناہ سے مولوی کے اس لڑانے
والے ایک گناہ سے کئی گنا کم ہے۔ مسلم کا مسلم سے لڑنا تو در کنار
اسلام تو کافر سے لڑنے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔ خدا کی تعلیم کہ

کافر سے احسان کرو مگر آج کے مولوی کی تعلیم کہ مسلمان سے لڑو۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَھُمْ معلوم ہو گیا کہ مسلم کے درمیان جو بھی لڑائی کرائے گا وہ شیطان کا بھائی ہو گا۔ یہ جرم ناقابل معافی ہے لیکن مولوی کے اندر ایک خوبی بھی ہے۔ مثلاً علم قرآن۔کیا یہ کسی وکیل وغیرہ سے آیا ہے نہیں یہ ان غریب مولویوں سے آیا ہے۔ ایک جگہ میری تقریر تھی میں نے موضوع رکھا دوام مولوی کہ باقی سب طبقے ختم ہو جائیں گے مگر مولوی نہ مٹے گا قرآن سے ثابت کیا قرآن۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ معلوم ہو گیا کہ اللہ نے اسکی حفاظت کا ٹھیکہ خود عرش سے اٹھا رکھا ہے۔ تاتاریوں کا دور تو قرآن زندہ رہا جس بے دین کا دور گزرا۔ مگر قرآن زندہ رہا۔ قرآن کی حفاظت بالواسطہ کی۔ یعنی ایسے لوگ پیدا کئے اور کریگا جو قرآن کی حفاظت کرینگے۔ الفاظ کی حفاظت قاریوں سے کی اور قرآن کے مقاصد کی حفاظت علماء کرام کے ذریعہ اور متقین یعنی تقویٰ دار کے ذریعہ قرآن کے عمل کی حفاظت کی۔ تو معلوم ہو گیا کہ علماء محافظ قرآن ہیں اگر قرآن کو دوام تو علماء کو بھی دوام قرآن قابل یاداشت ہے جو اربوں کتابوں میں یاد کرنے کے قابل یہی کتاب ہے۔ جو یاد کرنے کی نہیں وہ تو ڈائری میں لکھتے ہو مگر قرآن بس ان غریب طالبعلموں کے پاس چھوڑ دیا جو خشک خوراک کھا کر گزارا کرتے ہیں اور خود بس موٹروں وغیرہ کے نشہ میں غرق ہیں۔ یہ امراء کا حال ہے۔

ازدوام او دوام ذاکرست۔ یہ بزدلی ہے کہ اللہ واسکے رسول کا حوالہ ڈر کی وجہ سے نہیں دیتے کہتے ہیں کہ یہ معراج کالمبا سفر ایک رات میں کس طرح ہوسکتا ہے۔ اگر ہوسکتا ہے تو نظیر دو یہ وہ بات کہ ایک بار پنڈت نے پوچھا کہ یہ آدمی تو بنا مگر اسکی نظیر بتلاؤ میں نے کہا کہ وہاں پہنچاؤں میں نظیر دونگا۔ اعوذ باللہ وغیرہ میں جو لفظ اللہ کا ہے یہ شبہات و شہوات کو کاٹنے والا ہے۔ جو معراج کو نہ مانے اس نے اللہ کی عزت پر دھبہ لگایا۔ اللہ کی قدرت کے سامنے اس واقعہ سے اربوں اور بڑے کام ہوسکتے ہیں۔ اسی دور میں سائنس کو دیکھو سائنس کا نظریہ ہے کہ حرکت کی تیزی کیلئے حد مقرر نہیں۔ مثلاً ایک منٹ میں آپ ہزار میل طے کرسکتے ہیں کہیں ایسا محرک پیدا ہوگا کہ ایک منٹ میں اس سے زائد سفر طے کرسکیں گے۔ سائنس کے مطابق سورج ہم سے 9 کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے۔ یہ فاصلہ سورج کی روشنی زمین تک پہنچنے میں ایک سیکنڈ لگاتی ہے۔ اسکے علاوہ نگاہ کی قوت اتنی زیادہ ہے کہ بقول ڈاکٹر ٹسٹل کہ بعض ستارے زمین سے اربوں میل دور ہیں مگر بس آنکھ کھولی تو یہ فاصلہ نگاہ نے ایک پل میں طے کیا یہ ایک نگاہ کی طاقت ہوئی کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے روح مبارک کی طاقت اس سے کم ہے اور خاص کر برقی سواری جسکو براق کہتے ہیں انکے لئے یہ سفر کیا مشکل ہے؟ اور بڑی بات یہ ہے کہ یہ کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں

بلکہ یہ خود اللہ تعالیٰ کا فعل ہے قرآن۔ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا
معلوم ہو گیا کہ خود نہیں گئے میں لے گیا ہوں تو جب اللہ تعالیٰ لے
گئے ہیں تو یہ تورات میں سفر ہوا ہے خدا اگر چاہتا تو ایک سیکنڈ میں
طے ہو جاتا۔

درس نمبر: ۴۷

20 ستمبر 1964ء

معجزہ فعل خُدا ہے

اس سے پہلے درس میں شیطان کے بھکانے کا ذریعہ ایک شبہات بتلایا تھا۔ اس سلسلہ میں ایک معجزہ کی بات یاد آئی ہے اور یہ ایک عجیب و غریب معجزہ ہے اس سلسلہ میں قبل ایک بات ضروری ہے وہ یہ کہ جو پیغمبر تشریف لاتا ہے وہ جو حق کی دعوۃ دیتا ہے تو اسکی دلیل بھی دیتا ہے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دلیل دی تا کہ جاننے والے جان لیں کہ جو کچھ فرما رہے ہیں وہ حق ہے چونکہ سمجھ دار لوگ دنیا میں کم ہیں اور جاہل زیادہ ہیں اس لئے معجزہ کی ضرورت ہوئی۔ قبل دلیل دیتے ہیں تو سمجھ دار لوگ سمجھ جاتے ہیں لیکن عام لوگ چونکہ جاہل ہوتے ہیں ان کیلئے دلیل کے ساتھ معجزہ دیدیا۔ قرآن۔ تِلْكَ حُجَّتُنَا۔ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ اللہ کے ہاں ثابت کرنے کیلئے ایک کامل دلیل ہے۔ تو سمجھ دار دلائل سے جانتے ہیں لیکن عوام ایک معجزہ کے محتاج ہوتے ہیں کہ ایسا کام ہو کہ جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہ کر سکے وہ کام نبیؑ کے ہاتھ

سے صادر ہو۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ معجزہ نبوت کی دلیل نہیں بلکہ یہ تو تائیدی چیز ہے۔ معجزہ کے اندر ایک چیز ضروری ہے کہ پوری کائنات میں وہ کام اللہ کے سوا اور کوئی نہ کرسکے۔ پیغمبرؐ کا فعل نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ اپنی مرضی کے خلاف معجزہ ظاہر نہیں کرتا۔ جب معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوا تو اسکی مرضی پر ہوگا۔ وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ۔کفار نے کہا کہ مکہ میں پانی کا چشمہ بہا دیں تو تب ایمان لائیں گے یا جنت میں سے تیرا ایک کھجور کا باغ ہو اس میں نہر بھی چلائیں۔ تو تب ایمان لائیں گے۔ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا الخ یا آسمان کا ٹکڑا سزا کی وجہ سے ہمپر گرائیں۔ یا خدا اور فرشتہ ہم کو دکھا دیں یا ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جاؤ اور کتاب لاؤ یہ معجزات کفار نے مانگے تھے کہ اگر یہ معجزات دکھا دیں تو ہم ایمان لائیں گے۔ قرآن۔ قُلْ سُبْحَانَ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ خدا نے فرمایا کہ کہہ دیجئے کہ میں ایک انسان اور ایک رسولؐ ہوں مجھ سے رسالت کے کام مانگو خدائی کے کام مت مانگو۔ مثلاً ایک حاذق حکیم ہو تم اس سے میز کے بنانے کیلئے کہو تو وہ کہے گا کہ میں کوئی ترکھان یا مستری تو نہیں مجھ سے تو نسخہ جات پوچھو۔ اس سلسلہ میں دو چیزیں بتلائی ہیں تمام کتابیں متفق ہیں کہ ایک تو معجزہ اللہ کا فعل ہے اور دوم نبیؐ کا فعل نہیں ہوتا۔ اب یہ کہ معجزہ سے یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ پیغمبرؐ ہیں۔ معجزہ سے

پیغمبری پیغمبر کی کیسے معلوم ہو کہ ایک شخص دعویٰ کرے کہ میں بادشاہ کا نائب ہوں اور بادشاہ کے دستاویز تمام لوگوں کو سنا دے کچھ یقین تو ہوجاتا ہے کہ یہ بادشاہ کا نائب ہے مگر کچھ شک رہتا ہے۔ اگر وہ اپنی مہر دکھا دے تو پھر کام ڈبل ہوجاتا ہے پھر شک نہیں رہتا اس لئے رسول اللہ تعالیٰ سے کتاب بھی لائے اور معجزات بھی دکھلائے۔ کہ کتاب دلیل ہے اور معجزہ مہر ہے۔ یعنی ان دونوں سے معلوم ہو گیا کہ اللہ ہمراہ ہیں اور یہ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ قرآن و دیگر معجزات مل کر خواص و عوام دونوں کیلئے اس یقین کو ظاہر کرتے ہیں کہ نبیؐ اللہ کے رسول ہیں مثال کے طور پر دو معجزوں پر اکتفا کرونگا عیسیٰؑ کا وجود خود معجزہ ہے جو والد کے بغیر ہوا اور قرآن میں اندھے کو بینا کرنا یہ معجزہ قرآن سے ثابت ہے۔ پھر آپکا دشمنوں سے زندہ اٹھالینا یہ معجزہ ہے پھر واپس لانا دنیا میں یہ معجزہ ہے۔ پہلے مختصر ابراھیمؑ کا معجزہ سناتا ہوں عراق کیجا بر حکومت نمرود کی جب دلائل سے تنگ آگئی تو ہمیشہ یہ قانون ہے کہ جب کوئی دلیل سے تنگ آجائے تو وہ قوت استعمال کرتا ہے۔ نمرود جب دلائل سے تنگ آگیا تو فیصلہ کیا کہ ابراھیمؑ کو آگ میں ڈالدیں۔ کفار نے بڑے جوش و خروش سے ایندھن لانا شروع کر دیا ایک خندق میں ایندھن جمع کرنا شروع کر دیا اور خندق میں آگ لگا دی۔ تجویز یہ کہ ابراھیمؑ کو گوپھن میں بٹھلا کر آگ میں چھوڑ دیں آگ

میں بس پڑجانا تھا کہ خالق کائنات کا آرڈر ہوا۔ قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا
کہ اے آگ کہ تجھ کو ہم نے پیدا کیا اور گرمی کو بھی آرڈر ہے کہ
ٹھنڈی ہوجا مگر اتنی ٹھنڈی نہ کہ سردی سے ابراھیمؑ ہلاک ہوجائیں۔
فرمایا سلاماً علیٰ ابراھیمؑ آگ نے خدا کا آرڈر مانا اور ٹھنڈی ہو گئی اور
گلزار بن گئی کہتے ہیں کہ اس معجزہ کے بعد بہت سے لوگ مسلمان بن
گئے یہ تو قدیم زمانہ کے گمراہ تھے کہ معجزہ دیکھ کر ایمان لائے آج
کے گمراہ معجزہ دیکھ کر بھی نہ مانیں گے جدید گمراہ و قدیم گمراہ میں
جوفرق ہے وہ آگے بتلاؤں گا۔

آگ جلاتی ہے ٹھنڈی کیسے ہوئی سوال یہ کہ یہ
پیدائش اللہ تعالیٰ کی ہے جس طرح وہ آگ کو ختم کرسکتے ہیں۔ گرمی
کو بھی ختم کرسکتے ہیں مثلاً ایک آدمی کی عادت ہے کہ وہ جمعہ کے
دن کپڑے تبدیل کرتا ہے اگر وہ بدھ کو کپڑے تبدیل کرے تو
کیا نہیں کرسکتا۔ جس طرح انسان کا فعل ہے کپڑا تبدیل کرنا اسی
طرح اللہ کا فعل ہے وہ آگ کو ٹھنڈک میں تبدیل کرسکتا ہے۔ یہ تو
صرف اتنی بات کافی تھی لیکن دور حاضر نے ایک اور چیز ڈالی کہ خدا
تو بڑی چیز ہے کہ آگ کو ختم کردیا اللہ نے انسانوں کو اتنی سمجھ
دی کہ ایک فائر پروف مصالحہ تیار کیا اسکے استعمال کرنے سے آگ
کا اثر نہیں ہوتا۔ معلوم ہوگیا کہ اگر انسان نے فائر پروف میں اثر
پیدا کردیا کیا اللہ عاجز ہے؟ سمندل ایک جانور ہے وہ ہمیشہ آگ میں

رہتا ہے عیسائی تصنیف المنجد وغیرہ میں ہے کہ اگر آگ سے ہٹایا جائے تو یہ جانور مرجاتا ہے۔ جس طرح مچھلی پانی سے باہر آجائے تو مرجاتی ہے۔ آج کل انگریزی تعلیم یافتہ کہتے ہیں کہ مولوی تنگ نظر ہے کیا مولوی تنگ نظر ہے بلکہ خود یہ تنگ نظر ہیں۔ کیونکہ خدا کے ایک فعل کو مانتے ہیں دوسرے کو نہیں مانتے۔ جس طرح بعض اعتراض کرتے ہیں کہ دوزخ میں موت کیوں نہیں آئے گی۔ بات یہ کہ دار آخرت کی بدن کی ساخت اور نمونے کی ہوگی یعنی دکھ تو ہوگا جان نہیں نکلے گی۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کا انسان نطفہ سے بنا ہے اور حشر میں جب عرش کے قریب ہوگا تو ایک بارش ہوگی تو سفید قطرے بکھریں گے تو وہاں انسانیت کو دوام ہوگا کیونکہ وہ قطرے عرش سے ہونگے عرش باقی اور اللہ بھی باقی تو اس لئے انسان بھی باقی رہے گا۔ سہارنپور میں میں نے ایک پودا دیکھا جب تک اسکے گملہ کے نیچے آگ نہ جلائی جائے تو وہ زندہ نہ رہ سکتا تھا وہ پودا آگ کا محتاج تھا یہ سب اللہ کی قدرت ہے بَل كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ اللہ نے فرمایا جو نہیں جانتے تھے اس سے انکار کیا۔ 4/9/54 عیسوی میں بذریعہ پاسبان اخبار کوئٹہ سے معلوم ہوا کہ ایک واقعہ لندن میں ہوا آج سے تقریباً 10 سال قبل اس وقت ایک احمد حسین نامی درویش ہندوستان سے شاید کسی ارادہ کی وجہ سے گیا ہوگا لندن گیا عیسائیوں سے گفتگو ہوئی مولانا نے

بے دلیل کردیا کیونکہ شراب خوروں کا دلیل سے کیا تعلق وہ تو خر مستیوں سے ہوش نہیں رکھتے۔ آخر میں مولانا سے چیلنج کیا کہ اسلام حق یا عیسائیت حق پر آگ سے فیصلہ لیں گے یعنی جو آگ سے بچ کر نکلے وہ حق پر ہوگا۔ آگ کا سرکاری طریقہ پر انتظام ہوا ایک خندق 12 فٹ لمبی اور 4 فٹ چوڑی کھودی گئی اور 15 انچ گہری کی گئی اس میں کوئلہ لکڑی وغیرہ سے مخلوط ایندھن تیار کیا گیا تقریباً سات گھنٹہ تک آگ جلتی رہی بعد میں انگارے بن گئے۔ سائنسدان آئے ٹمپریچر لگایا تو 1292 ڈگری تھا یہ مجبوراً نوٹ کیا تھا تاکہ مسلمان یقین کریں۔ اس خندق کی اتنی گرمی تھی کہ اگر 21 گز کے فاصلہ پر کوئی آدمی آجاتا تو جل کر خاک ہوجاتا اس کے بعد درویش احمد حسین رحمتہ اللہ علیہ کے بدن کا معائنہ کیا شاید کوئی فائر پروف نہ لگا رکھا ہو تو درویش اس خندق میں داخل ہوگئے اور کئی دیر تک چلتے رہے اور قرآن تلاوت کرتے رہے۔ سائنسدانوں نے رپورٹ کی کہ یہ قرآن کا اثر تھا پرانے زمانہ کے کافر ہوتے تو اسلام لاتے مگر اس زمانہ کے لنڈن کے کافر ایسے ہیں کہ ایک شخص بھی ایمان نہ لایا۔ دوسرا معجزہ حضرت عیسیٰؑ کا۔ ایک خاص بات سمجھانے کیلئے ایک دلائل اور ایک جذبات ہوتے ہیں دلیل سمجھنے کیلئے جذبہ چاہیے عیسیٰؑ کی حکمت اور دجال وغیرہ سب کچھ آئیں گے لیکن قبل جذبات کی بات بیان کرتا ہوں "دین یہود" کی تاریخ بتلاتی ہے کہ یہود دو

مسیح کے منتظر تھے ایک مسیح ہدایت وہ عیسیٰؑ اور مسیح ضلالت والے وہ دجال ہے۔ عیسیٰؑ مسیح بمعنی فاعل ہیں جسے ہاتھ لگائیں وہ درست ہو جائے اور دجال کہ یہ مسیح ہے کیونکہ اسکی آنکھ کسی نے مکہ مار کر ختم کر دی تھی۔ عیسیٰؑ مسیح ہدایت جب آئے تو اس مسیح ضلالت نے جان کر مخالفت کی اور جب مسیح ضلالت اپنے زمانہ میں آئے گا تو لوگ اس پر ایمان لائیں گے۔ جس کا ذہن اللہ الٹا کر دیں تو وہ اسی طرح ہوتا ہے۔ میں قرآن کی دلیل نہیں دیتا سب کا ایمان ہے کہ عیسیٰؑ زندہ ہیں دلائل نہیں دیتا کیونکہ دلائل کے انبار ہیں۔ میں فلسفہ بیان کرتا ہوں۔ صحابہؓ کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰؑ زندہ ہیں یہاں ایک قانون ہے کہ اللہ کا قاعدہ ہے سنت اللہ دو ہیں نوحؑ سے لوطؑ تک اللہ کا کیا قاعدہ رہا جب اس نے پیغمبرؑ بھیجے حجتہ اور معجزہ دیا اگر قوم نے انکار کیا تو ہلاک کر دیا۔ نوحؑ کی قوم طوفان سے ھودؑ کی ہوا سے صالحؑ کی اونٹنی کے ذریعہ زلزلہ آیا۔ اور لوطؑ کی قوم پر زمین الٹا دی۔ سب کو ان طریقوں سے تباہ و برباد کیا۔ انکے بعد اللہ نے نرمی فرمائی اور قاعدہ بدل ڈالا کہ اگر قوم نے انکار کیا تو برباد نہیں کیا بلکہ پیغمبرؑ کو حکم دیا کہ ہجرت کرو۔ نمرود کو ابراہیمؑ نے حق کی دعوت دی انکار کیا پھر حکم ہوا کہ عراق چھوڑ کر شام جاؤ۔ موسیٰؑ کی بات مصر والے نہ مانے ترکِ وطن کا حکم ہوا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ ترک کر کے مدینہ کا حکم ہوا۔ صرف ایک عیسیٰؑ درمیان میں گذرے ہیں مگر جب

ایسی بات نہ مانیگئی تو ترک وطن زمینی کے بجائے آسمانی ہؤا۔ دلیل بعد میں بعض لوگ جذباتی باتیں کرتے ہیں کہ عیسیٰؑ آسمان پر اوپر اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر یہ علمی باتیں نہیں بلکہ جذبات ہیں حالانکہ عالم بالا اور عالم زیریں کی رہائش کے سلسلہ میں فضیلت کا کیا تعلق ہے۔ دوسرے آسمان پر عیسیٰؑ سے ملاقات فرمائی تھی عیسیٰؑ تو خاص وقت تک عالم بالا میں رہائش فرما ہیں اور ملائکۃ اللہ ساری عمر عالم بالا میں رہتے ہیں اور ملائکہ بمع اپنے سردار کے ادنیٰ پیغمبرؑ کے درجہ کے برابر نہیں، اوپر اور نیچے رہنے سے فضیلت کو کیا تعلق۔ ایک مرتبہ عیسائی پادری نے عالم سے سوال کیا کہ ہمارا نبیؑ عیسیٰؑ اوپر ہیں اور آپکے نیچے جواب دیا کہ سمندر میں موتی نیچے اور خس اوپر ہوتے ہیں۔ ہم نے اور طریقہ سے جواب دیا کیونکہ یہ جواب ہے تو درست مگر بے ادبی ہے۔ ہمارے شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر عمر کا اثر ہوتا تو سب سے زیادہ عمر حضرت نوحؑ کی ہے۔ اگر عمر پر دارومدار ہوتا تو فرشتے سب سے زیادہ عمر والے ہیں۔ اگر عمر کا دارومدار ہوتا تو شیطان باباآدمؑ سے بڑا ہے اور قیامت تک رہے گا یہ شیطانی فلسفہ ہے۔ ایک تیسری جذباتی بات یہ ہے کہ حق ہمیشہ حق ہے فرض کرلو کہ چولستان میں ایک نہر ہے اور یہ صحیح فعل ہے لیکن جب نہر میں پانی آگیا تو ہندوؤں نے ایک جاسوس کو بھیج کر بند توڑ ڈالا جس سے ارد گرد کے علاقے غرق

ہو گئے۔ نہر نکالنی تو درست بات تھی مگر ہندو نے ناجائز فائدہ اٹھایا
کیا ہم نہر سے انکار کریں ؟

درس نمبر: ۴۸
25 ستمبر 1964ء

آسمانی مذاہب تین ہیں

اس سے قبل درس میں ایک سلسلہ چلا تھا سلسلے میں حضرت عیسیٰ کا بیان تھا حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت ادیان سماوی کی مرکزی شخصیت ہے کچھ ادیان سماوی اور کچھ زمینی ہیں۔ جن کو آسمان سے تعلق یعنی آسمانی کتاب ملی ہے وہ تین مذھب ہیں اسلام، یہودیت اور عیسائیت ان کے علاوہ زمینی مذاھب ہیں۔ آسمانی مذاھب سے وہ مذاھب لو جن پر آسمان سے کتاب اتری ہو اور وہ کتاب مذھب کی بنیاد ہو آسمانی مذاھب میں دو باتوں کا خاص کر خیال رکھنا ہے۔ آسمانی مذاھب کچھ محفوظ ہیں۔ اور کچھ غیر محفوظ۔ مذھب اسلام محفوظ ہے کیونکہ قرآن اترا اور سینوں میں محفوظ ہو گیا جب تک مسلمان نہ مٹیں گے یہ محفوظ رہے گا زیر زبر لفظ لفظ محفوظ رہے گا۔ اور بعض غیر محفوظ مذھب ہیں اگر نہ ہوں تو بھی اعتبار نہیں مثلاً تورات، زبور، انجیل وغیرہ کہاں ہیں قرآن۔ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ کہ نصاریٰ اپنی کتاب کے الفاظ تبدیل

کرتے تھے۔ عیسیٰؑ پر ایک انجیل نازل ہوئی اور اب سو کی تعداد ہو گئی اب تیسری صدی میں کونسل بیٹھی کہ کونسی انجیل صحیح ہے عیسائیوں نے ان میں سے چار کو درست قرار دیا باقی 96 غلط کر دیں۔ یہ فیصلہ علم پر نہیں بلکہ قرعہ اندازی پر ہوا ووٹ ڈالے گئے یہ تو رنجیت سنگھ کے فیصلہ کے برابر ہوئی۔ مثلاً ایک آدمی کی طرف رخ کر کے کہا کہ کیا یہ انجیل تمہارے خدا کا ہے جواب ملا کہ نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں کہ ایک سو انجیل کے 4 بائیبل بنائے گئے ہیں اور اب تک بھی اقرار کرتے ہیں کہ ان چار انجیلوں میں سے کوئی بھی عیسیٰؑ کے زمانہ میں نہ لکھی گئی۔ پھر ان موجودہ مصنوعی انجیلوں میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے ذکر کاٹ دئے گئے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ باوجود مٹانے کے نام زندہ ہے۔ اصل میں یہ انجیل عبرانی زبان میں اتری جسکا اب ایک نسخہ بھی موجود نہیں ہے انگریز نے فیصلہ کیا کہ اگر مولوی پوچھے کہ عبرانی زبان والی آپ کی کتاب کہاں ہے تو انجیل کا ترجمہ عبرانی زبان میں کر دیا ہے۔ کیا یہ عبارت خدا کی ہوئی یہ تو بندہ کی عبارت ہوئی۔ مثلاً قرآن کے ترجمہ کی عربی بنا دی جائے تو کیا وہ خدا کی کلام ہو گئی؟ بحمد اللہ قرآن کے سوا کوئی کتاب ثابت نہیں۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ انگریز جب دنیا میں آیا تو قلمی نسخے تھے سوچا کہ خرید کر جلا دینے چاہئیں۔ پھر انکو خوب طریقہ سے گمراہ کرینگے۔ مولوی محمد

حسین رحمتہ اللہ علیہ "آب حیات" والے انکے والد مولوی محمد باقر رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہو جواب دیا کہ یہ ختم کر رہے ہیں پادری کے سامنے ایک بچہ کو بلایا پوچھا قرآن پڑھا ہے کہا ہاں یاد ہے پھر دوسرے بچہ سے تو مولوی محمد باقر رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر نسخے ختم کروگے تو سینوں میں قرآن تو محفوظ ہے۔

ظاہر ہے کہ توراۃ انجیل وغیرہ آسمانی کتابیں ہیں اور قرآن سے قبل ہیں۔ اور حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰؑ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تشریف لائے ہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ پیچھے والوں کا حکم چلے۔ جو آج صدر ایوب کی مملکت میں سکندر مرزا والا قانون برتیگا وہ باغی کہلوائے گا کیونکہ ایوب کی مملکت میں ایوبی قانون کے ماسوا اور کوئی قانون نہیں چلے گا۔ اب صرف ناسخ اور منسوخ کا سلسلہ بتلانا ہے کہ انسانوں کے حالات مختلف قسم کے ہوتے ہیں تو گزشتہ پیغمبروںؑ کے سامنے انسانیت کی کچھ حالت تھی۔ یہ مؤرخوں کا قلم کہہ رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک انسانیت مکمل نہیں ہوئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انسانیت مکمل ہو گئی۔ بچہ جب چھوٹا ہو تو کرتہ چھوٹا ہوتا ہے اور جب بالغ ہو جائے تو کرتہ بڑا ہوتا ہے اسی طرح قانون قبل کامل نہ تھا اور انسان بھی کامل نہ تھا اب جب قانون کامل آیا تو

انسان بھی کامل ہو گیا قرآن۔ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ الخ آسمانی ادیان میں تین کے بجائے صرف ایک اسلام رہا۔ کیونکہ پیغمبری کا دروازہ بند کیا۔ اب بول خدا بند ہے۔ ناسخ اور منسوخ کا سلسلہ اس وقت تک ہوتا ہے جب خدا بولیگا کیونکہ خدا بولیگا تو قانون دیگا جب نبوّت کا دروازہ بند۔ تو بولِ خدا بند۔ جب بول خدا بند۔ تو قانون خدا مکمل ہو گیا اس کے بعد ترمیم بالکل غلط اور ناجائز ہے۔

آج کل بعض لوگوں کے عقل پر یہ سوار ہو رہا ہے کہ قرآن کریم کو چودہ سو سال گزر چکے ہیں اب اس میں کچھ ترمیم ہونی چاہیئے۔ اگر کسی کے ہاتھ میں قینچی ہو تو جی چاہتا ہے کہ کسی چیز کو کاٹ لوں انگریزی تعلیم نے ایسی قینچی دی ہے کہ اگر غیر کو نہیں کاٹ سکتے تو اپنی چیز کو کاٹتے ہیں ترمیم کا مطلب یہ ہے کہ قانون میں کچھ غلطی ہے تو اس کو درست کر دیا لیکن اللہ نے فرمایا اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ کہ میں نے آج دین کو مکمل کر دیا۔ تو یہ ترمیم کا نعرہ لگا کر اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتے ہیں کہ آپکے بنائے ہوئے قانون میں غلطی ہے ہم اسے درست کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ترمیم کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ ترمیم کنندہ کا علم وفہم بلند پایہ کا ہو کم درجہ کا آدمی اوپر والے کی بات میں ترمیم نہیں کر سکتا مثلاً سول سرجن اگر آپریشن کرے اور کمپونڈر کہے کہ یہ غلط ہے میں اس میں ترمیم کرتا ہوں سرجن کہے گا کہ ترمیم کرنے

کی تیری کیا حیثیت ہے اب قرآن اللہ کا قانون ہے اللہ کی شان وہ ہے جو کائنات کا نقشہ آپکے سامنے موجود ہے جو اللہ کی قدرت اور طاقت کا نمونہ ہے اگر قرآن کو نہ مانو اب جس کا فہم۔ دانائی و علم محیط وغیرہ اللہ سے بلند ہوں تو وہ ترمیم کرے یہ نہیں کہ چند شرابی کبابی ہال میں بیٹھ کر کہیں کہ ہم قانون خدا میں ترمیم کرتے ہیں۔ ورنہ یہ حال ہوگا کہ ایک بادشاہ کا باز اڑ گیا ایسے شخص کے گھر گیا جس نے قبل باز نہ دیکھا تھا دانے ڈالے پتہ نہ تھا کہ باز کی خوراک کیا ہے میاں بیوی آپس میں بولنے لگے کہ اس کی چونچ بہت ٹیڑھی ہے کسی نے غلط بنایا ہے۔ تو چونچ قینچی سے کاٹ ڈالی پھر پاؤں کے ناخون کاٹے کیونکہ وہ بہت بڑے ہوتے ہیں پھر یہ پرندہ چھوٹا ہوتا ہے اور پر بہت بڑے ہوتے ہیں تاکہ شکار کے پیچھے تیزی سے جا ملے تو سوچا کہ اتنے بڑے پر ہیں یہ کس طرح اڑیگا وہ بھی کاٹ ڈالے۔ اتنے میں بادشاہ کا کارندہ آیا تو بادشاہ نے دیکھ کر کہا کہ نااہل کے ہاں یہی حالت ہوتی ہے اللہ نے چونچ اس لیئے دی تاکہ شکار کرے اور پر اس لیئے دئے کہ یہ پرندے شکار کرتا ہے اگر باقی پرندوں سے پر بڑے نہ ہوں تو اسکی رفتار انکے برابر ہوگی تو شکار کرنے میں دقت ہوگی۔ ہمارے آج کی عوام کے علماء اگر ترمیم کریں تو ایسی ترمیم ہوگی۔ آج کل اصلی علماء صرف چار یا پانچ پاؤ گے اگر یہ مر گئے شاید دین ختم ہو جائے۔ کوئی ٹیڑھا معنی کرے تو

عوام کہتی ہے کہ واہ مولانا۔ یہ سب عوام نے گمراہ کر رکھا ہے اگر عقیدہ خراب ہے تو میں کہتا ہوں کہ نماز روزہ کیوں پڑھتے ہو کیا فائدہ! قبل عقیدہ محمد رسول اللہ کا بناؤ۔ آج علماء قرآن کی آیت کا غلط ترجمہ کرتے ہیں قرآن۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيرًا وَّيَهْدِي بِهٖ كَثِيرًا ۔ کہ علماء ہدایت کی تعلیم بھی کریں گے اور غلط معنی کر کے گمراہ بھی علماء کرینگے۔ امیر عبدالرحمان خان افغانستان والے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا عبدالرحمان خان نے ختم کرنے کا حکم دیا تو پنجاب کے طریقہ پر بولا کہ عام لائق ختم نبوت پر بحث کی جائے امیر عبدالرحمان سمجھ دار تھے کہا کہ خنزیر کے بچہ اسلام پر تیرہ سو سال گزر گئے ہیں اب اس پر تحقیق باقی ہے کہ یہ اسلام سچا ہے یا جھوٹا۔ اسی پرانے اسلام نے لاکھوں اربوں انسانوں کو خدا تک ملایا اگر یہ غلط ہوا تو پھر اسلام تو کچھ نہ ہوا۔

تو یاد رکھو جب کوئی آدمی کوئی عقیدہ دے تو پہلے یہ دیکھو کہ یہ عقیدہ قبل ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضؓ کے زمانہ میں تھا کہ نہیں۔ اگر تھا تو درست ورنہ غلط کہو۔ اور کہو کہ میاں یہ تیرا دین تیرے پاس رہے ہم تو پرانا دین مانیں گے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ دین میں نئی نئی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً بدعات کیا انکی کچھ بنیاد ہے میں نے کہا کہ اگر اسلام میں ہو تو درست ورنہ اگر ایک شہر میں ہو اور دوسرے میں نہ ہو تو وہ غلط

ہے اور ایجاد بندہ ہے مثلاً جنازہ اور مردہ کے رسومات۔ بہر حال قرآن پاک آخری۔گویا آخری ہدایت نامہ اور آخری جنت کے اور جہنم کے قانون کا دارومدار ہے میں نے پہلے بتلایا ہے کہ غلط محبت اور غلط بغض یہ زہر قاتل ہیں۔

یہودی موسیٰؑ سے بغض رکھتے تھے توگمراہ۔عیسائی عیسیٰؑ سے محبت رکھتے ہیں تو گمراہ، یہ غلط محبت اور غلط بغض کی مثال خود قرآن نے دی ہے عیسائی اپنی تعداد بہت لکھتے ہیں مگر آج کے مسلمان یورپ کو کہتے ہیں کہ ہمیں شمار تو کرلو اکبر مرحوم فرماتے ہیں۔ ''گو سانس چل رہی ہے خون اب نہیں جھندہ= مشرق بدست مغرب مردہ بدست زندہ'' ہمیں کھیل بھی نہیں آتا اگر کھیل کھیلیں گے تو انگریز کے مطابق کھیلیں گے۔ایک صاحب نے پوچھا کہ ہیڈ پہننا کیا ہے میں نے کہا کہ اس پر ایک پرندہ کا پر لگا دو کہا یہ کیا میں نے کہا کہ پر لگنے کے بعد یہ مسلم ٹوپی بن جائے گی۔ انگریز کا ٹوکرا نہ رہے گا۔ انگریزی ٹوپی میں تو غلامی ہے کہتری ہے نیا کام کرو چاہے ثواب ہو یا گناہ۔تو مُوجِد بنو۔نہ کہ انگریز کے مقتدی بنو۔بہر حال پیغمبری کا دروازہ بند کرنا امت پر احسان کرنا ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ ہم بہت ہیں عبداللہ بن مسطوسی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عیسائی کی تعداد 70 کروڑ اور مسلمان کی تعداد بھی 70 کروڑ ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ پہاڑ کی طرح سمٹ کر اسلام پر چل جاؤ

بھوسہ اور راکھ نہ بنو ورنہ یورپ کی ہوا آپکو کہاں تک لے جائے گی۔ بیت المقدس میں عمران نامی ایک زاہد و پرہیز گار شخص رہتا تھا وہ اس وقت بنی اسرئیل کا مبلغ تھا اور تاریخ سے ثابت ہے کہ وہ مسجد کا امام تھا اور اس کی بیوی کا نام حنا تھا اور حنا کی بہن کا نام ایشاء تھا ابن کثیر وغیرہ مفسرین نے صحیح روایت کو نظر انداز کیا ہے یہ ایشاء حضرت زکریاؑ کی بیوی تھیں جو حضرت یحیٰؑ کے والد ماجد ہیں حنّا اور عمرؔان کی کوئی اولاد نہ تھی تاریخ میں ہے کہ ایک پرندہ چونچ سے اپنے بچوں کو دانہ کھلانے لگا تو حنّا کے دل میں خیال آیا کہ ہمارا بھی بچہ ہوتا تو میاں بیوی دعاء کرنے لگے کہ اللہ میاں نے اگر بچہ دیا تو ہم اسے بیت المقدس کا خدمت گار مقرر کریں گے بچہ کی پیدائش سے قبل عمرؔان فوت ہو گیا۔ لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی۔ اور بیت المقدس کیلئے مرد مناسب ہے تو والدہ نے فرمایا یااللہ میں تو بچی جن گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس مبارک بچی کے برابر بچہ نہیں ہوسکتا یہ حضرت بی بی مریمؑ والدہ ماجدہ حضرت عیسیٰؑ جنی گئیں۔ یہ واقعہ بخاری شریف کی ایک حدیث میں آیا ہے جو حقیقت حال ہے۔ بعض مفسرین غلط فہمی میں گئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے موقعہ پر فرمایا کہ میں دوسرے آسمان پر خالہ زاد سے ملا بھول یہ پڑی کہ عیسیٰؑ کی خالہ تو نہیں عیسیٰؑ کی والدہ ماجدہ کی خالہ ہیں تو بعضوں کو مغالطہ ہوا کہ شائد ایشاء اور مریم بہنیں ہیں حالانکہ

ایشاء اور حنا بہنیں ہیں اگر مریم اور ایشاء بہنیں بنائی جائیں تو اس کا معنی یہ ہو گیا کہ عمران کی ایک بیٹی پہلے تھی حالانکہ اسکی اولاد نہ تھی قرآن۔ اِنِّی وَضَعۡتُہَا اُنۡثٰی۔ اگر یہ بات درست ہوتی تو فرماتی یا اللہ ایک تو پہلے جن چکی ہوں پھر بھی بچی دیدی۔ اس کے بعد حضرت بی بی مریم کا کسی سے نکاح نہ ہوا تھا جو یوسف نجار سے لکھا غلط ہے قرآن۔ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّلَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ وَّلَمۡ اَکُ بَغِیًّا ۔ کہ بچہ کیسے مجھے تو کسی مرد نے چھوا ہی نہیں پہلے تو کہتے تھے کہ یوسف نجار سے نکاح ہوا تھا مگر آج کے بائیبل نے اقرار کیا کہ کسی سے نکاح نہیں ہوا۔ اللہ نے چاہا کہ اپنی قدرت کا اظہار کریں تو جبرائیلؑ کو بھیجا تو غالباً حضرت جبرائیلؑ نے بجملہ کُنۡ حضرت مریم کے سینہ میں پھونکا اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ مختصر آیت میں بیان فرمایا قرآن فرماتا ہے کہ وہ نادان ہیں جو غلط بات کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی عیسائی پادری سے مناظرہ کر رہے تھے عیسائی پادری نے بادشاہ کو بھڑکایا کہ اسے قتل کرادو بادشاہ نے کہا کہ تم مناظرہ کرو یہ تو میری امان ہے حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم تلاوت شروع کی تو مجلس سے ایک عیسائی کھڑا ہوا اور ایک تنکا اٹھا کر کہا قرآن میں جو حقیقت بیان ہے اس سے عیسائی صرف ایک تنکا کے برابر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن منطقی دلیل نہیں دیتا بلکہ فطری اور سادہ دلیل دیتا ہے۔

خدائی کیلئے ایک ضروری چیز ہے وہ یہ ہے کہ خدا وہ
ازلی ابدی ہستی ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو۔ باقی پوری کائنات اس کی
محتاج ہو اگر اسکو خدائی نہ کہیں تو یہ عکس ہو گا کہ خدا وہ ہے کہ اس کا
کوئی محتاج نہ ہو وہ ہر ایک کا محتاج ہو یہ تو کوئی عقلمند نہ مانے گا۔
خدائی کے اس معیار پر کسی نے حضرت بی بی مریم اور عیسیٰؑ کو خدا
بنایا۔ فلسطین میں بی بی مریم کو خدا ماننے والے ہیں اگر وہ خدا ہوتے
تو سوال یہ کہ عیسیٰ کھاتے پیتے تھے جو کھاتا ہے وہ محتاج ہوتا ہے۔ بلا
کھائے کون زندہ رہے اور جو کھانے کا محتاج وہ کائنات کے ذرہ ذرہ
کا محتاج ہوتا ہے۔ ہمارا کھانا اس وقت تیار ہوتا ہے جب اس میں مٹی
کے ذرات شامل ہوں پھر دن و رات ضروری۔ پھر ستاروں کی کشش
ضروری۔ پھر سورج کی گرمی۔ ہمارا دانہ کب بنتا ہے جب کائنات کا
ایک ایک ذرہ اس میں اثر کر جائے۔ ہوا وغیرہ نہ ہو تو ہمارا کھانا نہ ہو
قرآن وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ۔ تو معلوم ہو گیا کہ عیسیٰ کھانے کے محتاج تو وہ
کائنات کے ہر عضو کے محتاج ہوئے۔ تو واقعی کسی نے درست کہا
ہے کہ انسان کے بجائے پتھر کو خدا بنانا درست ہے کیونکہ پتھر کو
انسان سے کم ضرورت ہے۔ زندگی ایک چنگاری کی طرح ہے کہ
شعلہ آیا اور بجھ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے درجے رکھے ہیں سب سے بلند
انبیاءؑ ہیں پھر صحابہ کرامؓ پھر ولی وغیرہ اولے اگر پڑیں تو پہاڑ
کو نقصان نہیں زراعت کو نقصان ہوتا ہے انسان ان سب کا محتاج

ہے تو معلوم ہو گیا کہ جتنی کمال دی اتنی محتاجی بھی دی۔ غالباً فلسفہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر ان کو محتاج نہ رکھا تو اللہ کو باکمال نہ مانیں گے۔ نباتات کی حیوانات سے کم محتاجی حیوانات کی انسان سے کم۔ انسان کو قدم قدم پر محتاج رکھا ہے۔ یہ سادہ دلیل دی قرآن كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ کہ وہ تو کھانا کھاتے تھے تو جو محتاج وہ خدا کیسے بن سکتے ہیں ؟

درس نمبر: ۴۹
27 ستمبر 1964ء

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتِ اقدس

اس سے قبل درس میں معجزات کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت کا ذکر تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت کے متعلق تین بڑے آسمانی مذاہب اسلام یہودیت، عیسائیت مختلف رائے رکھتے ہیں اور آپکی شخصیت سے بہت مذہبی حقائق وابستہ ہیں۔ آپکی شخصیت کے متعلق عیسائی نے یہ جانا کہ آپ خدا ہیں معاذاللہ بخاری شریف میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کہیں میرے ساتھ یہ معاملہ نہ کریں جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ اور عزیرؑ کے ساتھ ہوا ورنہ جو شرک میں مٹانے آیا ہوں وہی شرک میرے متعلق پھیل جائے گا۔ اور یہود کے نزدیک معاذاللہ یہ کہتے ہیں کہ آپؑ کذاب ہیں اور آپکی والدہ ماجدہ پر بھی الزام لگاتے ہیں۔ اسلام درمیان میں آیا کہ یہود و نصاریٰ دونوں جھوٹے۔ نصاریٰ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ خدا ہیں۔ خدا کی سرحد ایسی ہے کہ بندہ اسکے قریب ہی نہیں جا سکتا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ ایسے ملک میں آئے جہاں

عہ یعنی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ

کوئی تعلیم نہیں تھی اللہ کی وحی کے ذریعہ ایسے مسائل حل کئے جو پوری دنیا اور خود عیسیٰؑ بھی حل نہ کر سکے۔ باقی آدمی غلط چیز سے بھی اور صحیح چیز سے بھی دھوکا کھاتا ہے اللہ اپنی قدرت کا کبھی ظہور کرتا ہے چنانچہ ایک ایسی قوم پیدا کی مثلاً فرشتہ جن کی ماں نہ باپ۔ خدا کی قدرت ہم اپنے تنگ دماغ میں نہیں لاسکتے۔ یہ تو آسمان کی بات ہے اسی دنیا میں دیکھو کہ حضرت آدمؑ کو والدین کے علاوہ پیدا کیا۔ قرآن کہ جس طرح آدمؑ کو پیدا فرمایا ہے اسی طرح عیسیٰؑ کو بھی باپ کے علاوہ پیدا فرمایا۔

انکی تو والدہ ماجدہ بھی ہیں اگر آدمؑ خدا نہیں تو عیسیٰؑ بھی خدا نہیں۔ اب ایک دھوکا ہوتا ہے۔ عیسیٰؑ کو جو آخری واقعہ پیش آیا ہے اس میں دو گروہ ہیں یہود اور نصاریٰ یہود آپکو مقتول سمجھتے ہیں جب یہود کمرہ میں گئے تو عیسیٰؑ نہیں تھے تو یہود نے کسی دوسرے شخص کو قتل کر ڈالا تو یہ پروپیگنڈا کر دیا کہ عیسیٰؑ کو قتل کر ڈالا۔ یہود آپکو مقتول اس لئے کہتے ہیں کہ آپ مجرم تھے۔ اور نصاریٰ آپکو گناہگار کہتے تھے۔ اب نصاریٰ کیلئے یہ کفارہ ہو گیا کہ جب عیسیٰؑ خدا کیلئے مقتول اور مصلوب ہو گئے تو تمام قوم کا کفارہ نکل گیا۔ مگر جب قرآن آیا تو سب کو غلط ثابت کر دیا۔ قرآن وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ جب کمرہ خالی دیکھا تو یہ پتہ نہ چلا کہ عیسیٰؑ کدھر گئے۔

حاجی امداد اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ مہاجر مکی کے انگریزوں نے وارنٹ گرفتاری نکال دئے آپ اپنے ایک مرید کے ہاں روپوش ہو گئے۔ کسی نے اطلاع دی اطلاع دینے والا مسلمان تھا یہ مسلمان ہی بغاوت کرتے ہیں صرف پیٹ کو مد نظر رکھتے ہیں۔ تو ایک انگریز افسر رانا صاحب کے ڈیرہ میں آیا اور کہا کہ میں آپکا اصطبل دیکھنا چاہتا ہوں اس نے کہا ہاں دیکھو۔ اسی اصطبل کے ایک کمرہ میں حاجی صاحب روپوش تھے اور عین اس وقت نماز اشراق ادا کر رہے تھے کہ افسر آ گیا۔ خیر اصطبل کا معائنہ کرتا آیا تو اس کمرہ کے متعلق کہا کہ میں اس کو دیکھنا چاہتا ہوں تو رانا صاحب نے کہا دیکھ لو مگر چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا کہ مرشد اور میرے مکان سے گرفتار ہو گئے۔ دروازہ کھول کر دیکھا تو لوٹا اور مصلی موجود ہے مگر آدمی نہیں تو اس نے پوچھا کہ یہ کیا رانا صاحب نے کہا کہ ہم اس کمرہ میں نماز ادا کرتے ہیں تو اس وقت انگریز نے کہا کہ کسی نے غلط خبر دی ہے۔ تو معلوم ہو گیا کہ یہ سی۔ آئی۔ ڈی عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خراب کرتی ہے۔ میرا خیال ہے اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو شاید یہ مسلمان رقم کی خاطر انکی بھی سی۔ آئی۔ ڈی کرتے۔ افسر چلا گیا پھر رانا صاحب نے آکر دروازہ کھولا تو حضرت حاجی رحمتہ اللہ علیہ نماز پڑھ رہے تھے۔ تو رانا نے حیران ہو کر پوچھا کہ حضرت یہ کیا آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

نے خود حفاظت فرمائی ہے۔ عیسیٰؑ زندہ ہیں ایک۔آسمان پر اٹھائے گئے ہیں دو۔آخری زمانہ میں نازل ہونگے تین۔مقتول نہیں 4۔بیٹا خدا نہیں پانچ۔ حضرت جبرائیلؑ بی بی مریم کے پاس آئے تو قبل بچہ سعید کی بشارت سنائی تو آپ حیران ہو گئیں وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ ۔کہ مجھے تو کسی بشر نے نہیں چھوا تو جبرائیلؑ نے فرمایا کہ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے اسے کوئی نہیں تبدیل کرسکتا۔ جبرائیل نے انکے سینہ مبارک میں لفظ کن پھونکا تو حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ماں باپ کے جوڑا سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو لفظ کُن اللہ تعالیٰ کا فرمان بذریعہ جبرائیلؑ پھونکا گیا قرآن وَالرُّوحُ مِنْهُ کہ جبرائیل کو فرمایا گیا۔تو ایک روح اور ایک اللہ کے مجسم لفظ کن سے ملکر حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ سمجھو جو جان عیسیٰؑ میں ڈالی گئی وہ صرف خدا تعالیٰ سے ڈالی گئی ہے۔حیات کے متعلق تو بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں اگر نہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر قادیانی تک کوئی آپ کی زندگی کا انکار نہیں کرتا کیا اگر تیرہ سو سال کا دین غلط ہوسکتا ہے تو آج کا کیوں نہیں غلط ہوسکتا حالانکہ قبل زمانہ میں بہترین لوگ گزرے ہیں۔ عیسیٰؑ کی حیات پر تقریباً پانچ سو کتابیں اسی دور میں لکھی گئی ہیں چند باتیں گویا ایک بات کہ عیسیٰؑ کو عیسائیوں نے خدا مانا۔

۱۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ کافر ہیں وہ لوگ جو عیسیٰؑ کو خدا مانیں قرآن میں عیسائیوں کا یہ عقیدہ بار بار لایا گیا ہے کہ عیسائی عیسیٰؑ کو خدا کہتے ہیں اب قرآن

۱۔ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ

اس کو توڑتا ہے کہ وہ خدا نہیں۔ ایک دلیل جو قبل گزر چکی ہے
كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ کبھی اللہ اپنی الوہیت کا زور دکھلا کر بات منواتا
ہے۔ قرآن کا نزول عیسیٰؑ سے چھ سو سال بعد میں ہوا ہے۔ قرآن
میں ہے کہ اللہ کا ہاتھ کون روک سکتا ہے اگر وہ عیسیٰؑ کو ہلاک کر دیں تو
ہر عقلمند کہہ سکتا ہے کہ اگر عیسیٰؑ کو خدا ہلاک کرے تو کر سکتا ہے۔
قرآن نے یہ مثال دیکر عیسیٰؑ کے خدا ہونے کی بہت تردید کی ہے۔
قرآن یہ بتلاتا ہے کہ اگر عیسیٰؑ کی موت ہوتی تو اس سے بہتر موقعہ
حیات عیسیٰؑ کے بیان کرنے کا اور نہ تھا سب سے اول نام حضرت
عیسیٰؑ کا ذکر کیا بعد میں باقی مخلوق کا یہ دلیل ہے کہ یہاں صرف تردید
عیسیٰؑ کی تھی۔ عیسائی اگر ناجائز فائدہ اٹھائیں تو پھر کیا عیسائی تو کہتے
ہیں کہ انکے قتل سے ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گیا قرآن عیسیٰؑ کی
ولادت آمد اور وفات اور انسان کی طرح انکی حاجات مانتا ہے۔ اگر یہ
خدا ہیں تو جو حاجتمند ہیں انکا کیا کیا جائے۔ عیسیٰؑ کے ساتھ یہ
مخصوص کارروائی کیوں کی گئی نوحؑ سے لیکر لوطؑ تک جو نبی آئے
انکو قوم تنگ کرتی تھی تو انکی قوموں کو تباہ و برباد کر دیا جاتا پھر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ آرڈر اللہ تعالیٰ نے تبدیل کر دیا کہ اگر
قوم نے تنگ کیا تو پیغمبرؑ کو وہاں سے منتقل کر دیا قوم کو تباہ و
برباد نہ کیا چنانچہ موسیٰؑ نے مصر سے شام و فلسطین کو ہجرت کی اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔

جب قوم نے عیسیٰؑ سے انکار کیا تو ہجرت کا حکم ہوا۔
تو ہجرت کیسے ہوئی قرآن کا پورا نقشہ کہ آپکی ولادت میں ایک طرف انسان حضرت بی بی مریم اور دوسری طرف حضرت جبرائیلؑ دونوں کا عمل ملا کر عیسیٰؑ کی پیدائش ہوئی انسانی ماں باپ کا سلسلہ تو نہیں لیکن عالم اسباب کی طرف سے دو سبب ہیں ایک انسانی سبب حضرت بی بی مریم دوسرا سبب نفخ جبرائیلؑ۔
کیونکہ عالم اسباب میں خدا کی قدرت ہے کہ بچہ دو سے پیدا ہوتا ہے۔ جب حمل ہو گیا تو آپکے وجود میں بشریت بھی پیدا ہو گئی دوسرے معنی میں ملکیت بھی پیدا ہو گئی دراصل وہ جبرائیلؑ باپ نہیں مگر کام باپ جیسا کیا کہ آپکی پھونک قائم مقام باپ کے ہوئی۔ جب ہو گیا تو یقینی بات ہے کہ ایک شخصیت کی بنیاد اگر دو سے وابستہ ہو ایک پہلو بشریت سے دوسرا جبرائیلؑ سے تو یہ ضروری تھا کہ دونوں پہلوؤں کی رعایت کی جائے کہ بشری لحاظ سے زمین پر تمام حاجتیں پوری کریں گے جس طرح اور انسانوں کی لیکن ایک پہلو ملوکیت بھی ہے پدری لحاظ سے آپ کی زندگی میں ایک ملکی پہلو بھی ہونا چاہیئے کہ کچھ عرصہ زمین پر اور کچھ عرصہ آسمان پر گزاریں تاکہ ملکی اور پدری صفات مکمل ہو جائیں۔ اس کے بعد ایک خاص بات جو پیش نظر ہے یہ کہ عیسیٰؑ کی شخصیت بلحاظ ولادت بھی انوکھی۔ نزول اور اٹھانا بھی انوکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیا

ہیں اور باقی تمام پیغمبر پیغمبر الامم ہیں قرآن وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیثَاقَ النَّبِیّٖنَ
قَالَ فَاشْهَدُوْا جب کہ خدا نے تمام سے عہد و پیام لے لیا کہ اگر ہم
تم کو آسمانی کتاب یا حکمت عطا فرمائیں ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ پھر
اگر ایسا نبی آئے جو پچھلی تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہو
لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ تو اے تمام نبی تم اس پر ایمان لاؤ یہ ہے میثاق یہ
قرآن میں متعدد جگہ ذکر ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جتنے پیغمبرؑ قبل
گزرے ہیں ان تمام سے وعدہ لیا کہ تمہارے بعد ایک ایسا نبی
آئے گا جو تمہاری تصدیق فرما دیں گے تو تم ان پر ایمان بھی لانا
اوران کی مدد بھی کرنا۔ تو اللہ نے فرمایا کہ میں بھی اور تم بھی گواہ کہ
ایمان اور نصرت کرنا ہوگی۔ اب یہ کہ لَتُؤْمِنُنَّ کی تکمیل تو ہو گئی
کیونکہ سب قوم دین ایمان لائے اور لَتَنْصُرُنَّهٗ دوسرا میثاق تھا۔
ایمان لانے کیلئے ہم زمان ہونا ضروری نہیں مگر نصرت کیلئے ہم
زمان ہونا ضروری ہے اگر ہم کہیں کہ فلاں کی امداد کی تو ہم زمان ہونا
ضروری ہے۔ تو یہ جب ممکن ہوگا کہ عیسیٰؑ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں ہوں تاکہ امداد کریں تو اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمایا کہ
میثاق الٰہی کا ایک دفعہ ایمان تو مکمل ہو گیا دوسرا دفعہ نصرت بھی
مکمل ہو جائے تمام پیغمبرؑ تو جمع نہیں کئے سب کی طرف سے عیسیٰؑ
کو نمائندہ بنایا آپکی امداد تمام کی ہو گی اور تخصیص عیسیٰؑ اس لئے کی
کہ چھ سو سال درمیان میں اور کوئی نبی نہیں آیا تو جو قریب تھا اسکو

مقرر فرمایا۔ جب زمین پر آئیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی نصرت فرمائیں گے۔ اور جب نازل ہونگے تو اس وقت دین کو اتنی نصرت کی ضرورت ہوگی کہ اتنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے وقت بھی نہ تھی یعنی بری طرح سے بگڑ چکا ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی نصرت کیلئے پرانا نبی کیوں بھیجا۔ اللہ نے فرمایا اس لئے کہ نئی نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ تو اس سے ختم نبوت بھی ثابت ہو گئی۔ ڈاکٹر نیاز صاحب نے اعتراض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عیسیٰؑ کی محتاجی ہوئی جواب میں فرمایا کیا ہم دین محمد کی امداد نہیں کرتے۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ اگر تم اللہ کی امداد کرو گے تو اللہ تمہاری امداد کریگا؟ تو معلوم ہو گیا کہ ختم نبوت کا معنی یہ کہ قیامت تک کسی کو نہ ملے گی لیکن پرانی نبوت نہیں چھینی جائے گی عہدہ قبل مل چکا ہے۔ عیسیٰؑ نبی کی حیثیت سے نہ آئیں گے بلکہ امتی بن کر آئیں گے مگر عہدہ نہ مٹے گا عیسیٰؑ امتی بنکر آئیں گے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری کی مثال ہے کہ کروڑوں عیسائیوں نے جن کو خدا بنا رکھا ہے وہ ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بن کر آئیں گے۔ مثال فرض کر لو کہ ایک کمشنر ہے یا صدر مملکت ہے وہ جب ایوان میں ہوں تو صدر کی حیثیت سے لیکن اگر وہ کسی مسجد میں جھاڑو دے رہے ہوں نمازی کی حیثیت سے تو یہ معنی نہیں کہ صدر والا

عہدہ ہٹ گیا۔ نہیں بلکہ خادم المسجد ہو گیا۔ تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی بلندی ہو گئی کہ جس کو کروڑوں عیسائیوں نے خدا مانا اسکو اللہ خادم دین محمدؐ بنا کر بھیج رہا ہے۔ اور سابق عہدہ باقی ہے۔ اس کام سے ایک تو یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری ہوجائے دوم یہ کہ نصرت دین والا عہدہ مکمل ہوجائے۔ سوم یہ کہ ایک آدمی جانتا ہے کہ یہ آئندہ عہدہ نہ دونگا مطلب یہ کہ جو قبل دے چکا ہے وہ ختم نہیں۔ دیکھو سب سے قبل عہدہ نبوت حضرت آدمؑ کو ملا بعد میں شیثؑ کو ملا یہ نبوت متحرک تھی ہوتے ہواتے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آر کی اور یاد رکھیں حرکت تب بند ہوتی ہے جب حرکت سکون کر لیتی ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نبوت جو حضرت آدمؑ سے لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اگر اس سے بھی آگے بڑھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقصود نہیں ہوتے۔ تو معلوم ہو گیا کہ آپکی ذات غایتہ الغایات نہ تھی؟ سمجھ دار لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ پرانے کو جو لایا جا رہا ہے تو معلوم ہو گیا کہ نئے کا دروازہ بند ہے۔ عیسیٰؑ کے متعلق یہ حکمت تشریعی بیان ہوئی حکمت تکوینی بعد میں ہو گی۔ آخر یہ جو روس اور امریکہ نے فتنہ بنایا ہے کہ اگر وہ بم چھوڑ دیا جائے۔ تو تمام دنیا ختم ہو جائے۔ اب مالک الملک نے اس کا انتظام کرنا ہے۔ مادی طریقہ سے اصلاح ناممکن ہے نمبر 1 عیسیٰؑ کے

نزول سے ختم نبوت پر فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک کی برتری ہے اس وقت نبوت کا دعویٰ کرنے والے انگریزوں عیسیٰؑ کی امت کے بوٹ چاٹتے رہتے ہیں باقی نزول کا کیا تعلق ہے وہ بعد والے درس میں بیان کرونگا۔

درس نمبر: ۵۰
12 اکتوبر 1964ء

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر؟ اور یاجوج ماجوج

میں زیادہ باریکی میں نہیں جاتا صرف حضرت عیسیٰؑ کے متعلق آج سے کئی سو سال قبل محدث علامہ شوکانی نے ایک کتاب فَالتَّوضِیحُ فِی مَا تَوَاتَرَ فِی الْمُنتَظَرِ الدَّجَّالِ وَالْمَسِیحِ لکھی ہے اس کا ایک فقرہ نقل کرتا ہوں اِنَّ عِیسٰی رُوحُہٗ حَیًّا بِجَسَدِہٖ وَاِنَّہٗ نَاظِرَۃٌ وَھٰذَا ثَابِتٌ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَبِالْاِجْمَاعِ تو جو ان کا انکار کریگا تو وہ اللہ اور رسول اور تمام اولیاء کرام کا انکار کریگا ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ نے حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کی ہے۔ اِنَّ عِیسٰی لَمْ یَمُتْ وَاِنَّہٗ مِنْ قَبْلِ الْقِیٰمَۃِ الخ بخاری شریف لَیُوشِکَنَّ اَنْ یَنْزِلَ فِیکُمْ قیامت کے قریب عیسیٰؑ نازل ہونگے اور چونکہ باپ نہ تھا تو ماں کا نام لیتا ہوں وہ عیسیٰؑ انگریز کا بوٹ نہ چاٹتا ہوگا وہ خدا کا قانون چلائے گا حکماً ہوگا ایک خنزیر اور ایک صلیب یہ مسیحی مذہب میں بنیادی چیزیں ہیں۔ اور یہ دونوں چیزیں اس مذہب میں ممنوع تھیں مگر پادری نے ان دونوں چیزوں کو عیش و عشرت کیلئے مروج کیا اقوام متحدہ کی

ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ وَیَفِیضُ الْمَالُ

رپورٹ کے مطابق کہ دنیا میں بھوکے مر رہے ہیں رزق کم ہے حدیث۔ مَتّٰی لَایَقْبَلَہٗ اَحَدٌ۔ کہ عیسیٰؑ کے وقت دولت اتنی عام ہو جائے گی کہ تم میں سے کوئی شخص مال کو پسند نہ کریگا مَتّٰی تَکُوْنُ السَّجْدَۃُ الْوَاحِدَۃُ اور لوگوں میں دین کا جذبہ ایسا ہوگا کہ ایک سجدہ ساری دنیا سے بڑھ کر ہوگا۔ اگر عیسیٰؑ فوت ہوئے ہوں تو مردہ کو دفنایا تو جاتا ہے۔ قرآن کہ مرنے اور جینے کو زمین کافی بنائی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پیغمبرؑ عیسیٰؑ ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ سمجھیں تو آپ آخری نبی ہیں تو زمانہ تحقیق و تاریخی کو عیسیٰ قریب ہیں۔ عیسیٰؑ کے عقیدت مند کتنے ہیں؟ تاریخ سے معلوم کہ وہ نصف دنیا سے زیادہ ہیں ان میں ایک گروپ یا گروہ یورپ ہے یہ پرانی چیزوں کو کھودتے ہیں اور معلومات کرتے ہیں۔ تاکہ پرانا قدیم طریقہ بحال کیا جائے اور تاریخ مرتب کی جائے یعنی بہت محقق قوم ہے یہ قوم آج سے پانچ ہزار سال قبل کے کھنڈرات کھود کر تاریخ تیار کرتے ہیں۔ معلوم ہو گیا کہ خود عیسیٰؑ کی پشت پر خود اسکی اپنی قوم نے ظلم کیا بقول انکی قوم کے کہ اس وقت عیسائی 80 کروڑ کی تعداد میں تھے۔ تو جو شخصیت بڑی ہو اور اتنے معتقدین ہوں اسکی قبر کیسے گم ہو سکتی ہے۔ آج کل کے حساب سے۔ اتنے معتقدین جس کے ہوں انکا عرس ہوتا انکی زیارت گاہ موجود ہوتی سب سے اول انسان حضرت آدمؑ کا مزار بھی موجود ہے اماں حوا

مَتّٰی لَایَقْبَلَہٗ اَحَدٌ حَتّٰی تَکُوْنُ السَّجْدَۃُ الْوَاحِدَۃُ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا

اور حضرت سلیمانؑ کی قبریں موجود ہیں۔ اگر عیسیٰؑ فوت ہوئے ہیں تو انکی قبر کہاں ہے! عیسیٰؑ کی قبر کے متعلق پورے مسلم و عیسائی متفق ہیں کہ قبر دنیا کے کسی حصہ میں نہیں ہے۔ تو صریح نظر کی محل خانیال میں رینگ میں ایک شخص نصیرالدین کی قبر تھی عیسائیوں نے کہا کہ اسی کو عیسیٰؑ کی قبر کہدو حالانکہ عیسیٰ فلسطین سے ایک سیکنڈ بھی باہر نہیں گئے۔ ایک جگہ کا نام ہے عیسیٰ خیل تو یہ دلیل پکڑی کہ یہاں عیسیٰؑ آئے ہیں تو معلوم ہو گیا کہ موسیٰ خیل داؤد خیل یوسف زئی یہاں پیغمبر حضرات تشریف لائے ہیں؟ بدبخت کو اتنا پتہ نہیں کہ عیسیٰؑ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو سال قبل ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چار سو سال بعد عیسیٰ خیل کو جب فتح کیا گیا تو اس جگہ ایک مسلم بھی نہ تھا۔ تو معلوم ہو گیا کہ یہودیوں نے جو دعویٰ قتلِ عیسیٰؑ کر رکھا ہے یہ بھی غلط اور جو مصنوعی قبر بنا رکھی ہے یہ بھی غلط حالانکہ اس قبر کو ایک عیسائی نے بھی تسلیم نہیں کیا۔ تو اتنی بڑی ہستی کو ماننے والے بڑی قوم انگریز جنکا کام ہی کھنڈرات کی جانچ پڑتال کرنا ہے وہ بھی اپنے آقاء کی قبر نہ جانیں تو پھر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات صادق ہوئی۔ یہ تصدیق تو تاریخ نے کی۔ اب دور حاضر کے اعتبار سے تصدیق کرتا ہوں۔ یاجوج ماجوج کے متعلق تحقیق یہ کہ نوحؑ کے بیٹے یافث کی اولاد ہیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح لکھی ہے اور

سب رسومات کو رد کیا ہے کاک۔ کاک انگلش میں دزغ مارغ تورات میں یہ عبرانی نسخہ ہے یاجوج ماجوج کے نام سے قرآن میں ذکر ہوا ہے۔ اس میں بعض چیزیں پوری طرح سے واضح کرونگا یہ کافر تو ہیں لیکن خصوصی صفت کیا ہے وہ یہ ہے کہ فساد کرینگے۔ آدمؑ سے لیکر آج تک بہت کافر ہو گزرے ہیں یاجوج ماجوج کے متعلق ہے وَیُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ۔ اگر فساد سے عقیدہ کا مراد ہو تو یہ بھی قبل ہیں۔ مطلب یہ کہ اس قوم کی خاص صفت کیا ہے۔ وَیُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بیان کیا ہے اس سے وہ فساد مراد ہے کہ جس کی نظیر نہ ہو اور جس فساد کی نظیر نہ ہو وہ اس زمانہ کا فساد ہے کیونکہ آج کل عقیدہ خراب۔ عمل خراب ماں بہن بیٹی وغیرہ کی تمیز نہیں ایک بم سے صرف جنگ کے میدان میں نہیں۔ بلکہ سب جانور وغیرہ ختم کئے جاسکتے ہیں اس سے بڑھ کر اور فساد کیا ہوگا ایٹم بم اور ہیڈروجن بم کی لڑائی تو نہ آسمان اور نہ زمین نے دیکھی ہوگی۔ قبل زمانہ میں کافر زنا کو جرم سمجھ کر کرتے تھے۔ مگر آج کل حرام سمجھ کر فخر کرتے ہیں قبل زمانہ میں لڑائی صرف میدان تک محدود ہوتی تھی مگر آج کل تو سب جاندار جنگ کی لپیٹ میں ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا فساد ہو سکتا ہے؟ قرآن انکی علامات بتلاتا ہے اور علامات سے معلوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام پیغمبروںؑ نے یاجوج ماجوج کے فتنہ سے ڈرایا ہے۔ ایک صحابیؓ سے منقول ہے کہ فرمایا۔ اِتَّقُوا مِنۡ فِتۡنَۃِ

المُغرِبِ یہ فقرہ سہ بار فرمایا۔حضرت محمد یعقوب رحمتہ اللہ علیہ اولیاُ اللہ ہو گزرے ہیں ایک بار ان سے دریافت کیا گیا کہ دجال کا جو نزول ہو گا تو یاجوج ماجوج کے ساتھ کون ہونگے فرمایا وہ مسلمان ہونگے جو یورپ کے طرز طریقہ پر ہونگے/اس وقت دنیا میں یاجوج ماجوج کا فساد آپکے سامنے ہے/موجودہ دور میں دو بلاک ہیں ان کا اقرار ہے کہ ہم یافثؔ کی اولاد ہیں امریکہ اور روس دونوں یافثؔ کی اولاد کا اقرار کرتے ہیں۔ وہ ہیں یاجوج ماجوج اب اس فساد کو ختم کس طرح کرسکتے ہیں۔ امریکہ کے ایک شہر میں میٹنگ ہوئی تو ایک اڑھائی تولہ کا بم دکھایا جو پوری دنیا کو ختم کرسکتا ہے اب اللہ اگر انکو آمادہ کردے تو پوری دنیا آنکھ کی جھپک میں ختم ہو سکتی ہے۔

ایک فتنہ تو یہ کہ سب کافر ہیں اور ایک طرف پوری کائنات کے دشمن ہیں اب اس کا توڑ چاہیئے اللہ کو اگر کائنات پر رحم ہے تو اس کو محفوظ رکھنے کیلئے کچھ فرمانا چاہیئے۔ یہ ہے مادہ نہایہ کہ انتہاء کو پہنچ گئے مادیت جب انتہاء کو پہنچ جاتی ہے تو قرآن کہتا ہے کہ جب ایک طاقت کو دوسری طاقت سے نہ توڑوں تو دنیا ختم ہو جائے۔ لَفَسَدَتِ الاَرضُ ۔ وہ نظیر یہ کہ اگر روس کی طاقت نہ کھڑی ہوتی تو امریکہ پوری کائنات کا مالک بن جاتا مگر اب تو چین نے بھی ایٹم بم بنالیا ہے۔کیا امریکہ اور روس کسی کو مادی طاقت بنانے دیگا؟ مادی طاقت سے کوئی نہیں بڑھ سکتا نہ ہی کوئی اس انقلاب کو مادی

طاقت سے توڑ سکتا ہے۔ عالم الغیب کو ان حرکتوں کا علم تھا تو عیسیٰؑ کو آخری زمانہ میں نازل فرمایا۔ عیسیٰؑ کو آخری زمانہ میں اس لئے نازل فرمایا کہ انتہائی چیز کو روحانی طاقت آکر توڑیگی مادیت کے توڑ کیلئے ایسی ہستی کا امتیاز ہو کہ جس میں کچھ حصہ مَلکی اور کچھ حصہ انسانی ہو دوم یہ کہ یہ فتنہ خود انکی امت کا کھڑا کیا ہوا ہے تو اس کے توڑ کیلئے اس کے نبی کو کھڑا کرنا چاہیئے۔ شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ تفہیمات الٰہامیہ میں فرماتے ہیں اپنا الہام۔ کہ جب عیسیٰؑ کا نزول قریب ہوگا تو اس کی امت کے ہاتھ سے نئی نئی ایجادیں ہونگی۔ یہ عیسائی اندلس کی فتح سے قبل قینچی بنانا نہ جانتے تھے مسلم کی مصلحانہ تحریک اور عیسائی کی مفسدانہ تحریک آخر میں ٹکر کھا کر ختم ہو کر فیصلہ ہو جائے گا روس اور امریکہ کی یعنی یاجوج ماجوج کی انتہائی مادیت کے توڑ کیلئے روحانی طاقت کی ضرورت ہے علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ جامع صغیر میں حدیث۔ قُوَّةُ مَلَكٍ كَقُوَّةِ وَاحِدٍ ثِقْلٍ عیسیٰؑ کے اندر نفخہ جبرائیلؑ ہے تو کتنا اثر ہوا اور کچھ طاقت وہ وہاں مَلکی دنیا میں بنا رہے ہونگے تو وہ مکمل روحانی طاقت لیکر آئے گا اور اس فتنہ مادیت کو ختم کریگا اور فخر کرینگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام نے آکر توڑا۔ اگر بھارت سے جنگ ہو تو جنرل موسیٰ جائے گا صدر ایوب جنگ کیلئے نہ جائے گا فاروق اعظمؓ خود مدینہ میں رہتے تھے اور ان کے ماتحت لوگوں نے علاقے فتح کئے کیا محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقام نہیں کہ آپ ایک جگہ تشریف رکھیں اور ایک پیغمبرؑ تمام پیغمبروں کی طرف سے مقرر کر کے رکھا یا منتخب کر کے رکھا تاکہ دنیا کا عظیم فتنہ ختم کرے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ جنگ کیلئے جانے کو تیار ہوئے مگر حضرت علیؓ نے پکڑ لیا اور فرمایا کہ آپ چکی کے درمیانی میخ آہنی کی طرح ایک جگہ رہیں اور اپنے ارد گرد چکی کو گھمائیں یعنی لشکر کو گھمائیں۔ آج کل کہتے ہیں کہ علیؓ اور عمرؓ میں لڑائی ہے اگر لڑائی ہوتی تو حضرت علیؓ نہ روکتے بلکہ بھیج دیتے تاکہ یہ قتل ہو جائیں اور میں امیر المؤمنین بن جاؤں مگر ان کو تو آپس میں محبت تھی۔ اب رہا یہ کہ عیسیٰؑ نزول کے وقت کیا کریں گے تو اس دور میں انتہائی مادیت پھیلی ہوئی ہے جو پوری کائنات کو ختم کرنے والی ہے تو ایسی مادیت کا ازالہ مادیت سے ناممکن ہے۔ تو اس کے لئے۔ انتہائی روحانیت کی ضرورت ہے جو اس کو آکر ختم کرے اب عیسیٰؑ تشریف لائیں گے اور ان کا مقابلہ مشیت الٰہی یا دعا کے ذریعہ سے کریں گے۔ کیونکہ انسان کی طاقت کا توڑ اللہ کی طاقت سے ہوگا حدیث کہ عیسیٰؑ جب تشریف لاویں گے تو معلوم ہوگا کہ یاجوج ماجوج منظم ہو رہے ہیں حدیث میں ہے کہ عیسیٰؑ اس وقت ہاتھ اٹھائیں گے کہ یا اللہ انکو ختم کردو تو ختم ہو جائیں گے۔ مشکوٰۃ کی حدیث ہے کہ جب مریں گے تو لاکھوں کی تعداد میں انکا ڈھیر ہو جائے گا لوگ عیسیٰؑ کے پاس آئیں گے عرض

کریں گے کہ اب تو بدبو سے وبا پھیلتی ہے عیسیٰ اس وقت بھی ہاتھ اٹھائیں گے یعنی اللہ لفظ کُن سے عمل فرماتے ہیں قرآن۔ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ ایسے بڑے پرندوں کو بھیجے گا جو اونٹ سے بڑے ہونگے وہ ان مردار لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں گے پھر لوگ عرض کریں گے کہ اے عیسیٰ خون تو باقی ہے تو آپ دعا فرما دیں گے اور اللہ میاں بارش بھیجے گا جس سے ساری زمین دھل جائے گی۔ تو کُن فَیکون والی طاقت نے آ کر یاجوج ماجوج کو مٹایا۔ معلوم ہو گیا کہ اصل کام عیسیٰ کا تھا کہ یاجوج ماجوج کو ختم کرنا وہ تو کسی نے نہ کیا بلکہ ہم سے اسکی غلامی کروائی یعنی انگریز کی اور اسکی جوتیاں چٹوائیں علامہ اقبال کہ سلطنت اغیار را رحمت شمرد۔ رقص ہا گرد کلیسا کردمُرد۔ میں نے کتابوں سے یاجوج ماجوج کے متعلق بہت تحقیق کی ہے کیونکہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے علامہ اقبال سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ میرا خیال بھی یہی تھا مگر مواد نہ ملا دو بلاک ہیں روسی اسکو محنت و مزدوری یعنی اشتراکی بلاک دوم امریکی اسکو سرمایہ دارانہ بلاک کہتے ہیں یعنی محنت و سرمایہ یہ دونوں بلاک آپس میں صف آرا ہو گئے۔

شعر:۔

محنت و سرمایہ آپس میں صف آرا ہو گئے
دیکھئے ہوتا ہے کن کن کی تمناؤں کا خون

کھل گئے یاجوج ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حدب

قرآن حدب بمعنی بلندی مراد لیتا ہے

قرآن اس کو یاجوج ماجوج فرماتا ہے اور ان کی اصل جگہ بلند ہے دوم بلندی سے مراد یہ کہ ان کا فساد زمین تک محدود نہ رہے گا بلکہ آسمانوں تک پھیلے گا آج کل ہوائی حملہ کے ذریعے بم پھینکنا یہ ان کے فساد کی دلیل ہے۔تو ایسے مہلک فساد کیلئے کن فیکون کی ضرورت ہے۔ اور پیغمبروںؑ کے واقعات میں ہے کہ ایک مشت خاک اٹھا کر کچھ پھونک کر دشمن کے لشکر پر پھینکنے سے لشکر پسپا ہو جاتا تھا۔تو معلوم ہو گیا کہ مادی طاقت جب انتہاء کو پہنچ جائے تو اسکا توڑ روحانی طاقت ہو گی۔نوحؑ نے بددعا فرمائی کہ یااللہ اس قوم کو غرق کر دو تو اللہ تعالیٰ نے صرف 80 انسان بچائے باقی سب کو غرق کر دیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشت خاک سے پوری قوم کو شکست دی۔کیا عیسیٰؑ یاجوج ماجوج کیلئے جب دعا کریں گے تو قبول نہ ہو گی ؟

درس نمبر: ۵۱
14اکتوبر 1964ء

سَدِّ ذُوالقَرنَین

اس سے قبل درس میں حضرت عیسٰیؑ کے متعلق ایک حد تک بحث ہو چکی ہے اور دور حاضر کے جو شبہات ہیں ان کا بھی ازالہ کر دیا ہے۔ یاجوج ماجوج پر بھی ایک حد تک بحث گزری۔ اب ذوالقرنین سد ذوالقرنین پر علمی تحقیق کرنی ہے۔ یاجوج ماجوج پر جو کچھ بیان ہوا ان میں ممکن ہے کہ نام بدلنے کی وجہ سے کوئی شبہ پیدا ہو کہ یہ قوم شروع میں وہاں آباد نہیں تھی جو آج کل روسی حکومت کا ایک حصہ ہے اور یہ قوم کہاں سے کہاں تک پھیلی ہوئی ہے بحیرہ اسپین سے لیکر منچوریہ تک یعنی روس سے چین تک پھیلی ہوئی ہے۔ تو روس سے چین تک نوحؑ کے بیٹے یافث کی اولاد پھیلی ہوئی ہے۔ یہود وغیرہ جو یہ کہتے ہیں کہ وہ یاجوج ماجوج عام انسانوں سے بعض بڑے ہیں اور بعض چھوٹے ہیں یا انکے کان اتنے لمبے ہیں کہ ایک نیچے بچھاتے ہیں اور ایک کو اوپر بچھاتے ہیں۔ بعضوں نے تو مچھلی اور سانپ مراد لئے ہیں اور مرتا اس وقت ہے جب اسکی

ہزار اولاد ہو جائے یہ سب غلط ہے۔ علماء نے اس کی تردید کی ہے تاکہ یہودیوں کی غلط باتیں مسلمان کو خراب نہ کر دیں۔ حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ، یاقوتؒ، سید حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ، علامہ بدرالدین رحمتہ اللہ علیہ عینی یہ سب ان باتوں کو جھوٹا فرماتے ہیں۔ ایک غلطی ایک اور عالم سے بھی ہوئی کہ اس نے اپنے فتویٰ میں لکھا کہ یاجوج حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں مگر حوالے نہیں دیئے یہ غلط ہے۔ قرآن کے خلاف ہے کہ توراۃ اور ایک تاریخ متفق ہیں کہ یہ یافث کی اولاد ہیں قرآن وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ الْبَاقِيْنَ کہ ہم نے کرۂ ارضی پر نوحؑ کی قوم کو باقی رکھا یہ توراۃ کا بیان اور جدید تحقیق تاریخ کی ہے۔ یہ اشارات اس لئے کئے کہ عام لوگ شرک و بدعت نہ کریں کتاب میں لکھا ہے کہ یہود کی سب روایات غلط ہیں۔ باقی نام بدلنے کے متعلق ایک خاص بات سن لیں کہ ہم نے گزشتہ درس میں بعض ملکوں کا نام لیا کہ یہ یاجوج ماجوج ہیں شروع شروع میں انسان زمین کے ہر حصہ پر آباد نہ تھے توراۃ کا بیان بتلا رہا ہے کہ دو مقام ہیں کہ ان سے انسان پھیلے ہیں ایک حجاز جہاں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ ہیں اور چینی ترکستان یہ انسانی سرچشمہ کے مقام تھے۔ باقی جگہ پر انسان ان مقامات سے پھیلے ہیں سام کی اولاد عاد کی اولاد یہ بھی حجاز سے پھیلے ہیں اس کے بعد یمن کے سلاطین وہ سب ~~حجاز~~ کے سامی قوم سے تھے عمالقہ یہ سام کی اولاد میں سے تھے۔ معلوم ہو گیا کہ

اتنے لوگ سام کی اولاد میں سے ہیں۔ یافث کی اولاد جب ایران میں آئی تو پہلا نام ترک کر دیا اور ایرانیہ رکھ دیا پھر رفتہ رفتہ ایران رکھا گیا۔ جب ہندوستان میں آئے تو آریہ رکھا لیکن جس ملک میں گئے اسکے مطابق سب کچھ بدل ڈالا۔ دو سو سال قبل کی تاریخ دیکھیں تو بلوچستان اور پنجاب کا نام ہی نہیں۔ جغرافیہ حالات کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً ملتان قندھار اور کشمیر کو سندھ کا علاقہ بتلایا گیا ہے۔ قدیم تاریخ میں متحدہ ہندوستان کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا ہے ایک کنارہ سندھ اور ایک کنارہ ہند بنگال کی حد تک اور یہ مشہور ہے کہ نوحؑ کے بیٹوں سے ایک سندھ اور ایک ہند دو بیٹے گزر چکے ہیں یہ سب غلط ہیں نام بدلتے رہتے ہیں۔ خود قبل زمانہ میں تاریخ کے اندر افغانستان کا نام نہیں تو ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں کوہ سلیمان نام رکھا تو جب تک منگولیہ اور چین میں یاجوج کے نام سے تھی پھر دنیا میں پھیلی تو مختلف نام ہو گئے۔ ذوالقرنین۔ قرن سینگھ کے معنی بھی ہوتا ہے اور قرن عربی میں صدی کو بھی کہتے ہیں۔ اور قرن قوت و زلف کو بھی کہتے ہیں۔ جس کو قرآن نے ذوالقرنین پکارا اس سلسلہ میں دو باب ہیں یا آپکی زلفیں مراد لیں یا آپکی ٹوپی لوہے کی جس میں ایک لوہے کا ٹکڑا تھا یا قوت مراد ہے کہ دو طاقتوں کے مالک تھے۔ یعنی رومی اور فارس والی طاقت تھے۔ قرآن میں ذوالقرنین کی پوری تفصیل موجود ہے کہ سد کا معنی بھی ہو یعنی

جو چیز کسی کے روکنے کیلئے ہو قرآن میں تاریخی واقعات کا حصہ موجود ہے مگر طوالت نہیں اگر ہوتی تو قرآن کا حفظ و سمجھنا مشکل ہوجاتا قرآن نے ذوالقرنین کا ذکر کیا مگر کون تھے اور کہاں تھے یہ نہ بیان کیا کیونکہ یہ اس کا حقدار نہ تھا قرآن نے فقط سد کی تحقیق کی کہ سد لوہے کی تختی جو تانبے وغیرہ کی ملاوٹ کی گئی ہو۔ پتھر چونے وغیرہ سے نہیں تھا اس طرح ذوالقرنین کے تین سفروں کا ذکر کیا حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ کہ وہ مشرق کا سفر کریں گے حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ کہ مغرب کا سفر کرینگے لیکن جہاں یاجوج ماجوج کا سفر ہے اس کا ذکر ہی نہیں یعنی کوئی سمت مقرر نہیں فرمائی لیکن تحقیقات سے پتہ چلا کہ وہ سفر شمالی تھا۔ تو ذوالقرنین نے تین سفر کئے ایک مشرق دوسرا مغرب تیسرا شمال کو تو سب سے اول یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ سد کون سا ہے سد کی تاریخ پر جب روشنی ڈالی جاتی ہے تو جس سد کیلئے ذوالقرنین نے یاجوج کے روکنے کیلئے سد بنائی ہے۔ میں صرف چار سدوں کا ذکر کرونگا ایک سد چین میں جو دیوار چین سے یاد ہے یہ بھی ان مقاصد کیلئے بنائی گئی تھی کہ پیچھے کے لوگوں کو نقصان نہ ہو۔

دوسرا سد ثمرقند اور بخارا کے درمیان ہے جو روس میں ہے یہ سد امیر تیمور کے وقت تھا اور جیسور نے دیکھا ہے تیسرا سد داغستان یہ روسی علاقہ میں ہے وہاں بھی پہاڑوں کے درمیان ایک دیوار موجود ہے اور چوتھی سد داغستان سے مغرب کی طرف

وقت کرۂ ارضی میں چار سد ہیں۔ ان تین سدوں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ پتھر کے بنے ہوئے ہیں تو معلوم ہو گیا کہ یہ سد قرآنی نہیں کیونکہ قرآن نے فرمایا کہ وہ سد لوہے کی ہے باقی درہ دانیال میں جو سد ہے وہ ٹھیک قرآن کے مطابق ہے اس میں لوہے اور تانبے کے ٹکڑے ہیں۔ معجم الابدان میں ہے جب سد کو دیکھا گیا تو پگھلے ہوئے تانبے اور لوہے سے تھا۔ فارس درہ آہنی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور منگولین میں کیومرا کہتے ہیں اس کے علاوہ واثق باللہ بغداد کے بادشاہ ان کی سب سے بڑی بادشاہی تھی۔ اس نے کہا کہ سد کے معلوم کرنے کیلئے ایک وفد بھیجا جائے تو ایک وفد بھیجا گیا جس کا تمام خرچہ حکومت نے برداشت کیا تو قفقاف والا سد جو درہ دانیال میں ہے وہ ٹھیک قرآن کے مطابق نکلا جو آج تک موجود ہے۔ ضمن میں ایک اور غلطی کا ازالہ کروں کہ یاجوج ماجوج کی بندش کیلئے یہ درہ ابدا لآباد تک بنایا گیا ہے یہ سب باتیں غلط ہیں۔ معلوم ہو گیا کہ اس سد کا تعلق ایک محدود علاقہ سے تھا۔ کتنی غلط باتیں مشہور ہو رہی ہیں مسلمان ختم ہو رہا ہے جس کی داڑھی ہو بس جو کچھ گائے مولوی ہے آج علم کی شناخت نہیں اگر شناخت نہ ہو تو قوم برباد ہو جاتی ہے۔ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ وہ اس دیوار کو چاٹتے رہتے ہیں تاکہ یہ سد سکندری ٹوٹ جائے میں نے کہا مولوی جی یہ سد سکندری

تو لوہے کا ہے اگر مٹی کی دیوار ہو کیا وہ بھی چاٹنے سے گر سکتی ہے؟ یہ کس ملک کا قاعدہ ہے کہ چاٹنے سے دیوار ٹوٹ جاتی ہے یہ سب جھوٹ ہیں ہماری بد قسمتی سے ترمذی نے سورۃ کہف میں ایک روایت ذکر کی ہے۔ اس میں زبان سے چاٹنے کا ذکر تو نہیں بلکہ یہ ذکر ہے کہ یاجوج ماجوج کھودتے رہتے ہیں شام تک پھر دوسرے دن اور انشاء اللہ بولے چلے جاتے ہیں یہ حضرت ابوھریرہؓ کی روایت ہے ابن کثیر نے کہا کہ یہ غلط ہے۔ آخر معلوم ہوا کہ حضرت ابوھریرہؓ نے یہ کسی یہودی سے سنی ہے۔ صحیحین کی حدیث ہے کہ آج کے دن گویا یاجوج کی بندش ہٹ گئی بقدر دو انگلی کے جو فاصلہ ہے حدیث میں ہے کہ یاجوج ماجوج کا خروج یعنی نکلنا وہ بڑا فتنہ ہے وہ فساد میں مشغول ہیں یعنی حدیث کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ فتنہ پھیل جائے گا باقی سد کا کوئی ذکر نہیں۔

وَمَا اسْطَاعُوا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا کہ نہ ان کو اتنی طاقت ہو گی کہ سد سے اوپر آسکیں اور نہ دیوار میں سوراخ کر سکیں گے اب سوال یہ کہ ذوالقرنین نے بنایا تھا کہ وہ کون ہے قرآن نے یہ نہ بتایا کیونکہ یہ بات اس کے مقصد کی نہیں ہمیشہ جس فن کی کتاب ہو اس کے متعلق باتیں ہوتی ہیں یہ کتاب ہدایت کیلئے نازل ہوئی بس ہدایت ہی ذکر کرتی ہے۔ بقول حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اس نے اپنی

سیرت میں جہاں ذوالقرنین کا نام آیا تو سکندر کا نام لیا امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے ذوالقرنین سلطان سکندر کا نام لیا امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ ان کا نام تھا اور امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سکندر اور اسکا استاد ارسطو کافر ہیں تو ایک کافر کو ذوالقرنین کا نام رکھنا یہ قرآن کے خلاف ہے۔ دوسرا قول کہ یہ ایک بادشاہ ہے ذونواس حمیری۔ یہ بات بھی تحقیقاً غلط ہے کیونکہ ذونواس حمیری تاریخاً اس علاقہ میں گیا ہی نہیں۔ تیسرا قول کہ حضرت سیدنا ابراھیمؑ کے زمانہ میں عبداللہ بن ضحاک ایک بادشاہ ہو گزرا ہے جس نے حضرت ابراھیمؑ کے ساتھ حج بھی کیا تھا تاریخ سے یہ بھی غلط ثابت ہؤا کیونکہ تاریخ میں یہ شخص ابراھیمؑ سے کافی عرصہ بعد میں گزرا ہے اور اس کا مدافعہ ہی نہیں کیا گیا یہ بھی غلط ہے۔ عالم اور جاہل کی یہ ٹکر آ رہی ہے کہ ہر نبی نے کہا کہ اللہ کے ہوجاؤ جاہل نے کہا کہ نہیں ہونا۔ ایران میں موحد لوگ موجود تھے غالباً جب بیت المقدس کو برباد کر ڈالا تو بقیہ بنی اسرائیل کو ساتھ لایا۔ دانیال ایک بادشاہ ایران میں خورس نامی جدید زمانہ میں خسرو نام تھا یہ موحد تھا اس نے خاص مقام مقدس جگہ کا بدلہ لیا اور فتح کیا ایران میں ایک جگہ کچھ کتبے نکلے جو خود خورس کے نہیں بلکہ اسکی اولاد کے تھے جس سے اس کا مؤمن ہونا ظاہر ہوتا ہے وہی خورس ذوالقرنین ہے اس نے اس سد کو بنایا باقی یہ یقینی بات فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ کہ یاجوج ماجوج کا

آخری فساد قیامت میں ہوگا اس کا ازالہ خدا کریگا انسان نہ کرسکے گا جب زمین کے پاس علاج نہیں تو آسمانی طاقت کی ضرورت پڑی فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَہٗ دَکَّآءَ ذوالقرنین نے کہا کہ میں نے ایسی دیوار بنائی ہے نہ اس کو چھلانک سکیں گے نہ سوراخ کرسکیں گے مگر فرمایا وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَہٗ دَکَّآءَ کہ جب خدا چاہے تو ہر ایک کو ریزہ ریزہ کرسکتا ہے۔ تو یہ مرد ٹوسن کی بات ہے۔خروج بغاوت کو کہتے ہیں یہ آدمی خارجی ہے یعنی باغی ہے۔یعنی انبیاؑ سے بغاوت کرنے والے انسان جب اپنی آخری سرحد تک پہنچ جائیں گے تو پھر ان کو آسمانی طاقت برباد کریگی۔ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے یاجوج ماجوج کو تاتار سے تعبیر کیا یہ غلط ہے یعنی انکو 656ھ میں ختم کرنا چاہتا ہے اور قرآن کہتا ہے کہ قیامت کے قریب ہوگا۔ یہ ہے ایٹمی فتنہ۔انگریزوں نے چڑھائی کی تو مولانا عبد الغفور سواتی رحمۃ اللہ علیہ نے برداشت نہ کیا تو چند آدمی جہاد کیلئے تیار ہوگئے۔ بوڑھوں نے برطانیہ سے خوب مقابلہ کیا تو مولانا نے فرمایا کہ اب عالم اسباب یعنی سامان تو ختم ہو گیا اب ان کے توڑ کیلئے آسمانی طاقت کی ضرورت ہے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ اٹھائے بڑے موٹے موٹے بھڑ آئے تو انگریزوں کی پوری فوج کا صفایا کردیا۔

درس نمبر: ۵۲
19 اکتوبر 1964ء

شبہات، عقیدہ وعمل پر اثر انداز ہوتے ہیں

اعوذ باللہ اور بسم اللہ میں دو باتیں بیان ہو گئی تھیں پھر آگے سلسلہ یہ تھا کہ تمام گناہوں کی جڑ شبہات اور شہوات ہیں اور تمام نیکیوں کی جڑ ان سے بچنا ہے۔ شبہات یہ کہ دین کی بات میں یقین کی بجائے شک ہو اور شہوات یہ کہ دین کی بات پر عمل میں طبیعت آمادہ نہ ہو جاتا ہے کہ یہ کام عمدہ ہے مگر عمل نہیں کرتا یہ تو بنیادی چیزیں ہیں۔ شبہات کا زیادہ اثر عقیدہ اور عمل پر ہوتا ہے اور عقیدہ کو معمولی بات نہ خیال کرو جو کچھ آخرت کی کمائی ہے وہ عقیدہ کی کمائی ہے۔ اسلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو عقیدے دئے ہیں ان پر ہمارا یقین ہو اور خشخاش کے برابر ہمارا عمل ہو تو انجام جنت ہو گا اور اگر اس دانہ کے برابر فرق ہوا تو انجام جہنم ہو گا۔ آپ کہیں ایسا عقیدہ نہ بنالیں جو جہنم میں لے جائے۔ عقیدہ بمنزل درخت کی جڑ کے ہے اور عمل بمنزلہ شاخوں کے ہے اور جزا یعنی بدلہ وہ میوہ ہے۔ اگر درخت کی جڑ کو دیمک وغیرہ

کہا جائے تو درخت کہاں ہو گا اور پھل وغیرہ کہاں ہونگے آپکی
محنت وغیرہ بیکار جائے گی۔ اسی طرح اسلام ایک درخت ہے جس
کی جڑ عقیدہ ہے اور شاخیں اعمال ہیں اور پھل جنت ہے
وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ کلمہ کی مثال ایک درخت کی ہے
جس کی جڑیں عقیدہ کی شکل میں دل میں ہیں اور اعمال شاخیں ہیں
وہ ہر روز اوپر چڑھتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا کہ جنت کا رقبہ تو موجود
ہے مگر تعمیر جاری ہے تو رقبہ موجود مگر عمارتیں ہمارے عمل کے
مطابق بنتی جا رہی ہیں مثلاً ماڈل ٹاؤن قبل ایک رقبہ تھا مگر اب تعمیر
جاری ہے۔ اس طرح۔ تُؤْتِيْ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ یعنی ہر آن اسی کا ثمرہ
ملتا جا رہا ہے۔ اس میں شبہات بہت بری چیز ہے۔ حصن حصین
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ
الشَّكِّ بَعْدَ الْيَقِيْنِ ۔کہ یا اللہ یقین کے بعد شک سے محفوظ رکھ۔ خود یہ
شک کی دلیل نہیں کہ خبیث کافروں نے جو قانون بنایا ہے وہ اب
تک جاری ہے اور اللہ کا قانون جاری نہیں شاید انگریز کا قانون فائدہ
مند ہو اور اللہ کا فائدہ مند نہ ہو۔ حالانکہ مادر کے بطن میں فائدہ اللہ نے
دیا اس اللہ کے قانون میں آج شک ہو رہا ہے کہ یہ مناسب نہیں اور
انگریز کے قانون خبیث میں کوئی شک نہیں۔ یہ آج کل کی خرابی
نظام تعلیم کی خرابی ہے۔ مشن سکول لاہور میں ایک سے پوچھا کہ کیا
مسلم کو عیسائی بنا رہے ہو کہا نہیں بس اتنی بات مقصود ہے کہ
اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ

اپنے دین میں شک پیدا ہو جائے اب اگر دوسرے دین پر آئے تو شک تو ہو گیا کٹ تو گیا اقبال رحمۃ اللہ علیہ

دور حاضر پیش آفل در سجود

شک بی آفندو یقین ازدل ربود

جنگ احد میں ایک صحابیؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تازہ مسلمان ہوا تھا یہ آج کی مورچوں میں چھپنے والی جنگ نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں اس جہاد میں قتل ہو جاؤں تو کہاں ہونگا فرمایا فی الجنۃ 9-7 دن کا بھوکا تھا تین چار دانہ کھجور کے پھینک دئے تا کہ یہ جنت کے دخول میں تاخیر نہ بنیں اور کفار سے جنگ شروع کر دی اور شہادت پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو فرمایا اِنَّ عَمَلَہٗ قَلِیْلًا فَجَزَائُہٗ کَثِیْرًا عمل تھوڑا اور جزا بہت حاصل کی۔ کل خدام الدین کے رسالہ میں علماء دیوبند کی کرامتیں ذکر تھیں۔ مولانا فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی کی قبر کھل گئی تو جسم برابر ثابت پڑا ہے اور خوشبو قبر سے باہر آ رہی ہے 15 منٹ قبر کھلی رہی۔ تو شک بڑی خطرناک چیز ہے اور شک موجودہ دور کی دلیل ہے ہم 8 کروڑ انسان آج اللہ کے قانون میں شک کرتے ہیں اگر شک نہ ہوتا تو خدا کا قانون نہ بناتے؟ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا ۔اللہ کے قول سے کون سچا ہے۔ شبہات اور شک شیطان ڈالتا ہے۔ ہم اللہ کی بات میں کیوں

شک کرتے ہیں تین اسباب ہوتے ہیں۔ (1) فقدان محبت (2) فقدان عظمت (3) فقدان حکمت حالانکہ ایمان کی نشانی ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ لیکن اس ٹکٹ ایمانی کیلئے یہ شرط ہے کہ اللہ کی محبت ہر شے پر غالب ہو دین کی بنیاد اللہ کی محبت پر ہے۔ محبت کی مثال ریل کے ڈبہ کے مثل ہے اگر ہاتھوں سے چلائیں تو آہستہ آہستہ چلے گا لیکن اس کا مستقل چلاؤ انجن اور بھاپ سے ہو گا۔ ہم اگر چاہیں کہ مسلمان بد عملی سے نکل کر نیک ہو جائیں تو اعمال بمنزلے ڈبہ کے ہیں اور محبت الٰہی بھاپ ہے اگر بھاپ پیدا کریں تو ریل خود چلی جائے گی ورنہ دھکیلنے سے کچھ نہ ہو گا۔

ہمارا عمل اس طرح کا ہے کہ آج نماز ادا کی اور پھر دس بارہ دن نماز ادا نہ کی۔لیکن اور بات بھی شرط ہے کیونکہ بعض لوگ صرف عمل کو دیکھتے ہیں حالانکہ ریل کے ڈبوں کیلئے لائن بھی شرط ہے۔تو شریعت لائن ہے اگر اس لائن پر ڈبے چلے تو منزل، مقصود پر پہنچ جائیں گے ورنہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ نمبر 1 ہمارے اعمال بمنزلہ ڈبہ ہیں نمبر 2 لائن کی ضرورت نمبر 3 بھاپ کی ضرورت یہ تینوں چیزیں ضروری ہیں۔ بعض لوگ نشانی کو دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ میاں یہ تو ملنگ آدمی ہے نہیں اگر شریعت کی لائن پر نہیں تو برباد ہو جائے گا ملنگ تو بن گئے مگر محبت الٰہی لائن ندارد۔ مشین لی وہ بھاپ جو ہزاروں ڈبے کھینچتی ہے اگر لائن نہ ہو

تو وہ تباہ کر دیتی ہے وہ لائن کونسی ہے وہ لائن شریعت ہے جو ہمیں منزل مقصود تک پہنچائے گی۔ شریعت پر چلنا یہ ہے بنیادی مسئلہ اس کیلئے یہ معلوم ہؤا کہ محبت الٰہی ایک بنیادی چیز ہے۔ اب ہم میں محبت الٰہی میں کمی کیسے ہوئی یہ بیان باقی ہے۔ اگر محبت الٰہی کی بھاپ موجود ہو اور ہو بھی شریعت والی لائن پر تو ہماری گاڑی چلے گی۔ اللہ کی محبت کس طرح پیدا ہوجاتی ہے۔ بزرگان دین نے تین باتیں فرمائی ہیں کہ محبت الٰہی کے تین اسباب ہیں (1) نوال یعنی بخشش (2) جمال یعنی خوبصورتی (3) کمال یعنی کوئی وصف کامل ہو یعنی یہ تصور کرے کہ اللہ کی مہربانی رحمت۔نعمت۔بخشش۔ وغیرہ کتنی ہے۔ فطرت انسانی میں بھی یہ لازم ہے کہ جہاں احسان ہو وہاں محبت لازم ہے۔ تم جب ہر وقت نوال کا تصور کرو گے تو اللہ سے محبت ہو گی۔ صوفیاء کرام نے ایک مراقبہ نعمت بھی رکھا ہے کہ چند منٹ اللہ کی نعمتوں کا تصور کر لیا تاکہ احسان یاد رہے۔ بزرگان نے فرمایا ہے کہ انسان کا منعم اور محسن صرف رب العزۃ ہیں باقی انسان تو ایک ذریعہ ہیں۔ بڑی نعمت ماں باپ ہیں بچپن میں دودھ پلاتی ہے اور پرورش کرتی ہے پھر دودھ بھی ماں کے سینہ میں رکھا پھر بچہ پر شفقت بھی ماں باپ کو دیدی تاکہ پرورش میں کوتاہی نہ ہو یہ نعمت کس نے پیدا کی؟ اگر کوئی گھوڑا بخش دے یا کھانا کھلادے تو وہ گھوڑا اور گوشت وغیرہ اللہ تعالیٰ کی بخشش نہیں تو

اپنی تو کوئی چیز بھی نہیں وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ اگر آدمی دو دن کھلائے یا اور کوئی مروت کر دے تو اس سے تو بہت محبت ہوتی ہے اللہ سے کیوں نہ ہو کیونکہ حقیقی محسن تو اللہ تعالیٰ ہیں۔ بزرگان سے دریافت کیا گیا کہ محبت کیا چیز ہے۔ اَلْمَيلَانُ الَّذِي يُوجِبُ تَلَذُّذَ فِي التَّوَجُّهِ اِلَى الْمَحْبُوبِ۔ محبت اس کا نام ہے کہ جب محبوب کی طرف متوجہ ہو تو لذۃ و مزہ آجائے۔ جب ہم اللہ کی طرف توجہ کریں تو ہمیں مزہ آجائے یہ ہے محبت۔ حضرت ابی ابن کعب رض جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر تو قرآن اترا آپکو سناؤں؟ مطلب یہ کہ ادب کے خلاف ہے آپنے فرمایا کہ اللہ نے تمہارا نام لیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سناؤ تو پوچھا کیا میرا نام بھی لیا ہے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تیرا نام بھی لیا ہے۔ خوشی سے اچھلے تو نیچے گر گئے فرمایا کہاں ہم حقیر اور کہاں اللہ کی توجہ ہونا۔ آج ہم دنیا کی محبت مین ایسے مشغول ہیں کہ قرآن کا نام ہی نہیں بس اولاد کو انگریزی پڑھاؤ تاکہ تنخواہ ملے قرآن کا نام ہی نہیں۔ روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے یہ اللہ کا حضرت ابی ابن کعب رض کی طرف متوجہ ہونا۔ یہ تھی محبت الٰہی کی دولت اوہ بات ہمیں پسند آئی کہ ایک بار وزراء سلطان محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ سے ناراض ہو کر شکوہ کرنے لگے

کہ غلام سے تو محبت ہے وزراء کی بات بھی نہیں سنتے۔تو محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بار اعلان کیا کہ خزانہ میں سے جو شخص جس چیز پر ہاتھ رکھے گا وہ اسی کی۔تو ہر ایک نے اپنی منشاء کے مطابق ہاتھ رکھے۔ ایاز نے آکر سلطان محمود رحمتہ اللہ علیہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا کہ آپ میرے ہوجائیں یہ چیزیں تو میری ہوجائیں گی۔تب جاکر سب کی آنکھیں کھلیں یہ ہے وَلِلّٰہِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ جب اللہ ہمارا تو سب کچھ ہمارا آج ہم خدا کے نہیں تو ہمارا بھی کچھ نہیں۔

درس نمبر: ۵۳
11 اکتوبر 1964ء

اللہ تعالیٰ کی محبت ایمان کی نشانی ہے

گزشتہ درس میں اللہ کی محبت کا بیان تھا بندہ پر فرض ہے کہ وہ سب سے زیادہ محبت اللہ سے رکھے۔ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ جو ایمان والے ہوتے ہیں انکو سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہوتی ہے۔ معلوم ہو گیا کہ اللہ کی محبت ایمان کی نشانی ہے ایمان جب مقبول ہوگا جب اللہ کی محبت ہو گی۔ جس طرح سرکاری مہر کے بغیر سرکاری کاغذ غیر معتبر ہوتا ہے اسی طرح ایمان اللہ کی محبت کے سوا غیر معتبر ہوتا ہے۔ گزشتہ درس میں اللہ کی محبت کے تین اسباب ذکر کئے گئے تھے۔ ایک نوال یعنی بخشش کہ بخشنے والے کی محبت ہو گی دوسرا جمال۔ تیسرا کمال۔ بندہ کو یہ غور کرنا چاہیئے کہ اللہ کی محبت کس قدر ضروری ہے۔ بندہ تب محبت کرتا ہے جب اسکو احسان یاد آ جائے۔ ایک سبب ہے نوال کہ بخشنے والے کی محبت ہو گی۔ جس پر احسان کیا تو محسن کی محبت دل پر ہو جاتی ہے۔ اب نوال کا حقیقی انعام دینے والا تو اللہ ہے امام غزالی

رحمتہ اللہ علیہ کہ کل موجودات میں صرف تین چیزیں ہیں ایک، منعم اللہ دوم مُنعَم جس پر انعام کیا جائے۔ سوم باقی سب نعمتیں ہیں۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ تین قسمیں فرمائی ہیں تو اتنی بخشش کس کی ہے صرف اللہ کی۔ اگر دنیا کے سارے انسان ملکر اللہ کی بخشش کو تولیں تو بھی کم ہیں اللہ کا احسان بے انتہاء ہے۔ بزرگان فرماتے ہیں کہ واقع میں ضابطہ کے مطابق جب کوئی انسان کسی پر احسان کرے تو اس بندہ کا احسان ماننا چاہیئے مگر حقیقت میں وہ احسان اللہ کا ہے اگر بادشاہ کسی کو دس ہزار روپیہ انعام دے تو واقع میں وہ انعام اللہ کی طرف سے ہے۔ اگر بادشاہ قلم کے ذریعہ کسی کو مربعہ بخش دے تو وہ قلم کا احسان نہیں بلکہ حقیقت میں بادشاہ کا احسان ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ سارے انسان اللہ کی قلم ہیں جدھر چاہے پھیر دے اور جس پر جو احسان کروانا چاہے کرواسکتا ہے وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ کہ تم تو خدا کے ہاتھ میں ایسے ہو کہ اپنا ارادہ بھی نہیں کرسکتے۔ حدیث قدسی بخاری شریف کی اِنَّ مَا اَصَابَتَہٗ لَمْ يَكُنْ لِاَ يُخْطِاءُ جو کچھ ملا ہے وہ تم سے ہٹنے والا نہیں تھا اور جو نہیں ملنے والا تھا وہ قیامت تک نہ ملے گا۔ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ والیہ ترجعون بندہ تب دیگا جب اللہ فرمائے گا کہ فلاں کو دیدو اور جو کچھ دے رہا ہے وہ اللہ کی عنایت ہے وہ تو صرف اتنا کہ اس نے دیدیا حقیقت میں حکم اور چیز سب اللہ کی ہیں۔ اللہ نے نظام کیلئے فرمایا

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ کہ دینے والے کا احسان تو مانو مگر تہہ میں حقیقی منعم صرف اللہ ہے۔ تو ایک بڑی چیز تصور نوال ہے یعنی بخشش کرنے والا وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا کہ اللہ کی ایسی بہت نعمتیں ہیں جو کام کر رہی ہیں مگر انسان کو معلوم نہیں۔ اور اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے ہو۔ انسان بڑا ظالم ہے۔ وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ جو نعمتیں ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ تو ہمیں چاہیے کہ اس سے بے حد محبت کریں کیونکہ ہماری تمام محبوبات وہ بھی سب اللہ کی طفیل ہیں۔ انسان کو سب سے زیادہ محبت اپنے وجود سے ہے یہ وجود بھی اللہ کی عنایت ہے۔ تو نوال کے اعتبار سے اللہ محبوب ہوا (2) جمال کہ انسان کی فطرت میں یہ داخل ہے کہ جس خوبصورت چیز کو دیکھے محبت کرتا ہے عمدہ جانور یا عمدہ مکان دیکھے تو محبت کرتا ہے لیکن کبھی انسان نے اس بات پر غور کیا ہے کہ جمال والی چیزوں کا جمال وخوبصورتی یہ کس کی بخشش ہوئی ہے یہ اللہ کی بخشش ہوئی ہے۔ پھول حقیقت میں کیا چیز ہے صرف ایک تخم کا دانہ ہے نہ رنگ ہے نہ بو۔ بس اس تخم کو مٹی میں ڈالدو اس سے پھر اللہ رنگدار اور خوشبودار چنبیلی وغیرہ نکالتا ہے۔ سورج چاند انسان وغیرہ کی خوبصورتی اللہ کا عطیہ ہے اگر جمال کی وجہ سے انسان کو کسی سے محبت ہو تو منبع جمال تو اللہ ہے تو اللہ سے تو زیادہ محبت ہونی چاہیے۔ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کہ عشق اور محبت فقط اللہ سے ہونی چاہیئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ نفخۂ اسرافیلؑ سے پوری کائنات برباد ہو جائے گی۔ اس وقت تو عاشق بھی اپنے معشوق کے پاس نہ ہونگے یعنی مرنے کے بعد تو عاشق بھی پاس نہیں بیٹھتا ایک حی قیوم جو اللہ کہ اس کے جمال کو زوال نہیں ہے۔ مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ (1) عشق بامردہ نباید پائیدار عشق را باحی قیوم دار

تیسری چیز ہے کمال چاہے ظاہری ہو یا باطنی ہم کو امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے محبت ہے کہ انکو فقہ میں کمال تھا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے محبت ہے کیونکہ علم اور تقویٰ میں کمال رکھتے تھے یا جتنے بزرگ گزرے ہیں مثلاً خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں کوئی دولت تو نہ تھی کہ ہم کو ان سے محبت ہے بلکہ تقویٰ اور علم میں کمال تھا یہ تو بزرگان دین ہیں باقی ارسطو وغیرہ سائنسدان جن سے ہمکو محبت ہے کیونکہ ان میں کمال موجود ہے تو اگر دل کو ان سے محبت ہو تو زیادہ محبت اللہ سے ہونی چاہیئے کیونکہ حقیقت میں کمال کا مالک تو اللہ ہی ہیں۔ حالانکہ میں یہ کہا کرتا ہوں کہ آدمی کو ان مخلوقات کو دیکھ کر اللہ کی طرف متوجہ اور منتقل ہونا چاہیے۔ سائنس دانوں نے بڑے کمال کئے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہیں۔ یہ کمال خداوندی ہے کسی انسان کا نہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ریل گاڑی دوڑتی ہے لیکن یہ بھی دیکھا کہ یہ کمال

کس کا ہے۔ یہ کمال موجد کا نہیں بلکہ رب العٰلمین کا ہے۔ سب سے قبل ضرورت لائن یعنی پٹڑی کی ضرورت ہے تو وہ لوہے کی ہوتی ہے اگر اللہ لوہا نہ بناتا تو پھر کیا کرتے بعض انجن کوئلے اور تیل سے چلتے ہیں تو اللہ نے کوئلے اور تیل کے خزانہ زمین کے پیٹ میں رکھے ہیں۔ اگر نہ رکھتا تو ریل کیسے چلتی گاڑی کے ڈبہ وغیرہ لکڑی سے بنے ہوئے ہیں یہ لکڑی کس نے پیدا کی ہے یہ سب کمال وغیرہ حقیقت میں کمال خداوندی ہے۔ بڑی چیز ایٹم بم وغیرہ ہیں یہ بم جن اجزا سے بنتے ہیں یہ اللہ نے زمین کے اندر پیدا کئے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ اجزا پیدا نہ کرتے تو یورپین ممالک قیامت تک سر مارتے رہتے تو یہ بم نہ بنتے۔حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے فتح الباری میں کہ انسان جوہر نہیں بنا سکتا کوئی انسان کسی چیز کی ذات کو نہیں بنا سکتا۔ بلکہ اللہ کی بنائی ہوئی کو جوڑتا ہے۔ سب سے اول کمہار کو لیلو کہ جو برتن بھی بنائے گا تو مٹی پانی اللہ کی چیز ہے۔ اور کمہار جوڑنے والا ہے۔لوہار تلوار وغیرہ بناتا ہے تو لوہا اللہ نے بنایا ترتیب لوہار دیتا ہے۔ جس طرح آپ کے کمرہ میں قالین ہو تو آپ اس کو جوڑ دیں مگر آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں نے بنائی ہے۔حدیث قدسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم انسانوں کو کہدو وَاِنْ یَخْلُقُوْا ذَرَّۃً۔کہ تم سب ملکر ایک ذرہ کو بنا دیں ایک یہ کہ اللہ کا بنایا ہوا ہو اس ذرہ کو

اٹھائیں بلکہ خود بنا دیں یہ کسی سے بھی نہیں بن سکتا۔ یہ اللہ کا کام ہے۔ معلوم ہو گیا کہ جتنے موجودہ سائنسدان ہیں وہ جو قانون بناتے ہیں حقیقت میں یہ قانون بھی اللہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ چیزیں تو اللہ نے تخلیق آدم سے قبل بنا رکھی ہیں۔ ہمارے بزرگ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مثلاً ایک آدمی ہوائی جہاز کا موجد ہے ہوائی جہاز کے سارے اجزاء اور اشیاء اللہ کی بنائی ہوئی ہیں پٹرول میں اللہ اڑانے اور چلانے کا مادہ نہ رکھتا تو پھر یہ کیا کرتے تو حقیقی موجد رب العٰلمین ہوئے۔حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو نقشہ ہوائی جہاز کا بناتے ہیں تو یہ بھی اللہ کا بنایا ہوا ہے کیونکہ اس سے قبل یہ نقشہ نہ تھا اور نہ اس کے مطابق کوئی اور اس کے سامنے تھا تو اس کا دماغ ایک معدوم چیز تلاش کر رہا ہے یعنی دماغ یہ سوچ رہا ہے کوئی ایسی چیز بنائیں جس سے آدمی اوپر کو اڑے تو آدمی ذھن کو دوڑاتا ہے اور اللہ صحیح نقشہ الہام کے ذریعہ انکے ذھن میں ڈال دیتا ہے مَنْ جَدَّ وَجَدَ کہ اللہ کسی کی کوشش کو ضائع نہیں کرتا جب اس نے سو دن دماغ مارا تو اللہ اس پر رحم کرتا ہے کہ یہ تو نہ بنا سکے گا میں اس پر رحم کروں تا کہ یہ بنا لے۔

اللہ نے شہد کی مکھی کو الہام دیا کہ اس طرح چھتہ بناؤ اس طرح کا کوئی بھی نہیں بنا سکتا۔ تو اللہ ذھن میں نقشہ ڈال دیتے ہیں کہ اس طرح بناؤ اور انسان کام کرتا ہے مگر آج کے مسلمانوں کو

جب اقتدار ملا تو ایک شراب اور ایک عورت کی ضرورت ہے آج
بھی یہ ہو رہا ہے اور کافروں نے اس بات پر بہت توجہ دی کہ اس
مسلم قوم پر کس طرح قبضہ کریں قرآن۔ مَن کَانَ یُرِیدُ العَاجِلَۃَ عَجَّلنَا لَہٗ
فِیھَا مَا نَشَاءُ جو دنیا کی ترقی کی کوشش کریگا کوئی بھی ہو چاہے کافر ہو
یا مسلم ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق درجہ دیں گے۔ ہماری فیاضی
کافر سے بند نہیں دنیا کے معاملات میں جس کیلئے کوشش کریگا دیں
گے۔ اور آخرت میں اگر ایمان نہ ہوگا تو جہنم ملے گی۔ کُلًّا نُّمِدُّ ھٰؤُلَاءِ
وَھٰؤُلَاءِ مِن عَطَاءِ رَبِّکَ تیرے خدا کی بخشش دنیا میں کافر سے بند نہیں
وہ اگر غالب آنے کی کوشش کریگا تو غالب کردینگے۔ معلوم ہو گیا کہ
ان تمام چیزوں کے نقشہ یہ دماغ کا نتیجہ نہیں بلکہ عطاءِ رب ہے۔تو
دماغ کشکول گدائی ہے اس نے اللہ کے سامنے پیش کیا اللہ نے
خیرات دیدی۔ مسلمان تو آپس میں صرف لڑنا جانتے ہیں حضرت
عثمان غنیؓ سے لیکر آج تک مسلمان لڑائی پر تلا ہوا ہے۔ لندن سے
ایک دوست آیا کہ وہاں بھی مسلمان کی یہی حالت ہے میں نے کہا
کیا وجہ کہا مولانا لڑائی مسلمان کی گھٹی میں پڑی ہے۔ یورپ یہ نہ کہے
کہ بم وغیرہ ہم نے ایجاد کئے ہیں بلکہ یہ تو خدا کی خیرات ہے ہم
نے نہ مانگی انہوں نے مانگ لی۔ آخرت میں دارومدار صرف اعمال
پر ہے مگر دنیا میں جو جدوجہد کریگا اللہ اس کو دیگا دنیا میں اللہ کافر کو
بھی اور مسلم کو بھی دیگا۔ علماء نے کہا کہ

صرف اللہ سے محبت نہیں بلکہ اللہ کو جس سے محبت ہو اس سے بھی تم کو محبت کرنی ہو گی۔ مقولہ۔ مَحْبُوْبُ الْمَحْبُوْبِ مَحْبُوْبٌ علماء نے فرمایا کہ سب سے اول محبوب شے اللہ کی قرآن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک۔

مَاجَاءَ اَحَدٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کوئی شخص بازار قیامت میں اس سے بہتر چیز نہ لائے گا جو اللہ کی ذات سے نکلی ہے۔ وہ ہے قرآن اَلْقُرْاٰنُ مَادُبَۃُ اللّٰہِ کہ قرآن اللہ کا دستر خوان ہے فَاطْعَمُوْا۔ تم اس سے کھاؤ حضرت عثمان غنیؓ کی روایت بخاری و مسلم سے۔ کوئی آدمی فقیہ بنتا ہے کوئی ملنگ وغیرہ مگر امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا درجہ سب سے بلند ہے۔ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے سکھائے۔ مسلم کی تیسری حدیث۔

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰہِ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع نہ ہو گی مگر چار نعمت اس کو ملے گی فوراً۔ لوگ تو صدر اور کمشنر کو چاہتے ہیں کہ یہ راضی ہو جائیں تاکہ کوئی انعام واکرام دیدیں مگر اللہ فرماتا ہے جب میرے گھر میں آؤ گے تو مانگے بغیر میری رحمت گھیر لے گی دنیا کے کارندے دنیا کا کام کر رہے ہیں۔ اور اللہ نے ایسا انتظام فرمایا ہے کہ اے فرشتو تم اس جگہ جا کر رحمت پھیلاؤ جہاں میرا ذکر ہو رہا ہو۔ حضرت اسید بن جعفرؓ سے

روایت ہے کہ کُنتُ اَقرأُ القُرآنَ میں قرآن کی تلاوت کر رہا تھا یہ صحابیؓ گھوڑی پر سوار تھے۔ کہ اچانک گھوڑی چکر میں آئی۔ صحابی گھوڑی پر سوار تھے۔ تو میں نے دیکھا کہ چھتری کی طرح ایک چیز ہے اس میں کئی نورانی چراغ روشن ہیں یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے اگر تو صبح تک تلاوت کرتا رہتا تو تمام انسان ان کو دیکھتے۔ دیکھو اللہ نے ملائکہ کی دہشت کا علم انسان کو نہ دیا بلکہ جانور کو دیدیا۔ کہ گھوڑی نے اس کو دیکھ کر چکر کھایا اس گھوڑی کے آگے اس کا بیٹا یحیٰ بھی تھا۔ تو اللہ قلب میں ایسا نور ڈالتے ہیں کہ قلب صاف ہوجاتا ہے اور اللہ کی یاد پر جم جاتا ہے۔ جو دل سینما میں ہے وہ تو گندہ دل ہے وہ درس القرآن میں نہیں آتا۔ چوتھی چیز یہ کہ اللہ اس آدمی کا تذکرہ ملائکہ کے سامنے کرتے ہیں جو اس درس میں ہوتے ہیں۔

درس نمبر ۵۴:
16 اکتوبر 1964ء

اِحسان میں تاثیرِ محبّت ہے

اس سے قبل درس میں بیان کیا تھا کہ شیطان آدمی کے دل میں شک ڈالتا ہے کہ آدمی کو حق میں شک پیدا ہوتا کہ عقیدہ مٹ جائے۔ اور ایمان سے ہٹ جائے اور ایمان کمزور ہوجائے۔ میں نے کہا کہ شیطان کے شبہات ہٹانے کے لئے کیا تدبیریں ہیں (1) اللہ کی محبت۔ (2) اللہ کی عظمت (3) اللہ کی حکمت (4) اللہ کی رحمت کا تصور ہو کل چار تصور ہوئے۔ تو ان تصورات سے حق میں شک وشبہ نہیں آتا۔ پھر محبت کے لئے بتایا کہ کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ایک نوال کے ذریعہ اور ایک کمال کے ذریعہ اورجمال کے ذریعہ اللہ سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ نوال معنی احسان۔احسان میں یہ خاصیت ہے کہ محبت پیدا ہوجاتی ہے تو جس انسان میں نوال کے باوجود بھی محبت پیدا نہ ہو تو وہ حیوان سے بھی گزرا ہے۔ کیونکہ کتا ایک بد ترین جانور ہے لیکن صرف ایک ٹکڑا روزانہ ڈالتے ہیں تو اس سے اس پر اتنا اثر پڑتا ہے کہ آپ کے گھر

سے ہٹائیں بھی تو نہیں ہٹتا۔ اور مسجد اللہ کا گھر اور دربار ہے اس سے ہٹاتے بھی نہیں اور احسان میں بھی ڈوبے ہوئے ہیں مگر ہم بد بخت خدا کے گھر جاتے ہی نہیں۔ معلوم ہو گیا کہ احسان میں تاثیر محبت ہے۔ جب انسان مراقبہ احسان کریگا تو قدرتی طور پر اسکو اللہ سے محبت ہو گی۔ اور پھر کتے کو دیکھو کہ باوجود کم احسان کے کتنا متاثر ہوا اور ہم تو ایسے بد بخت ہیں کہ احسان میں ڈوبے ہوئے ہیں اور پھر بھی مالک کے گھر نہیں آتے۔ قرآن وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کہ تمام کائنات سورج چاند وغیرہ سب انسانکے نوکر ہیں لیکن اتنے احسان کے باوجود انسان کوئی قربانی نہیں کرتا۔ روزہ سال میں ایک ماہ کوئی مشکل چیز ہے؟۔ آپ موسم سردی میں لحاف میں سوتے ہیں مگر کتا معمولی احسان کی وجہ سے ساری رات سردی میں گزار دیتا ہے تاکہ چور نہ گھسے اور یہ بھی جانتا ہے کہ میرا مالک میرے خلوص کو دیکھ بھی نہیں رہا۔ یعنی بے ریاکاری عمل کر رہا ہے۔ لیکن کتے پر ایک قطرہ احسان ہے اور ہم پر سات سمندروں سے بھی زیادہ ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ جہاں جاؤ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ کیا اللہ دیکھ نہیں رہا وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ کہ غیر عورت پر نظر ڈالنے کا جو زہر ہے اس کو بھی دیکھتا ہوں۔ پھر کتے کو آقا کا کیا دینا ہے لیکن ہمارا رب کم عمل پر وہ کچھ دیتا ہے جو ہمارے تصور میں بھی نہیں۔ پوری نماز کو تو چھوڑ دو مگر صرف تکبیر اولی کا اتنا وزن

ہے کہ پوری دنیا سے زیادہ ہے اس قدر نعمت ہو اور بدبخت انسان عمل نہ کرے تو کتے سے بھی گر گیا۔ اللہ نے مومنوں کی صفت بیان کی ہے وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ آج کل یہ مرض انگریزوں نے پھیلایا ہے کہ اسلام کے عقیدہ میں مسلمان شک کریں۔ قبل زمانہ میں ہم غیروں کو مسلمان کرتے تھے آج ہمیں اسلام میں شک ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ ازالہ شبہات کیلئے محبت دل میں رکھو تو اللہ اور رسولؐ کی محبت میں شک نہ ہو گا۔ اگر فرق ہو گیا تو جانو کہ محبت میں فرق ہو گیا ہے۔ حقیقی محبت تو صرف اللہ کی ہے لیکن مجازی محبت میں اگر آدمی مبتلا ہو جائے تو معشوق کے کہنے پر بغیر سوچے سمجھے آدمی کام کرتا ہے مگر اللہ تو اس سے اوپر ہے ایک تصور نوال دوسرا تصور کمال۔ کمال کی دو قسمیں ہیں ایک کمال ظاہری ایک باطنی یعنی ایک وہ جو آدمی اعلانیہ طور پر دیکھے اور باطنی یہ کہ قرآن وحدیث ایسی ہے کہ انسان اس کی خدمت کا نتیجہ عالم برزخ اور آخرت میں دیکھے گا مسلمان ہمیشہ بے قدر رہے۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو ہم نے اپنے ملک میں نہ رہنے دیا چند مولویوں نے غلط مسئلہ بنایا عوام کالانعام ہوتی ہے وہ ان کے ساتھ ہو گئی حتیٰ کہ امام ہجرت پر آمادہ ہو گئے۔ تو سمرقند والوں نے لکھا کہ آپ ہماری طرف آجائیں تو ان شریر ملاؤں کو پتہ چلا تو ان کو سمرقند والوں کو بھی مخالف بنا دیا تو امام سمرقند تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ

میں سمرقند والوں کی طرف سے قاصد ملا کہ آپ ہماری طرف نہ آئیں تو اس وقت امام پریشان ہوئے کہ کدھر جاؤں کہ سمرقند و بخارا میں کتے کو جگہ ہے اور بخاری کو جگہ نہیں۔ تو سمرقند اور بخارا کے درمیان ایک خرتنگ نامی جگہ ہے وہاں امام رحمۃ اللہ علیہ نے رات بسر کی اور اللہ سے دعا مانگی دیکھو امام کا صبر کہ دعا میں سمرقند و بخارا والوں کی شکایت کا نام ہی نہیں۔ لقد ضاقت علی الارض کہ یا اللہ تیری وسیع زمین میرے لئے تنگ ہو گئی ہے اب مجھے اپنے ہاں بلوالو جب ہاتھ داڑھی پر پھیرا تو دم ختم ہو چکا تھا۔ قبر اسی جگہ جنگل میں رستہ پر بنائی گئی ایک مسافر نے قبر کی مٹی سونگھی تو بہت اعلیٰ خوشبو تھی یہ بات سمرقند و بخاری والوں کو پہنچی تو وہی نکالنے والے آئے اور مٹی سونگھی تو تمام خوشبویات سے بہتر خوشبو تھی۔ تو تمام بخارا اور سمرقند والے لوگوں نے کئی سال تک شادی کی رسم میں باقی شرطوں کے علاوہ یہ رسم بھی رکھی تھی کہ ایک تولہ مٹی مزار حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دولہا والوں کو دینی ضرور ہو گی۔ تاج الدین فرماتے ہیں کہ جس رات کو امام کی وفات ہوئی ہے تو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہمان کی انتظار میں کھڑے ہیں تو پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس کے انتظار میں کھڑے ہیں فرمایا بخاری کے انتظار میں۔ یہ ایک کمال ہوا بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا۔ دوسرا تقویٰ کا کمال حضرت

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا کہ کس درجہ کا تقویٰ آپکو اللہ نے عطا فرمایا تھا۔ اللہ یہ کمال خاص بندوں پر عطا کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ کون لوگ تھے۔ اور ایک ظاہری کمال ہوتا ہے جو سب لوگ جانتے ہیں حضرت اورنگ زیب رحمتہ اللہ علیہ کا یہ کمال کہ سلطنت کتنی وسیع تھی مگر تہجد کبھی قضا نہیں ہوئی تھی اور ایک کوڑی حکومت کے خرچ سے کبھی نہیں خرچ کی۔ قرآن نویسی اور ٹوپیاں بنا بنا کر پیٹ بھرتے تھے۔ وفات کے وقت ایک وصیت فرمائی جو تاریخ میں درج ہے دکن میں ہی بیماری لگ گئی تھی بیٹے نے کہا کہ پونا چلے جاؤ جو بمبئی کے قریب ہے اس جگہ کی آب وہوا آپکو مفید ثابت ہوگی۔ اور یہ ایسے بادشاہ تھے کہ باوجود وسیع سلطنت کے علماء کو خاص وقت دیا کرتے اور انکی صحبت میں بیٹھتے تھے۔ ہوائے ہر جامن حباء است۔۔ الاہوائے نفس امارہ۔ کہ ہر خواہش ہے مگر نفس امارہ کی خواہش نہیں۔ فرمایا کہ پانچ صد روپیہ جو قرآن نویسی سے کمایا ہے یہ مساکین لوگوں پر تقسیم کر دینا اور ساڑھے چار روپیہ جو ٹوپی وغیرہ بیچ کر کمائے ہیں ان سے میری تدفین کر دینا۔ آپ کا مقولہ تھا کہ وہ مؤمن کیسا ہے جو صبح قرآن کی تلاوت نہ کرے وہ بڑا بدبخت ہے۔ اور آپکا عدل وانصاف بھی مشہور تھا۔ تو آپ دیکھتے ہیں کہ ہم کو ان لوگوں سے محبت ہے مگر رحمانی نہ کہ شیطانی۔ کمال

کوئی بھی ہو لوگوں کو اس سے محبت ہوتی ہے دیکھو گاما پہلوان میں ایک طاقت کا کمال تھا تو لوگوں کو کس طرح اس سے محبت تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ سے انکے کمال کی وجہ سے محبت ہے جہاں کمال وہاں محبت ہوگی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ سب کو کمال اللہ نے دیا ہے تو سب سے زیادہ محبت تو ہمیں اس ذات سے کرنی چاہیئے جو جامع الکمالات ہو۔ کمال کے بعد جمال۔ جمال کا تقاضا بھی محبت ہے۔ خوبصورت آدمی ہو یا خوبصورت پرندہ یا جانور وغیرہ ہو تو ان سے محبت ہوتی ہے۔ آپ کسی چمن میں رنگ کے پھول دیکھیں تو آپکو محبت ہوگی لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ یہ خوبصورتی آئی کہاں سے ہے۔ خوبصورتی اللہ رب العلمین سے آئی ہے معلوم ہو گیا کہ خوبصورتی کا مرکز تو اللہ تعالیٰ ہیں تو جب ناقص سے محبت ہے تو کامل سے نہ ہونی چاہیئے؟ حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے جب وفات پائی تو کسی نے خواب میں پوچھا کہ کیا گذری فرمایا کہ کشتی ڈگمگا گئی تھی آخر میں اللہ نے بچا لیا کہا کہ جو ڈانٹ ملی تو معلوم ہوا کہ مصیبت آنے والی ہے۔ تو آخر میں اللہ نے فرمایا کہ تیرا ایک شعر پسند ہے اس کی وجہ سے تیری بخشش کر دیتے ہیں۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورق دفتریست معرفت کردگار

لاہور میں ایک گلستان فاطمہ باغ ہے اس میں میں گیا

ہم تو اللہ کی پیداوار کو اور نظر سے دیکھتے ہیں غور کی تو اللہ کی قدرت کی عظمت معلوم ہوئی کہ ہر قسم کا پھول مٹی و پانی صرف دو چیزوں سے پیدا فرمایا۔ نہ انجن ہے نہ کوئی کارخانہ صرف پانی اور مٹی ہے یہ ہے اللہ کی عظمت/جمال۔ نوال۔ کمال یہ تین چزیں ہیں۔ علماء نے کہا کہ اللہ کی محبت کیلئے ان تینوں کا تصور ضروری ہے صوفیاء کرام نے بھی ان تین کے مراقبہ رکھے ہیں وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ چونکہ محبت کم ہے اس لئے طاعت میں سستی ہے۔ کمال میں مختلف مراقبہ رکھے ہیں ایک علم کا مراقبہ کہ جو کچھ میں کرتا ہوں وہ اللہ کے علم میں ہے۔ آخری چیز یہ ہے کہ اللہ کی محبت تب پیدا ہو گی جب محبت والوں کی صحبت حاصل ہو گی اور جو اللہ سے بے محبت ہیں انکی صحبت بھی کم تر اور بے علم لوگوں سے ہوتی ہے۔ حدیث بخاری اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرِ الْمَرْءُ مَنْ يُّخَالِلُ ہر مرد اپنے دوست کے دین پر مرتا ہے جس طرح صحبت ہو گی ویسا آدمی بنے گا۔ اللہ سے محبت کرنے والوں کی صحبت ہو گی تو نیک بنے گا اور بروں کی صحبت تو برا بنے گا۔ اور پھر اس محبت میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ دل کو جیسی مجلس دیں ویسا بنے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی فرمایا کہ قیامت کے لئے کیا تیار کیا ہے۔ وہاں تو بڑا انقلاب ہے عرض کی صوم وصلوٰۃ ۔ وہ تو نہیں کئے اِلَّا اَنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ مگر مجھے اللہ اور اسکے رسولؐ سے محبت

ہے فرمایا کہ آدمی کو جس سے محبت ہو گی وہ انہی سے ہوتا ہے۔
حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کسی چیز سے خوش نہیں ہوتے تھے۔ صرف ایک کلمہ سے خوش ہوتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جس سے محبت کریگا قیامت کے دن اسکے ساتھ ہو گا۔ قرآن وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ الخ تو وہ مطیع جن سے محبت کرینگے انکے ساتھ ہونگے۔ مفسرین نے لکھا کہ یہ آیت کیوں فرمائی ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابیؓ انصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا عاشق تھا کہ مجلس سے جاتا تو گھر میں ایک سیکنڈ نہ بیٹھ سکتا تھا مگر آج تو بس پیر کی محبت ہے جو کچھ کہے گا وہی کرینگے۔ تو انصاریؓ کو گھر میں چین نہیں آتا تھا ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تو چند دن ہیں اکھٹے ہیں اور آخرت میں تو آپکے درجات بہت بلند ہونگے ہم آپکے ساتھ کیسے رہیں گے۔ وہاں جدائی ہو گی اور جدائی میں برداشت نہیں کر سکوں گا۔ تو ایک آدمی کیلئے آسمان سے پورا قانون اتارا وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ الخ جو قرآن اور حدیث پر چلے وہ نبیوںؑ کے ساتھ ہونگے قانون بن گیا۔ صحبت کا اثر یہ کہ نیک کی صحبت سے نیکی آئے گی اور آخرت میں بھی رفاقت ہو گی۔ ایک اشکال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت ہو گی تو درجہ ان کے برابر ہو

جائے گا حالانکہ درجاتِ جنت اعمال کے مطابق ہیں جنت کے معاملات دنیا سے اور نمونہ کے ہیں معیت کا یہ مطلب نہیں کہ جو ساتھ ہوگا درجہ بھی ایک ہوگا مثلاً میٹروپول ہے خدا یہاں نہ لے جائے کیونکہ یہ شیطان کا گھونسلہ ہے اور نجاست کی جڑ ہیں۔ فرض کر لو اگر صدر صاحب تشریف لے گئے آخر نوکر بھی تو ساتھ جائیں گے تو اس ہوٹل میں معیت تو ہوئی لیکن ہر آدمی جانتا ہے کہ اس ہوٹل میں نوکر کی پوزیشن اور آقاء کی پوزیشن اور ہے۔ یہ بھی چھوڑو ایک شاہی محل ہے اس میں بادشاہ رہتا ہے اور نوکر بھی رہتے ہیں لیکن یہ تو نہیں کہ ہر ایک کا درجہ برابر ہو۔ نہیں بلکہ نوکر اسی بادشاہ کے ذریعہ سے اس محل میں جاتا ہے یہ تو محبت کے سلسلہ میں ایک بات تھی۔ ہر شر و بدی کا مرکز شیطان ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہے۔ محبت ایک بڑی چیز ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے آخر ایک عالم دین کی صحبت سے فائدہ کیوں نہ ہوگا جبکہ مٹی کی صحبت سے فائدہ ہوتا ہے جب دانہ ڈالا تو اس دانہ کو مٹی سے محبت ہو گئی کیونکہ گل کر مٹی ہو گیا تو محبت نے ایک اثر ڈالا کہ ایک پودا ہو گیا اور ایک دانہ کے بدلہ کئی دانے نکلے۔ حدیث میں ہے کہ تم سب لوگ آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر ہیرے و الماس پر گندم کا دانہ رکھو تو پودا نہ بنے گا اللہ والے غریب ہیں مٹی ہیں امیر لوگ اور حاکم لوگ ہیرہ وغیرہ ہیں مگر صحبت مٹی سے کچھ بنے گا نہ

کہ ہیرہ والماس سے۔ معلوم ہو گیا کہ محبت سے بڑا اثر ہے۔ میں ایک مرتبہ کسی مسجد میں گیا چند نمازی آئے معلوم ہوا کہ ان کو اللہ والوں کی صحبت ہے اور ان سے محبت رکھتے ہیں۔ ایک آدمی نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت دین کے کاموں میں سستی پیدا ہو گئی ہے۔ فرمایا کہ چستی پیدا کرو۔

درس نمبر: ۵۵

18 اکتوبر 1964ء

محبوب چیز اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے

اس سے پہلے درس میں بیان کیا تھا کہ اللہ کے احکام میں جب انسان کو شک و شبہ پیدا ہو جاتا ہے تو یا اللہ سے محبت ختم ہو جاتی ہے یا اللہ کی عظمت دل سے ختم ہو جاتی ہے یا اللہ کی حکمت کا یقین نہیں رہتا اللہ کی بات میں شک و شبہ کی وجہ ان تین چیزوں میں کمی ہونا ہے ورنہ محبوب جو کہے آدمی مانتا ہے اور عظمت ہو تو یعنی بڑا آدمی ہو تو جو کچھ کہے آدمی کر ڈالتا ہے۔ مثلاً کوئی بڑا حاکم کوئی کام کہے تو یہ نہیں کہتے کہ یہ کیوں کروا رہے ہو بس بے چون و چرا کر ڈالتے ہو۔ بہر حال جب تک آدمی کے دل میں اللہ کے متعلق ان تین چیزوں میں شک نہ آئے تو کبھی بھی وہ انسان اللہ سے دور نہیں ہوتا محبت کیلئے۔ نوال۔ کمال۔ جمال۔ یہ تین قبل گزر چکے ہیں۔ اب روح اور خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو جس سے محبت ہو تو وہ محبوب شے اللہ کا عطیہ ہے۔ سب سے اول انسان کو اپنے نفس سے محبت ہے اور یہ نفس اللہ کی بخشش ہے۔ بنطاوی جوہری یہ

آدمی علوم شرقیہ و غربیہ کا ماہر ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ جب انسان رحم مادر میں بنتا ہے تو ابتدائی شکل انسان اور مرغی کا بچہ اور کتے کی ایک شکل ہوتی ہے۔ چند دن کے بعد فرق شروع ہو جاتا ہے اس وقت اللہ اگر تصور نہ فرمائے تو ہم کہاں ہوتے اور کہا ہے کہ رحم مادر میں اللہ نے ایسا نظام فرمایا کہ کوئی انجینئر بھی نہ کر سکے۔ جس آدمی کو اللہ نے بنایا اس کو اپنی آٹھ بالشت کے برابر بنایا پھر ترتیب بھی دی کہ قدم سے گھٹنے تک دو بالشت پھر ناف تک دو بالشت پھر ناک کی لمبائی برابر رکھی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ نطفہ جب رحم مادر میں جاتا ہے تو چار سو فرشتہ اندر کام کرتا ہے یہ تو عجیب بات ہے سب سے اول دل بنتا ہے یہ ایمان کی جگہ ہے اور آخری چیز پیدائش میں بال ہیں۔ تو بہر حال نوال۔ جمال۔ کمال سے محبت پیدا ہوتی ہے اور جن سے محبت ہو وہ عطیہ خدا ہے مثلاً اولاد۔ بیوی۔ نفس۔ خود یہ سونا وغیرہ سب اللہ کی بخشش ہیں۔ آج کل جو نوٹ ہیں اگر یہ سونا چاندی وغیرہ نہ ہوتے تو ان کو کون پوچھتا۔ تو اس کے اندر صورت نایابی رکھی یعنی سونا و چاندی میں۔ کیونکہ ہر آدمی کو کسی نہ کسی چیز کی ضرورت و حاجت ہے۔ تو ایک آدمی اگر لاہور جائے۔ تو وہ تمام حاجتیں ساتھ لے جائے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تو فرمایا کہ نوٹ لے جاؤ اور سونا و چاندی کے حقدار بن جاؤ اور اپنی حاجت مکمل کر لو اور

حکمت ایسی رکھی کہ انکو کوئی بنا نہ سکے مثلاً ایک آدمی اگر گندم خریدے تو وہ کہے گا کہ مجھے کیا دو گے کہا کہ سونا دونگا وہ کہے کہ سونا تو میں خود بنا سکتا ہوں مجھے کیا ضرورت ہے، یہی بات کہ سونا و چاندی میں صفت نایابی رکھی تاکہ کوئی نہ بنا سکے بہت لوگ اس میں پڑتے ہیں مگر خسارہ اٹھاتے ہیں الوسی رحمتہ اللہ علیہ نے قارون کے قصہ میں روح المعانی میں لکھا ہے کہ طغرائی کہتا ہے کہ سونا بن سکتا ہے ابن سینا کہتے ہیں کہ نہیں بن سکتا ہم نے ابن سینا کی بات مانی۔ سائنس کہتی ہے کہ سونے کا بوجھ پانی سے بائیس گنا وزن میں زیادہ ہے اور سائنس ہی متفق ہے کہ اس کے برابر کسی کا وزن نہیں اب اگر کوئی سونا بنانا چاہے تو وزن برابر ہونا چاہیئے۔ اور اسکے برابر وزن میں اللہ نے کوئی چیز نہیں بنائی۔ کھیتی بھی اللہ کی عنایت ہے ہم تو صرف دانہ پھینک دیتے ہیں مگر اللہ دانہ گل سڑنے کے بعد بھی دانہ نکال دیتے ہیں بعض وقت زمین اتنی سخت ہوتی ہے کہ انگلی بھی اندر نہیں جا سکتی مگر گندم کی سوئی کو جب اللہ نکالتا ہے تو زمین پھاڑ دیتا ہے، پانی میں ایسا اثر رکھا کہ دنیا کا بڑا بادشاہ بھی اس کے بغیر ایک منٹ زندہ نہیں رہ سکتا۔ پانی کی بہت ضرورت تھی تو ضرورت کے مطابق اشیاء کو قائم کیا پانی کا اصل مرکز بارش ہے یہ قرآن کی بات ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ الخ اگر بادل میں پانی نہ ہوتا تو بارش نہ ہوتی اور بارش نہ ہو تو نہ دریا نہ چشمہ نہ نہر وغیرہ کوئی چیز

بھی نہ ہوتی دنیا کے قیام سے قبل جو بارش ہوئی وہ پانی زمین نے پی
کر ذخیرہ قائم کرلیا یہ کنوئیں ذخیرہ ہیں جس طرح والدین اولاد
کے لئے کچھ نہ کچھ ذخیرہ کرلیتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ جب تم پانی
پیتے ہو تو کبھی اس وقت بھی خدا کا نام یاد کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کھانے اور پینے والا جب پیئے تو کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ
اَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ
فرماتے تھے کہ میرے پیر نے کہا تھانوی جب پانی پیئو تو ٹھنڈا پیا
کرو تاکہ آپکے ہر ہر بال سے اللہ کا شکر نکلے۔ پھر آگ بھی اللہ کی
عنایت ہے سائنس کا قانون ہے کہ مثبت سے مثبت پیدا ہوتا ہے
یعنی کوئی چیز ہو تو دوسری چیز پیدا ہوتی ہے۔ لکڑی کو جلاؤ تو آگ
اور کوئلہ وغیرہ کو جلاؤ تو آگ تو اللہ نے ایک گوگر بنایا تاکہ اسکو ٹکرا
کر آگ پیدا کیجا سکے۔ پرانے زمانہ میں چقماق کا طریقہ تھا اللہ نے کتنا
بڑا انتظام کیا کہ کوئلہ ماچس لکڑی وغیرہ میں آگ رکھی تاکہ وقت پر
انسان فائدہ اٹھا سکے اور کام ایسا رکھا کہ یہ سب چیزیں لکڑی۔ ماچس
کوئلہ وغیرہ کمرہ میں پڑی ہیں مگر آگ نہیں لگتی۔ اَفَرَاَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ
تُوْرُوْنَ ءَاَنْتُمْ جب آگ سلگاتے ہو اسے ہم نے پیدا کیا یا تم نے؟ سب
کچھ دنیا میں بخشش و عطیہ خدا کا ہے۔ تو یہ عجیب بات ہے کہ جو
دینے والا ہو اس سے محبت نہ ہو اور جو دیگئی ہو اس سے محبت ہو۔
(1) اللہ حکیم بھی ہے (2) اللہ عظیم بھی ہے اللہ جو

ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ

کام کرتے ہیں آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ عنکبوت اس کے منہ سے جو تار نکلتا ہے جدید و قدیم سائنس کا نظریہ و تجربہ یہ ہے کہ قبل چار عدد تار نکلتے ہیں ایک تار چار لاکھ تار سے بنا ہُوا ہے تو کل 16 سولہ لاکھ ہیں۔ جوہری رحمتہ اللہ علیہ نے بھی تفسیر جواہر میں لکھا ہے کہ مکڑی کتنی چھوٹی چیز ہے مگر اس کے بدن میں 16 لاکھ سوراخ ہیں/یہ ہے اللہ کی عظمت/قرآن میں اللہ فرماتے ہیں کہ میرے پیدا کئے ہوئے ادنیٰ آدمی کی طرف تو جھکتے ہیں مگر میری طرف نہیں جھکتے۔ تو اللہ جو بات فرمائیں بلاچون و چرا مانیں۔ انگریز کی تعلیم سے اللہ کی بات پر شک نہ کرنا چاہیئے۔ تم مُحِب ہو وہ محبوب ہے محبوب کی بات میں شک نہ کرنا چاہیئے۔ اور نہ چون و چرا کا حق ہے زیادہ سے زیادہ جو بات ہمیں سمجھ نہ آئے وہ سمجھنا چاہیے نہ کہ ٹھیکہ لے رکھا ہے بدمعاشی کا۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کشتی میں سفر کر رہے تھے ایک پرندہ نے آکر دریا میں چونچ ڈالی اور وہ چونچ تر ہو گئی خضرؑ نے فرمایا اے موسیٰؑ میرا اور موسیٰؑ کا علم اتنا کم ہے جتنا اس چونچ کی تری سات سمندروں سے کم ہے۔ ایک شبہات اور ایک شہوات ہیں تو جمال نوال وغیرہ بیان کر چکا ہوں امام راغب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہوت کیا ہے یعنی خواہش کیا ہے؟ عربی میں شہوت کہتے ہیں اردو میں چاہ کہتے ہیں امام راغب رحمتہ اللہ علیہ لغتِ قرآن کے امام بولے جاتے ہیں۔ امام راغب رحمتہ اللہ

علیہ فرماتے ہیں مَیلَانُ النَّفْسِ اِلٰی مَا یعنی نفس جس چیز کو چاہے اسکی طرف میلان کرنا۔ پھر امام رحمتہ اللہ علیہ نے شہوت کی دو قسم فرمائی ہیں (1) شہوت صادقہ (2) شہوت کاذبہ۔ شہوت صادقہ وہ جو اس کے بغیر بدن کو نقصان ہو یعنی صادقہ وہ جو ضرورت کے اندر ہو اور کاذبہ وہ جو ضرورت کے باہر ہو۔ اتنا کھانا کھانا کہ زندہ رہ سکے یہ ہے شہوت صادقہ اور اتنا کھائے کہ ڈاکٹر بلانا پڑے یہ ہے کاذبہ۔ ایک صاحب دعوت پر تشریف لے گئے اتنا کھایا کہ چلنے کے قابل نہ رہ گئے چارپائی پر اٹھا کر لے گئے تو ڈاکٹر بلایا گیا اس نے ایک گولی نکال کر دی تو کہنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب اگر ایک گولی کی جگہ ہوتی تو ایک لقمہ چاول کا اور نہ کھا لیتا یہ ہے شہوت کاذبہ کُلُوا وَاشْرَبُوا کہ اندازہ کے مطابق کھاؤ حد سے تجاوز نہ کرو۔ مطلب یہ کہ شہوت کے معنی مرغوبات انسانیہ نہیں کہ جس کو انسان پسند کرے۔ مرغوبات انسانیہ کی فہرست قرآن مین سات ذکر فرمائی گئی ہیں اور تفصیل سے انکے ضمن میں ہے قرآن زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ

امام راغب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہوت کے معنی چاہنا بھی ہے اور چاہی ہوئی کے بھی ہے اس آیتہ میں معنی چاہی ہوئی کے ہے ترجمہ۔ انسان کو مرغوبات کے ساتھ خوبصورت کر دیا گیا ہے عورتیں اور بیٹے اور سونا چاندی وغیرہ کے ساتھ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ یعنی گھوڑے اور کھیتی باڑی مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ الخ امام راغب

رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنین کا نام اس لئے فرمایا کہ عرب والے بیٹی کو زندہ در گور کر دیتے تھے یا اس لئے کہ بیٹا ایک عمدہ چیز ہے بہر حال انسانوں میں سے بنین فرمایا اور حیوانوں میں سے دو لئے گھوڑے اور مویشی لئے اور نباتات میں سے حرث کھیتی مرادلی اللہ نے سات چیزوں کے متعلق فرمایا کہ یہ انسان کی مرغوب ہیں آج کل کے موٹر وغیرہ توقبل نہ تھے تو اللہ نے یہ فرما کر یعنی گھوڑے وغیرہ فرمایا تاکہ میرے تمام بندے ان محبوبات میں شریک ہو جائیں تو یہ چیزیں عالمگیر مرغوبات ہوئیں اور ہر انسان کے دل میں ان سات چیزوں کی محبت ڈالی گئی تو معلوم ہو گیا کہ یہ محبت اللہ کی ڈالی ہوئی ہے اللہ جو چیز ڈالتا ہے اس میں ایک نہیں بلکہ لاکھ حکمتیں ہوتی ہیں۔ اگر اللہ تک پہنچنا ہو تو نفس کو برباد کرو۔ ہندو کو دیکھو وہ کتنے دن جنگل میں کھڑے رہتے ہیں خوراک وغیرہ بھی نوش نہیں کرتے آج تو یہ مسیحیت عیسیٰؑ ختم ہو چکی ہے قبل زمانہ میں تو یہ عیسائی بھی ہندوؤں کی طرح شادی وغیرہ نہ کرتے تھے۔ اور جنگل میں چلے جاتے تھے تو تمام مذاہب عالم کا یہ نچوڑ ہے کہ اگر اللہ سے ملنا ہے تو نفس کو برباد کرو اور نفس سے کٹ جاؤ نفسانی خواہشات ختم کر دو۔ تو قرآن نے یہ نہ کہا کہ سب سے ترک کر دو جس طرح ہندو اور عیسائی کرتے ہیں بلکہ قرآن نے یہ اشارہ فرمایا کہ ان سات چیزوں میں میری طرف سے محبت ڈالی گئی ہے ان کی

محبت کوئی ختم نہیں کر سکتا دوسرے درس میں اس کی تفصیل بیان کرونگا کہ ان سات چیزوں کی جو محبت ڈالی گئی ہے ان کی حکمت کیا ہے۔ شبہات سے عقیدہ ختم ہوجاتا ہے یا عمل کمزور ہو جاتا ہے مثلاً ایک آدمی کہے کہ حج پر اتنا عظیم روپیہ کیوں خرچ کرتے ہو بلکہ کسی غریب کو دیدو تو معلوم ہو گیا کہ حج کے احکام میں شبہ پیدا ہو گیا۔ اسی طرح جس عمل صلوٰۃ و صوم وغیرہ میں شبہ پیدا ہو گا وہ ختم ہو جائے گا اور شہوات گناہ کی جڑ ہے اب شہوات کی اصلاح آئندہ درس میں بیان کرونگا۔

درس نمبر: ۵۶
23 اکتوبر 1964ء

شبہات سے عقیدہ اور شہوات سے عمل میں نقصان ہوتا ہے

قبل درس میں گناہوں کی دو بنیادوں کا ذکر تھا 1) شبہات (2) شہوات شبہات سے عقیدہ میں نقصان اور شہوات سے عمل میں نقصان ہوتا ہے۔ آج دونوں پر بحث کرونگا آدمی واسلام جو دین حق ہے میں عقیدہ بگاڑنے والے شکوک و شبہات جو پیش آتے ہیں اسکی جڑ بندگیٔ محسوسات ہے یعنی آنکھوں سے نظر آنے والی چیزوں میں ایسا غرق ہونا کہ اس کے خلاف کچھ نہ مانے اسکو اسلام نے شہادت کہا یعنی دیکھنے والی چیزیں۔ مذہب جو آنکھوں سے غائب ہے اسی لئے اللہ نے فرمایا میں آنکھوں سے نظر آنے والی اور نہ نظر آنے والی چیزوں کو دیکھتا ہوں اللہ نے ایمان کی بنیاد غیب پر رکھی جو دیکھے تو ایمان رکھے اس کی ایک کوڑی قیمت نہیں۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ یہ کتاب ہدایت ہے انکے لئے جو آنکھ سے نظر نہ آنے والی چیزوں پر ایمان رکھے۔ جنت۔ جہنم۔ قبر یہ ایمان غیب سے تعلق رکھتے ہیں اور آنکھ سے

دیکھ کر ایمان لانا یہ تو بے قیمت ایمان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب غیب کا پردہ ہٹ جاتا ہے تو ایمان کی قیمت نہیں۔ (1) شہادیات جو آنکھ سے نظر آنے والی چیزیں ہوں۔ (2) غیبیات جو آنکھ سے نظر نہ آئیں۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ اللہ۔ ملائکہ اور کتاب نظر نہیں آتے۔ کتاب کا نظر نہ آنا یہ معنی نہیں کہ لفظوں کو دیکھنا مطلب یہ ہے کہ اترنا یہ تو ہر ایک پر غیب ہے کسی نے اترتا تو دیکھا ہی نہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو نظر آتی ہے مگر صفتِ رُسُل تو نظر نہیں آتی یعنی جبرائیلؑ جب وعدہ نبوت کے وقت تشریف لائے تھے تو دیکھا تو کسی نے نہ تھا یہ دونوں چیزیں مشکوک نہیں آج واضح کر دینگے وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ آخرت بھی نظر نہیں آتی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ یہ بھی نظر نہیں۔ تو معلوم ہو گیا کہ ایمان کا تعلق اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں سے رکھا وہی آنکھوں سے غائب ہیں اللہ سے ایمان لانا یہ کہ نہ کان سنے نہ آنکھ دیکھے بلکہ غیب ہو یہ ایمان قیمتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب آدمی مرنے لگتا ہے تو دو نقشہ پیش کئے جاتے ہیں ایک جہنم اور ایک جنت کا نقشہ اگر مؤمن ہو تو جہنم کا نقشہ دکھاتے ہیں کہ تو نے عمدہ عمل کئے تھے آج تجھے اس سے نکال کر جنت مین ڈال رہے ہیں۔ اگر کافر ہو تو اس کو قبل جنت کا نقشہ دکھاتے ہیں کہ تو نے بد عمل کئے تھے تجھے اس سے نکالکر جہنم میں ڈال رہے ہیں۔ علماء کا فتویٰ

ہے کہ اگر نقشہ کے وقت کافر ایماں لائے تو مسلم نہیں بن سکتا کیونکہ یہ قیمتی اس وقت تھا جب اللہ کے رسولؐ نے غیب سے کہا تھا کہ ایمان سے جنت ملے گی نزع کی حالت میں ایمان قبول نہیں کیونکہ اب تو آنکھ نے دیکھ لیا۔ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن سختی کیوجہ سے کوئی کافر نہ ہو گا بلکہ ہر شخص کہے گا کہ میں تو مؤمن ہوں سب کافر بولیں گے یااللہ ہم تو سب کے سب مؤمن تھے کافر تو نہ تھے۔ وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ اس وقت میں ایمان کی کوئی قیمت نہیں دس بجکر ایک منٹ پر ایمان لایا اور دو منٹ پر فوت ہو گیا تو جنتی ہے اور دیکھنے سے ایمان لایا تو قیامت میں کوئی قیمت نہ ہو گی۔ عقیدہ اس لئے بگڑتا ہے کہ آدمی کو یورپ نے اتنا ڈبویا ہے کہ جو چیز آنکھ دیکھے تو اس پر ایمان ہے ورنہ باقی پر ایمان نہیں۔ اب کیا یہ بات صحیح ہے کہ اگر آنکھ نہ دیکھے تو غلط ہے آج یورپ کہتا ہے کہ جو آنکھ دیکھے بس وہی قیمتی ہے۔ اکبر مرحوم فرماتے ہیں۔ "جدید وضع کے سانچے میں ڈھلے جاتے ہیں" "ہمارے طور طریقے بدلے جاتے ہیں"۔ "بڑھ کر رہا ہے کچھ اس جوش سے فرنگ" "کہ دین کے برف کے تودے پگھلے جاتے ہیں"۔ "دیار غرب کی مٹی کچھ ایسی چکنی ہے" "کہ اچھے اچھوں کے پاؤں پھسلے جاتے ہیں"۔

رات میں ایک حدیث دیکھ رہا تھا کہ جس شخص

نے تیسرا حصہ قرآن دیکھ لیا اس نے تیسرا حصہ پیغمبرؐ کے نور کا اپنے قلب میں پالیا۔ شیطان کے شبہات کا بنیادی اثر یہ کہ شیطان کہتا ہے کہ آنکھ دیکھے تو مانو ورنہ مت مانو۔ سب سے اول میں جان کی مثال دیتا ہوں۔ کہ جان جو ہمارے وجود میں ہے وجود میں جو سب کچھ کارروائی ہے سب اسکی کارروائی ہے۔ تو یورپ سے سوال ہے کہ جان نظر آتی ہے یا نہیں بدن میں جان کا نظر نہ آنا ایک دوم یہ کہ بخار یا کسی دوسری وجہ سے درد ہو تو کیا وہ درد نظر آتا ہے؟ تیسرا یہ کہ اگر کسی کا بیٹا پیدا ہو تو اسکو خوشی ہوتی ہے۔ کیا اسکو یہ خوشی دکھائی دیتی ہے؟ اگر غم ہو جائے کیا غم دکھائی دیتا ہے؟ درد، جان، خوشی، غمی نظر نہیں آتی خود بڑی بات یہ ہے کہ نظر۔ نظر نہیں آتی اتنی بات معلوم ہے کہ آنکھ میں ہے مگر دکھائی نہیں دیتی وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ غیبی چیزیں ہی ہیں اگر تم نہ مانو تو ہم نے تمہارے نفس میں رکھی ہیں۔ غیبی چیزیں دیکھو عقل غیبی چیز ہے۔ دیکھو یورپ اس عقل سے اونچا نیچا اڑ رہا ہے اگر ہم یورپ سے سوال کریں کہ دنیا میں عقل کے ذریعہ بہت کام ہوئے ہیں تو ہم کہیں کہ ہمیں اپنی عقل دکھاؤ تو کیا عقل نظر آئے گی؟ غم۔ درد۔ خوشی۔ جان۔ نظر وغیرہ سب نظر نہیں آتے مگر حق ہیں غلط نہیں۔ لہٰذا شیطان کا یہ دھوکہ دینا کہ جو نظر نہ آئے اسکو نہ مانو یہ سب غلط ہیں۔ ایک اور مثال دیتا ہوں مثلاً بھوک جو لگتی ہے کیا ہم کو نظر آتی

ہے یہ بھی اللہ نے کسی حکمت کے تحت پوشیدہ رکھی ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبرؑ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مردہ زندہ ہونگے اور یہ کام سب اللہ فرمائیں گے۔ اللہ نے یہ اتنا بڑا دنیا کا کارخانہ اس لئے قائم فرمایا کہ لوگ میری قدرت کا یقین کر لیں مطلب یہ کہ جو غیبیات پیغمبروںؑ نے بتلائی ہیں وہ اس وقت نظر نہیں آتیں۔ تو بعد میں بھی نظر نہ آئیں گی۔ کیا آج سے قبل تقریباً ہزار سال یہ جہاز اور ریل گاڑیاں تھیں یا نظر آتی تھیں! تو چونکہ قبل نظر نہ آتی تھیں اور آج نظر آ رہی ہیں تو یہ سب غلط ہیں؟ اگر بندگی محسوسات ہے کہ دیکھو تو مانو ورنہ نہ مانو تو یہ چیزیں تین سو سال قبل نہ تھیں کیا یہ سب غلط ہیں؟ اس لئے محسوسات کی زندگی ایسی نہ ہو کہ احساسات میں ڈوب جائے۔ قرآن کہتا ہے کہ جن لوگوں نے ایمان لایا پھر ایک ذرہ بھر شک نہ کیا لَمْ يَرْتَابُوْا تو وہ لوگ کامیاب ہیں اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی تھی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّكِّ فِی الْاِیْمَانِ بَعْدَ الْیَقِیْنِ کہ یا اللہ ہم شک سے بچنے کیلئے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ تو اللہ نے ایمان کے ساتھ لَمْ يَرْتَابُوْا فرمایا۔ حضرت علیؓ کا مقولہ عالیہ ہے کہ اگر مجھ سے ان چیزوں کا پردہ ہٹ جائے جن پر ایمان لانا ضروری ہے مثلاً جنت جہنم وغیرہ تو میرے ایمان میں ذرا بھر بھی کمی بیشی نہ ہوگی۔ یعنی دیکھنا نہ دیکھنا ایک برابر ہے یعنی پیغمبرؐ کے فرمان کا ماننا اور آنکھ کا دیکھنا ایک برابر ہے۔ یقین ایک ایسی

چیز ہے کہ اس سے مشکل چیزیں حل ہو جاتی ہیں۔ معراج کے واقعہ کو پیغمبرؐ نے سنایا تو کفار تو کسی بات کی آڑ میں رہتے تھے جب واقعہ سنا تو جی میں خوش ہوئے کہ ہم اب مسلم کو پھسلائیں گے کہ اتنا واقعہ یعنی سفر اور ایک رات میں طے ہو گیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں سب سے افضل اور عقلمند حضرت ابابکر صدیقؓ تھے رؤسا قریش ان کے پاس گئے اور کہا کہ آج کے واقعہ کا پتہ ہے کہا کہ نہیں کہنے لگے کہ تمہارے محبوب نے آج یہ بات کہی کہا کہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہ واقعہ میرے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہا ہاں تو بس اتنی بات پر فرمانے لگے کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ واقعہ صحیح ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ گفتۂ محمد کو گفتۂ خدا ماننا تو گفتۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سر خم ہے پس و پیش نہیں بڑی بات ایمان اور یقین ہے۔ احد کی جنگ میں عمیرؓ ابن نہام جو تازہ مسلمان ہوا تھا ویسا مفت ایمان حاصل کرنا تو آسان ہے کہ کسی بستی میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نعرہ لگا دے۔ نہیں۔ تو ایمان ان لوگوں کے تھے اور محبت بھی ان لوگوں کی تھی جو مصیبتیں اٹھا کر مسلمان بنے تھے یا ان لوگوں کا ہے جو ان کے قدم پر چلیں۔ تو صحابیؓ مذکور نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر میں اس جنگ میں شہید کیا جاؤں تو کہاں جاؤں گا فرمایا۔ کہ جنت میں۔ کافی دن سے بھوکے تھے ایک دانہ کھجور کا تناول فرما

رہے تھے کہ اس کو پھینک کر میدان میں کود پڑے اور جنگ لڑنا شروع کر دی فرمایا کہ یہ دانہ جنت کے داخلہ میں تاخیر پیدا کر رہا ہے تو جان کی بازی لگا دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ تو ایک گفتہ پیغمبر پر جان کی بازی لگا دی۔ ہماری تو جان کی بازی بھی نہیں بس اتنا ہے کہ یورپ جو کہہ رہا ہے یہ خلاف اسلام ہے۔ خدا کے قانون میں ترمیم جو کرتے ہو خدا کا کیا بگڑے گا تم قیمہ ہو جاؤ گے یا جو قبر آنے والی ہے اس میں جاؤ گے تو پتہ چلے گا۔ یہ قانون شرعی اللہ نے بنایا ہے مشرق و مغرب اسی کی ہے وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ اس کے قانون میں انسان ترمیم کرے یہ تو عجیب بات ہو گئی۔ کیا ایک کمپوڈر سول سرجن کے آپریشن میں دخل دے سکتا ہے؟ ایک پرائمری پاس ایم اے کی بات میں دخل دے سکتا ہے؟ اللہ کے قانون میں ترمیم کی ضرورت ہی نہیں اگر ضرورت ہو تو خود خدا ہی ترمیم فرمائیں گے۔ بات یہ ہے کہ جو دین آج سے تقریباً چودہ سو برس قبل چلا آرہا ہے بڑی بڑی قومیں گزری ہیں کسی نے تبدیل کرنے کی جرأت نہیں کی بڑی بڑی قوموں نے لکھا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری چرانے والوں میں پیدا ہوئے نہ کاغذ تھے نہ تعلیم کا سلسلہ تھا مگر آپ نے ایک ایسا قانون دیا جسکے سامنے بڑے بڑے سرداروں کے سر خم ہیں۔ یورپ کی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قانون قیامت تک

چلے گا تو معلوم ہوگیا کہ جو آدمی یہ کہے کہ یہ قانون قیامت تک نہیں چل سکتا یہ ایمان کی کمزوری ہے۔ میں ہر وقت چیلنج کرتا رہتا ہوں کہ شریعت کے متبادل جو نظام لاؤ گے تو نظام شرعی عمدہ نکلے گا۔

دوسری چیز خواہشات ہے۔یورپ نے ایک طرف لگایا ہے بس اب مولوی کا کہا سنتے ہی نہیں،یہ تو مولوی کی بات ہے۔ آپ دیکھیں ایک مسئلہ شہوات سے لینا چاہتا ہوں مثلاً اسلام میں طلاق تھی مگر عیسائی جب سنتے تو ترش چہرہ کر لیتے تھے کہ یہ قانون خراب چیز ہے،حدیث ابوداؤد میں آیا ہے کہ جائز چیزوں میں سب سے مبغوض چیز طلاق دینا ہے اور باقی رہا ضرورت کے وقت دینا تو پھر تو بھلائی بھی اسی میں ہوتی ہے۔مثلاً اتفاق کی بات ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات ایسے بگڑے ہیں کہ گھر میں آتے ہی جہنم قائم ہو جاتی ہے۔ اسلام فطرت اور مزاج شناس تھا تو ضرورت کیلئے قانون رکھا کہ نکاح کا معاہدہ اگر جوڑا جا سکتا ہے تو توڑا بھی جا سکتا ہے مگر ضرورت پر نہ کہ بلا ضرورت۔جب یورپ کا کام بگڑا تو پھر اسمبلی سے یہ قانون پاس کرایا کہ اگر قانون محسوس پر نہ چلیں گے تو ختم ہو جائیں گے۔تو قانون طلاق پاس کیا۔مسلمانوں میں طلاق ایک یا دو فیصد درجہ رکھتی ہے امریکہ نے اس قانون کو نفع مند پا کر رائج کیا تو قبل سات فیصد طلاق تھی اور اب سات نکاح میں ایک طلاق۔اقوام متحدہ کی

رپورٹ کے مطابق کوئی ملک ایسا نہیں جس میں امریکہ سے زیادہ طلاق ہو 1937ء میں یورپ ممالک نے ایک بورڈ شراب کی خاطر قائم کیا دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو شراب کو حرام فرمایا اسکو یقین نہیں کیا بلکہ اپنا بورڈ قائم کیا تو بورڈ نے فیصلہ کیا کہ یہ ایک میٹھا زہر ہے قبل کتیا کے بچوں پر تجربہ کیا ایک بچہ کو شراب پلائی اور ایک کو نہ پلائی جسکو پلائی وہ قبل مر گیا اور دوسرا کافی عرصہ کے بعد مرا تو گویا شراب کو زندگی سے بھی تعلق ہے۔ پھر دو طالب علموں کو آزمایا ایک کو پلائی اور دوسرے کو نہ پلائی جسکو پلائی وہ دس سطریں یاد کرتا تھا اور جس نے نہ نوش کی وہ بیس سطریں یاد کرلیتا تھا تو شراب کو عقل سے بھی تعلق ہے۔ اس کے بعد جب یورپ میدان میں آیا تو ایٹم بم بنایا تاکہ اولاد آدم کو ماریں نہ کہ کسی جانور کو۔ کیا یہ عقلمندی ہے؟ امام رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس آدمی میں غصہ اور شہوت ہو وہ پاگل ہے۔ اللہ ایمان میں شک و تردد سے محفوظ رکھے۔

درس نمبر ۵:
30اکتوبر1964ء

حکمت خواہشات و اسباب غلبۂ خواہشات

آج اسکو بیان کیاجاتا ہے کہ جو انسان خواہشات نفس و شہوت میں مبتلا ہو تو اس کا بڑا عیب ہے الفت بالمحسوس یعنی جو چیز نظر آئے اس سے محبت اور جو چیز نظر نہ آئے اس سے بے پروا ہونا۔ جنت و دوزخ دونوں چونکہ نظر نہیں آتیں اس لئے آدمی اس سے بے پروا ہے۔ اب اس کے سلسلہ میں تین چیزیں بیان کرتا ہوں (1) حکمت خواہشات کہ اللہ نے خواہش کو کیوں پیدا کیا۔ (2) خواہشات محسوسہ پر اگر آدمی چلے تو وہ انسان نہیں بلکہ حیوان ہے۔ (3) تیسری چیز اسباب جو اگر آدمی خواہشات پر غالب آنا چاہے (1) دین کی نعمت اللہ نے جنکو عطا کی ہے اللہ نے انکے ساتھ اسباب رکھے ہیں مثلاً غیر انسانوں میں نباتات وغیرہ یہ سب دین کی نعمت سے محروم ہیں دین کی نعمت کیلئے زندگی اور خواہشات ضروری ہیں اس لئے انبیاءؑ کی بعثت ملائکہ اورنباتات وغیرہ کیلئے نہوئی بلکہ انسان اور جن کیلئے ہوئی/انسان اور جن ایسی چیزیں

ہیں کہ ان کے ساتھ زندگی اور خواہش دونوں وابستہ ہیں اس لئے قرآن فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ کہ انسان اور جن کو صرف عبادت کیلئے پیدا کیا ہے/خواہشات پر بڑا مدار ہے۔ آسمانی کتابوں اور پیغمبروںؑ کا زندگی اور خواہشات سے تعلق ہے۔ خواہشات رکاوٹیں ہیں اگر یہ نہ ہوتی تو جنت وغیرہ کی نعمت سے محروم رہتے۔ (1) حکمت یہ کہ نعمتِ دین خواہشات پر موقوف ہے۔ تو بالفاظ دیگر شہوات کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ نعمتِ دین شہوات سے وابستہ ہے (2) فائدہ تعمیر دنیا ہے/اللہ اس دنیا کا اجاڑ نہیں چاہتا کہ یہ دنیا جنگل بن کر رہ جائے اس لئے خواہشات پیدا فرمائیں کہ آدمی کو بھوک لگے گی تو کھیتی باڑی کریگا اگر مکان کی خواہش پیدا نہ فرماتے تو دنیا میں یہ مکان بڑی بڑی عمارتیں کہاں تعمیر ہوتیں اگر خواہش لباس نہ ہوتی تو یہ کپڑے کے کارخانے کہاں ہوتے۔ سب چیزوں کی خواہش ہے خالق کائنات نے دیکھا کہ جو طاقت زمین میں رکھی ہے اگر خواہش نہ رکھی تو یہ طاقت رائیگاں جائے گی۔ صرف خواہش ملبوسات نے کتنے بڑے بڑے کارخانے بنائے۔ اگر انسان کے اندر خواہش نہ ہوتی تو دنیا میں کچھ نہ دیکھتے۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ ایک فرشتہ کی طاقت جن اور انسان سے زیادہ ہے۔ قوۃ ملک کقوۃ ثقلین اتنی طاقت کے باوجود کبھی دیکھا ہے کہ فرشتوں نے کوئی کارخانہ

بنایا ہو وجہ یہ ہے کہ ایجاد اور صنعت کا محرک اصل میں خواہشات سے ہے۔اس سے معلوم ہو گیا کہ حکمت اول خواہشات کی یہ ہے کہ حصول نعمتِ دین ہے اور (2) حکمت تعمیرِ دنیا (3) حکمت تکمیلِ دین۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ رکاوٹیں انسانی کمالات کو مکمل کر دیتی ہیں۔مثال قدیم زمانوں میں بادشاہوں کا دارومدار گھوڑوں پر تھا اور چابک سوار بڑی تنخواہ پاتا تھا۔ چابک سواری پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں ایک کتاب سے معلوم ہوا کہ ایک آدمی جب چابک سوار بنایا جاتا ہے تو پہلے تو زین۔ رکاب۔ لگام وغیرہ ہوتی ہے پھر بعد میں زین ہٹا دیتے ہیں۔ پھر بعد میں رکاب پھر جب استاد بن جائے تو لگام بھی ہٹا دیتے ہیں۔ جب ان تین طریقوں میں کامیاب ہو جائے تو پھر درمیان میں ایک دیوار کھڑی کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گھوڑا اس کے اوپر سے گزارو تو اس کے بعد فروسیت کی سند مل جاتی ہے۔تو معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام رکاوٹوں کے بعد میں فروسیت کی سند ملتی ہے۔ تو یہاں بھی ایک گھوڑا اور ایک گھوڑ سوار ہے ہمارا گھوڑا بدن ہے اور سوار جان ہے تو ہمارا سوار جان گھوڑا اس طرح چلائے کہ جنت تک پہنچ جائے۔ ہمیں فرمایا کہ گھوڑا شریعت کے میدان میں دوڑاؤ میدان میں شہوت اور شیطان کو رکاوٹ بنا کر کھڑا کر دیا۔ وجہ یہ کہ شیطان اور شہوت نیکی کو ختم اور بدی کی ترغیب دیتے ہیں یہ شہوت اور شیطان متحدہ محاذ ہیں اور

یقینی بات ہے کہ ان رکاوٹوں کے باوجود انسان کامیاب ہو تو بہت بڑی بات ہے۔ جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ شہوت کی مثال دیتے ہیں کہ دنیا کی خواہشات چولہے کی طرح ہیں کہ (1) تقویٰ کا حمام اس سے گرمی کھاتا ہے۔ (4) حکمت تکمیلِ محبت الٰہی تمام چیزوں کا لب لباب اللہ کی محبت کی تکمیل ہے۔ حقیقت میں جو آدمی ایمان رکھتا ہے وہ محبت الٰہی سے تکمیل کرتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ الخ کہ اگر محبت ہے تو میری اتباع کرو یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ اللہ بھی تم سے محبت کریگا۔ مثلاً قرآن کا درس سننا یا دینا بہت بڑی نیکی ہے اگر دوسرا درس سننا نصیب ہوگیا تو معلوم کرلو کہ اس سے قبل والا درس اللہ نے آپکا قبول فرمالیا۔ اگر قبل والی نیکی مقبول نہ ہو تو دوبارہ نیکی کی توفیق منجانب اللہ نہیں ہوتی۔ محبت الٰہی کی تکمیل بھی موانع یعنی رکاوٹوں سے پیدا ہوتی ہے اگر انسان رکاوٹوں کے باوجود محبت الٰہی پر جمارہے تو یہ کامیابی کی دلیل ہے۔ ایک مثال ہے کہ مثلاً پانی۔ کھانا۔ بیوی سے ہمبستری کرنا یہ محبوب چیزیں ہیں تو نفس کہتا ہے کہ ان محبوب چیزوں کو ماہ رمضان میں کیوں ترک کررہا ہے مگر ہم نے اسکی پروا نہ کی تو یہ ہے محبت الٰہی کی تکمیل۔ اسی طرح سردی کے موسم میں نماز کی ادائیگی میں رکاوٹیں ڈالتا ہے مگر ہم نے انکو کچل دیا تو محبت کی تکمیل ہو گئی۔ اسی طرح زکوٰۃ کہ مال محبوب چیز ہے پھر اس محبوب چیز کو اللہ کی

راہ میں دینا یہ محبت کی تکمیل کی دلیل ہے قرآن میں ہے کہ شیطان تم کو زکوٰۃ دینے کی آڑ میں بھوکے ہوجانے کا وسوسہ ڈالتا ہے۔ اسی طرح حج کی مثال ہے ایک اور مثال دیتا ہوں مثلاً ایک آدمی زید کا دوست ہے اور ووٹوں کا زمانہ آگیا تو دوست نے کہا زید ووٹ مجھے دینا اس نے دیدیا تو اس سے دوستی مکمل نہیں ہوتی کیونکہ درمیان میں کوئی رکاوٹ نہ تھی اور اگر کوئی دوسرا دوست کہے کہ اگر ووٹ مجھے دیا تو پانچ ہزار روپیہ دونگا یا قتل کردونگا اس وقت اگر پہلے دوست کو ووٹ دیا تو پھر زید کی دوستی مکمل ہے کیونکہ اب رکاوٹوں کے باوجود بھی اس نے ووٹ دیدیا۔ اسی طرح اللہ کی دوستی ہے کہ نفس اور شیطان رکاوٹیں ڈالے مگر پھر بھی ہم اللہ سے دوستی کریں تو یہ ہے تکمیلِ محبت الٰہی تو اس کے بعد اللہ کے ہاں سے تمغہ مل جاتا ہے کہ تم محبت الٰہی کی تکمیل کرچکے ہو تو فرمایا قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ پھر فرمایا کہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کہ صرف محبت کہنے سے تکمیل نہیں ہوتی بلکہ فَاتَّبِعُوْنِیْ کہہ کر فرمایا کہ میری اتباع کرو پھر اور نعمت دونگا یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کہ اللہ بھی تم سے محبت کریگا۔ صحیحین کی حدیث ہے کہ جب جنت و جہنم کو پیدا کیا تو قبل جبرائیل کو حکم دیا کہ پہلے جہنم کا نظارہ دیکھو۔ پھر جنت کا تو اس کے بعد اللہ نے فرمایا کیا رائے ہے عرض کی کہ اس دوزخ کا پتہ جس کو چلے گا وہ اس میں نہیں آئے گا اور یہ خالی رہ جائے گی۔ اور جنت کی اطلاع ہوگئی تو

کوئی آدمی اس کے باہر نہ رہے گا۔ اس کے بعد اللہ نے حکم دیا کہ انسان کا نفس جن چیزوں کو چاہتا ہے تم ان کو دوزخ کے ارد گرد خوبصورت نقشہ بنالو اور جو مصیبتیں ہیں ان کا نقشہ جنت کے ارد گرد بنالو۔ پھر فرمایا کہ جبرائیل دیکھو کہ یورپ تو شیطان سے بڑھ گیا کہ وہ خواہشات کو جانتا ہے کہ یہ بری چیزیں ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ مومن کو بھی جہنم کی طرف دھکیل رہا ہے/ جب دیکھا کہ دوزخ زہر ہے اور گرداگرد مرغوبات ہیں تو آدمی جہنم میں آجائے گا اور جنت میں کوئی نہ آئے گا۔

حدیث۔ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهْوَاتِ

کہ دوزخ کے نزدیک سینماؤں اور ہوٹلوں کا نقشہ ہے یہ دلیل ہے کہ محبت الٰہی کی تکمیل رکاوٹوں سے ہوتی ہے۔ نفس اور شیطان کا متحدہ محاذ ہے۔ (متحدہ محاذ کا لفظ اس لئے فرمایا کہ اس موقعہ پر صدارتی الیکشن کیلئے صدر ایوب کے خلاف متحدہ محاذ بنا ہوا تھا چونکہ حضرت انکے مخالف تھے اس لئے فرمایا کرتے تھے کہ اب تو متحدہ محاذ والے نو نکاتی پروگرام لئے پھرتے ہیں اگر انکو کرسی مل گئی تو یہ بھی ایوب جیسی دین میں دھاندلیاں مچائیں گے ویسے حضرت یہ دعا کرتے رہتے تھے کہ یا اللہ جس سے دین و پاکستان کو سلامتی ہو اسی کو صدر منتخب فرمانا) تمرین مجاہدہ جہاد وغیرہ کی مشق کرانی۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتے کہ انسان نکما ہوجائے بلکہ یہ کہ دین میں رکاوٹ ڈالنے

والوں کے ساتھ مقابلہ کرے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا قول مبارک ہے کہ جسکو اللہ تعالیٰ کے دشمن سے محبت ہو اس کا اللہ کے ساتھ محبت کرنے کا دعویٰ جھوٹا ہے کیونکہ دوست کا دشمن دشمن ہوتا ہے اللہ ہمارا دوست تو جتنے اس کے دشمن ہیں وہ ہمارے دشمن ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے نفس اور شیطان کو اس لئے کھڑا کیا کہ انسان ٹانگیں پھیلا کر لیٹ نہ جائے بلکہ ان سے جہاد اور مقابلہ کرے کیونکہ مشقت سے ثواب زیادہ ملتا ہے۔ جہاد میں ثواب کیوں زیادہ ملتا ہے اس لئے کہ اس میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے اس لئے قرآن نے فرمایا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ الخ کہ جنہوں نے اپنی فانی زندگی ابدی زندگی پر قربان کر دی ہے انکو موتی نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں تم ہی نہیں جانتے۔ تو جس قدر مشقت زیادہ اس قدر ثواب زیادہ ملے گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے نفس اور شیطان کو کھڑا کیا تا کہ انسان مقابلہ کر کے تکمیل کر لے قرآن فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ کہ جب نیکی کر چکو تو اپنے کو تھکا دو (6) حکمت کہ نفس اور شیطان کی رکاوٹ سے اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی حفاظت کی رغبت دلواتا ہے۔ جس ملک میں نہ چور ہوں نہ ڈاکو تو ہر آدمی لیٹا رہے گا اگر خطرہ ہو تو پھر حفاظت کرتے ہیں۔ چور کیا لے جائے گا یہی دنیا فانی اسکی کتنی حفاظت کرتے ہیں اور نفس اور شیطان تو ایمان لے جائیں گے انکی کوئی حفاظت نہیں کرتے۔ تو نفس اور شیطان کو اس لئے کھڑا کیا کہ

انسان ہر وقت دین کی حفاظت میں مشغول رہے۔ یہ ایک دین کی حفاظت کی بنیادی چیزیں ہیں۔ (7) حکمت وہ ظہور غفاریت الٰہیہ ہے اللہ کو وہ بندہ بہت پسند ہے جو اپنا گناہ بخشواتا رہے اس لئے اس کا نام غفار ہے یعنی گناہ کو بخشنے والا قرآن کہتا ہے کہ اگر اللہ ہر گناہ کو پکڑتا تو زمین پر کوئی جاندار بھی نہ رہتا اللہ فرماتے ہیں میں مغفرت کرتا ہوں اور مغفرت ایسی چیز ہے کہ حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا اگر تم گناہ نہ کرتے۔ اس میں گناہ کی ترغیب نہیں بلکہ اللہ اپنی شان مغفرت کیلئے فرمارہے ہیں لَجَاءَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّذْنِبُوْنَ؏۔ وہ قوم گناہ کریگی اور پھر وہ مغفرت مانگے گی تو اللہ انکو بخش دیگا تاکہ صفت غفاریہ ظاہر ہوجائے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ساری امت نیک ہوگئی تو بدکار پیدا کرونگا تاکہ صفت غفاریۃ کا ظہور ہوجائے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ مغفرت کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ تو پھر گناہ گاری کا سامان بھی تو پیدا ہو تو اس لئے نفس اور شیطان کو پیدا کیا تاکہ یہ دونوں ملکر گناہ پر بندہ کو بھڑکائیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی مخلوقات میں کوئی چیز شر نہیں۔ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی فائدہ ہے بے فائدہ کوئی چیز تخلیق نہیں فرمائی۔ ابن سینا رحمتہ اللہ علیہ اور حافظ ابن قیّم فرماتے ہیں کہ اللہ جو چیز بھی پیدا کرتے ہیں اس کی چند صورتیں ہوتی ہے (1) یہ کہ خالص شر ہو (2) یہ کہ خالص خیر ہو (3) یہ کہ خیر و شر کی آمیزش

؏ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ فَیَغْفِرُ لَھُمْ

ہو۔ ایک چیز میں خیر اور شر ہے اور برابر ہیں اور دوسری صورت میں خیر غالب اور شر مغلوب ہو اور تیسری صورت یہ کہ شر غالب اور خیر مغلوب یہ کل پانچ صورتیں ہو گئیں۔ یہ فرماتے ہیں کہ اللہ ان پانچ میں سے جو خالص خیر ہو وہ پیدا کرتا یا خیر و شر دونوں ہوں تو پہلو خیر کا غالب کرتا باقی تین کو ہرگز پیدا نہ کرتا۔ یہ تو اسلامی فلسفہ کی رائے ہے ہماری طرف سے ایک تو یہ کہ خیر و شر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب خیر ہے جس طرح یہ سات حکمتیں قبل ذکر کی ہیں باقی مخلوقات کے اعتبار سے دو صورتیں ہیں ایک صورت خیر محض ہے وہ تین چیزیں ہیں (1) ایمان (2) طاعت (3) جنت یہ خیر محض ہیں کہ ذرا بھر بھی ان میں شر نہیں۔ خالص خیر ہی خیر ہے۔ خدا کے اعتبار سے نہیں بلکہ ہمارے اعتبار سے شر محض تین چیزیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب خیر ہی خیر ہے۔ (1) کفر۔ (2) معصیت۔ (3) دوزخ یہ خالص شر ہیں یہ چھ چیزیں تو معلوم ہو گئیں باقی یہ کہ ہر چیز میں خیر و شر مخلوط ہے مگر خیر غالب ہے مثال (1) آگ۔ (2) پانی۔ (3) ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو شر بنایا مگر خیر غالب ہے مشینیں وغیرہ اسی آگ سے چلتی ہیں اربوں انسان اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اتنی کثیر خیر رکھی مگر شر بھی موجود ہے مگر کم ہے کبھی کبھی یہ خبر سنائی دیتی ہے کہ فلاں جگہ آگ لگ گئی ہے۔ نقصان کی نسبت آگ میں فائدہ کی چیزیں بہت

ہیں۔ یہی معاملہ پانی کا ہے کہ تمام ذی روح وغیرہ کیلئے زندگی کا منبع ہے مگر کبھی کبھی یہ خبر سنائی دیتی ہے کہ فلاں جگہ آدمی غرق ہوگیا ہے اسی طرح ہوا بھی اس طرح اللہ تعالیٰ نے معمولی نقصان کو نظر انداز کر کے ایسی چیزیں بنائیں جن میں فائدہ بہت مگر شر کم۔کوئی دین سے پھرا ہوا یہ نہ کہے کہ خالص خیر ہوتی شر نہ ہوتا یہ حکمت کے خلاف ہے کہ ایسی آگ تو ہو نہیں سکتی جو ہانڈی پکائے اور کپڑا نہ جلائے۔اب یہ چیز باقی رہی اسباب غلبہ شہوات و اسس لہ شہوت و نفس کو مغلوب کرنیکے کیا اسباب ہیں اسباب تغلب ہیں بے معلوم کرنے سے قبل انسان کو چند نعمتوں کا احساس ہونا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ انسان پر بہت نعمتیں ہیں۔ (1) نعمت عمر (2) صحت (3) امن (4) رزق (5) ہدایت ربانی مثلاً قرآن وحدیث کا سلسلہ انسان کے اوپر اسباب عادیہ للتعادت جنت وغیرہ یہ پانچ نعمتیں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا یقین تھا مال برا نہیں مال کو اللہ نے خیر سے تعبیر کیا لیکن اگر برے محل میں استعمال ہو تو اس سے بری کوئی چیز نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوتی تھی صحیحین کی حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی یا اللہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کی روزی گزر بسر بنا نہ کہ زیادہ دے بلکہ ضرورت کے مطابق دے نہ بھوکا مار نہ کثیر دے۔ روزی حد سے کم تو نقصان دہ ہوتی

ہے اگر حد سے زائد تو نقصان دیتی ہے۔ دیہات کے غریب لوگ اکثر غربت اور مفلسی کی وجہ سے عیسائی و قادیانی ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قریب ہے کہ مفلس آدمی کفر پر ہو جائے۔ آپ تمام مساجد میں دیکھیں کہ غربا بہت ہونگے او امراء کم ہونگے حج خالص امیر کیلئے ہے مگر غریب بہت جاتے ہیں اور امیر کم۔ نمک کے بغیر سالن کا مزہ نہیں اور مال کے بغیر زندگی کا مزہ نہیں نمک زیادہ تو ہانڈی بے مزہ ہو جاتی ہے اور اگر مال کثیر تو زندگی بے مزہ ہو جاتی ہے ایک مولوی صاحب مرچ بہت کھایا کرتے تھے وہ ایک مرتبہ سل وٹہ پر مرچ رگڑ رہے تھے میں نے کہا کہ کیا کر رہے ہو کہا کہ گوشت پکا رہا ہوں میں نے کہا کہ غلط ہے کہ پکا تو مرچ رہے ہو کیونکہ پانچ پاؤ گوشت اور نصف سیر مرچ رگڑ رہے ہو۔ یہ پانچ نعمتیں آج کے درس میں ذکر کیں۔ بس اللہ تعالیٰ قبر تک ایمان عطا فرمادے تو یہ لاکھ نعمتوں سے بڑھ کر کے اور بہتر ہے۔

درس نمبر ۵۸:
یکم نومبر 1964ء

زندگی نعمتِ عظمیٰ ہے

اس سے قبل درس میں ان چار چیزوں کا بیان ہوا تھا جو انسان پر اللہ کی طرف سے بڑی نعمت ہیں (1) عمر (2) صحت (3) رزق (4) ہدایت ربانی۔ آج گویا انسانی عمر کے متعلق بیان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی بیشمار نعمتیں ہیں مگر بڑی نعمت عمر ہے کیونکہ تمام نعمتیں عمر اور زندگی سے حاصل ہیں۔ دین و دنیا کا کمانا عمر پر موقوف ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان کے ہاتھ میں اللہ کی نعمتوں کا بڑا ذخیرہ عمر عزیز ہے۔ اسکو اگر دیکھا جائے تو یہ اللہ کے اختیار میں ہے کہ جب چاہے چھین لے اس لئے عمر کا ایک منٹ بھی غیر یقینی ہے۔ دل کی حرکت کا نام زندگی ہے اور حرکت بند ہونا موت ہے اب یہ پتہ نہیں کہ اللہ نے گھڑی کی طرح ہمارے دل کو کتنی دیر کیلئے چابی دے رکھی ہے۔ یہ انسان کی بنائی ہوئی گھڑی ہے جس کی چابی گھڑی ساز نے بتلائی ہے۔ اور دل کی چابی بنانے والے نے راز میں رکھی ہے موت کو پوشیدہ رکھا موتکو پوشیدہ رکھنے

کی حکمت قبل بیان کرچکا ہوں باتفصیل۔ یہ نعمت بھی بڑی ہوئی اور اسکے چھن جانے کا وقت بھی معلوم نہیں تو اس کے بعد اسکی قیمت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں کسی نے کہا فلاں شخص بہت دولت مند ہے جب اسکی مالداری اور دولتمندی کی تعریف ہوئی تو اس رئیس سے حاتم اصم نے پوچھا کہ مال بہت جمع کیا ہے کہنے لگا ہاں پھر فرمایا کہ عمر کتنی جمع کی کہا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ فرمایا کہ مردہ پھر مال کو کیا کریگا۔ میرٹھ کے ایک شاعر کہتے ہیں کہ "ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے۔ تہہ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے" بہر حال عمر و زندگی بڑی چیز ہیں اللہ تعالیٰ نے عمر و زندگی کو بڑی چیز قرار دیا ہے اور اللہ نے یہ عمر کیوں دی اگر صدر مملکت کی عمر نہ ہوتی تو کیا یہ صدر مملکت ہوتا؟ اسی طرح دیگر عہدے وغیرہ۔ بہر حال زندگی ایک ایسی نعمت ہے کہ ہر نعمت اس کے ساتھ موقوف ہے اللہ نے یہ نعمت کس لئے دی ہے یہ اس لیے دی ہے کہ اس فانی عمر کو ابدی عمر بناؤ اس ناقص عمر کو کامل عمر بناؤ۔ یہ زندگی اس لئے دی کہ یہ زندگی چند روزہ ہے اس کو لازوال زندگی بناؤ اور خود فرمادیا کہ ناقص ہے۔ (1) ناقص اس لحاظ سے کہ غم خوشی سے لازمی ملحق ہے (2) اور زندگی کے ساتھ موت وابستہ ہے (3) اور تندرستی کے ساتھ مرض وابستہ ہے۔ عبدالرحمان رحمتہ اللہ علیہ ثالث اندلس کے بہت بڑے حکمران گزرے ہیں انکی ایک یادگار

مسجد بھی ہے جو دنیا میں خوبصورت شمار ہوتی ہے۔ ہماری بد قسمتی کی وجہ سے اندلس کی سات سو سالہ حکومت عیسائیوں نے چھین لی ہے یہ سب آپس کی لڑائی کی وجہ ہے۔ اس عبدالرحمان نے 50سال حکومت کی فرمایا کہ ان 50 سال میں میں نے سوچا کہ خوشی کے دن کتنے ہیں تو میں نے پوری ڈائری دیکھی تو معلوم ہوا کہ چودہ دن خوشی کے تھے پھر سوچا تو چہارم حصہ پھر بھی غم کا تھا۔ بادشاہ ہارون الرشید رحمتہ اللہ علیہ مراکش سے لیکر کشمیر تک اسکی بادشاہی تھی۔ ایک عالم نے واقعہ لکھا ہے کہ مجھے بادشاہ کی مرض کی اطلاع ملی میں گیا تو دیکھا کہ کچھ مٹی بچھا رکھی ہے اور کہہ رکھا ہے کہ میں جب مروں تو مجھے اس پر لٹا دینا اور نزع کے وقت ایک جملہ سنا دے بادشاہ تو نے بادشاہی کی مگر غم کے ساتھ (2) دوسرا جملہ یہ اے بادشاہ لازوال تو رحم کر اس بادشاہ پر جسکی شاہی کو زوال ہے۔ یہ زندگی اس لئے ملی کہ ناقص زندگی کو کامل بناؤ اور نسخہ بھی ساتھ فرمایا کہ وہ ہے ایمان اور عمل صالح اور پھر مہربانی فرمائی کہ پیغمبرؑ بھیجے تاکہ یہ نسخہ یاد کراتے رہیں اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَکَّرَ کیا ہم نے تم کو عمر نہ دی تھی اور ڈر سنانے والا بھی بھیجا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پھر علماء پیدا کئے تاکہ نبوت کے دروازہ بند ہوجانے کے بعد علماء اس فرض کو سرانجام دیتے رہیں۔ مطلب یہ نکلا کہ عمر ایمان اور اعمال صالحہ کیلئے دی گئی ہے پھر عجیب بات یہ

کہ عمر کا ذخیرہ محفوظ نہیں رہتا بلکہ پگھلتا رہتا ہے۔ اگر آدمی دس ہزار روپیہ رکھے کچھ عرصہ بعد دیکھے گا تو ویسا دس ہزار ہی ہونگے کم نہ ہونگے۔ مگر عمر کا سرمایہ محفوظ نہیں ہر وقت ختم ہوتا جارہا ہے یہ اس لئے فرمایا کہ ہم کو عمر کی قدر رہ جائے۔ اس لئے میں عمر کی مثال برف سے دیا کرتا ہوں برف کی چند صورتیں ہیں ایک آدمی نے برف رکھی ہے ایک آدمی آیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں برف روپیہ سیر خریدنا چاہتا ہوں دوسرا کہتا ہے کہ میں ٹیڈی پیسہ سیر خریدنا چاہتا ہوں تو روپیہ سیر میں اسکو نفع ہے لیکن وہ برف بیچنے والا نہ روپیہ سیر نہ پیسہ سیر بیچے بلکہ ایک دوست سے گپوں میں لگ جائے اور برف پگھل جائے اب تین صورتیں ہوگئیں۔ (1) یہ کہ روپیہ سیر میں بہت نفع اور (2) صورت پیسہ سیر میں کم نفع (3) تیسری صورت میں بالکل نقصان دوست سے گپیں مارنے کی وجہ سے عمر کی برف کو اس طرح جانو اگر دین کے کاموں میں صرف کیا تو روپیہ سیر کی بجائے لاکھ روپیہ سیر بیچا۔ اگر دنیا کے کام میں صرف کیا تو پیسہ سیر بیچا۔ اگر نہ دنیا نہ دین دونوں میں صرف نہ کیا توسمجھو کہ بالکل نقصان کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کا ایمان اور مسلمانی جب اچھی ہے کہ وہ آدمی ہر اس کام کو ترک کردے جس کا نہ دین اور نہ دنیا میں فائدہ ہو یہ گپیں جو آج کل اڑائی جاتی ہیں ان کا نہ دین اور نہ دنیا میں فائدہ ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء نے بیان کیا ہے کہ اگر عمر عزیز کو نیکی میں صرف کیا تو فائدہ اگر بدی میں صرف کیا تو نقصان ہے۔ اگر نہ نیکی میں اور نہ بدی میں صرف کیا تو لوگ تو کہتے ہیں کہ کوئی نقصان نہیں مگر میرے نزدیک بڑا نقصان ہے کیونکہ اگر آدمی اس وقت صرف سبحان اللہ ہی کہہ دیتا تو کتنا اجر ملتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ اگر ایک مرتبہ انسان یہ پڑھے

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم۔ تو آسمان اور زمین کا خلا اجر سے بھر جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ حکومت کا ہر عہدہ ادنیٰ درجہ سے لیکر صدر تک جب تک حکومت کا عہدہ دودھ پلاتا رہے تو درست ہوتا ہے اگر موت سے چھوٹ جائے تو بہت برا ہوتا ہے اوکما قال رسول اللہؐ مدینہ سے دور نہر تھی حضرت عمرؓ فاروق اعظم زور رہے تھے کہ اگر اس نہر کے کنارہ پر کتا پیاسا رہ جائے تو مجھ سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تیری حکومت میں یہ پیاسا کیوں تھا تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر عمر عزیز کو فضول صرف کرے تو میرے نزدیک یہ بھی عظیم نقصان ہے۔

حدیث کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں حضرت شاہ فضل الرحمان گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا کچھ وظیفہ دریافت کیا فرمایا خدا کا وظیفہ یا

دنیا کا عرض کی کہ خدا کا تو اس مذکورہ بالا حدیث کے کلمات طیبات کی ایک تسبیح ہر نماز کے بعد فرمائی حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اے عمرؓ کے بیٹے تو دنیا میں اس طرح رہ کہ جس طرح مسافر ہو یا راہ پر چلنے والے ہو دونوں فقروں میں بڑی حکمتیں ہیں۔

(1) کہ مسافر کی طرح عمر گزارو فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگر آدمی سفر میں جائے اگر قیام سفر میں پندرہ دن کی نیت ہو تو مکمل نماز پڑھے وہ مسافری اور ہے مسافری وہ کہ جو اصل وطن سے دوسری جگہ آیا ہو یعنی اصل وطن وہ جو والدین کا وطن ہو یقینی بات ہے کہ آدمؑ واما حوا کا وطن جنت تھا قرآن کہتا ہے کہ اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو پھر جب والدین نکالے گئے تو اولاد بھی نکالی گئی پھر ترکیب فرمائی کہ اس وطن میں اگر آنا ہے تو یہ ترکیب کرنا کہ ایمان اور اعمال صالحہ کرنا مسافر کا چلنا پھرنا اپنے ارادہ سے ہے مثلاً اگر لاہور جائیں تو پروگرام کے مطابق اتنے دن رہیں گے مگر ہمیں جب دنیا میں بھیجا گیا تو یہاں اختیار نہیں چاہے بیس سال چاہے کم و بیش عمر عزیز کی چابی اسی کے ہاتھ ہے ہمیں کوئی اختیار نہیں۔ (1) یہ کہ اپنے آپکو ایسا مسافر جانو کہ یہاں ٹھرنا ہمارے اختیار نہیں۔ (2) یہ کہ یہاں سے کوئی چیز اٹھانی نہیں جس

طرح ویزہ وغیرہ پر گورنمنٹ کی منظور شدہ رقم لے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قانون رکھا کہ کفن کے علاوہ کچھ نہیں لے جا سکتا۔ ایک طریقہ رکھا کہ اگر صدقات وغیرہ کرو گے تو آگے جنت کی بنک میں مل جائے گا حدیث کہ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِیْلٍ یعنی راہ چلنے والے کی طرح۔ حدیث اِرْتَحَلَتِ الدُّنْیَا مُدْبِرَۃً وَّارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَۃُ مُقْبِلَۃً کہ زندگی پیچھے کو دوڑ رہی ہے اور آخرت آگے آرہی ہے۔ تم آخرت کے فرزند بنو دنیا کے نہ بنو۔ معلوم ہوگیا کہ عمر عزیز کی بہت بڑی قیمت ہے موجودہ انگریزی تعلیم جہاں بھی پھیلی ہے وہ اس عمر عزیز کو برف کی مانند پگھلا رہی ہے لہو ولعب کا پورا سلسلہ انگریز نے کیا جو پورا سلسلہ شیطان کا ہے۔

درس نمبر ۵۹:
6 نومبر 1964ء

صحت و فراغت انسان کو دھوکا دیتے ہیں

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے عمر اور زندگی کا بیان تھا اگر زندگی نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ بخاری و مسلم شریفین کی حدیث میں ہے نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْهِمَا كَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ دو نعمتوں میں بہت سے لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے مثلاً ایک چیز روپیہ کی تھی اور آپ نے اسکو پچاس روپیہ میں خریدی اسکو غبن کہتے ہیں دنیا بھی تجارت گاہ ہے اللہ نے عمر عزیز کا سرمایہ دیا ہے کہ اس سے چیزیں خریدو اور بازار آخرت میں جا کر نفع پر بیچو اور اگر ہم نے کچھ نہ خریدا تو یہ دھوکا ہے۔ وہ دو نعمتیں کونسی ہیں جن میں انسان دھوکا کھا جاتا ہے اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ تندرستی اور فارغ ہونا اور آج کل وہ لوگ تو دین کی خدمت نہیں کرتے جو تندرست اور فارغ ہیں۔ امراء کا طبقہ بہت دور دور ٹلتا ہے سب کچھ ہے مگر اللہ انکو نیکی کی توفیق ہی نہیں دیتا۔ حضرت رومی رحمتہ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک امیر آدمی اور اس کا نوکر جا رہے تھے نوکر مسجد میں چلا

گیا اور مالک باہر کھڑا رہا جب نوکر نماز سے فارغ ہوا تو کچھ وظیفہ تلاوت کرنے لگا مالک نے دیکھا کہ نماز بھی ختم ہوگئی ہے اور یہ بیٹھا ہے تو کہا کہ باہر آؤ نوکر نے کہا کہ آنے نہیں دیتا پوچھا کہ کون نوکر نے کہا جو تمہیں اندر نہیں آنے دیتا وہ مجھے باہر نہیں آنے دیتا۔ دیکھو امراء فخر نہ کریں وہ کروڑ پتی بھی ہوجائیں تو اسکی دربار کے قابل و لائق نہیں کہ انکو اندر آنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ صحت کی قیمت مرض کے وقت معلوم ہوتی ہے ہر نعمت جب ہو تو اسکی قیمت معلوم نہیں ہوتی مگر جب چھن جائے تو پھر قیمت معلوم ہوتی ہے۔ خراسان کے بزرگ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہارون الرشید نے قاصد بھیجا کہ انکو عرض کردیا تو آپ تشریف لے آئیں۔ یا میں حاضر خدمت ہوجاتا ہوں بزرگ خود تشریف لے آئے ایک جملہ کہا جس کا معنی ہے تم پر سلام ہو اے مسکین و غریب تو بادشاہ نے عرض کی اگر میں غریب ہوں تو امیر کون ہے تو فرمایا کہ قرآن کہتا ہے کہ قُلْ مَتَاعُ الدُّنیَا قَلِیْلٌ آپکو تو کچھ حصہ ملا ہے اور آخرت کے متعلق قرآن میں ہے کہ جب تو آخرت کو دیکھے گا تو وہ بہت بڑا راج ہے تو بادشاہ نے عرض کی کہ کچھ نصیحت فرماؤ تو فرمایا کہ اگر جنگل میں جارہے ہو اور پیاس لگ جائے اور شدت پیاس کی وجہ سے آپ پر حالت نزع طاری ہوجائے اور کوئی آکر ایک گلاس پانی پیش کرے مگر اس شرط سے کہ نصف

سلطنت مجھے دیدو تو تم کیا کرو گے تو کہا کہ میں دے دونگا پھر فرمایا کہ تم پانی پیلو اس کے بعد اگر پیشاب بند ہوجائے اور شدت کی وجہ سے تم پر حالت نزع طاری ہوجائے تو تم کیا کرو گے کہا کہ اگر ایک شخص آجائے اور کہے کہ دوائی دیتا ہوں مگر نصف سلطنت کی شرط پر تو تم کیا کرو گے کہا کہ دیدونگا تو فرمایا کہ سمجھ گئے کہا ہاں تو فرمایا کہ تیری ساری بادشاہی کی قیمت ایک گلاس پانی ہے۔ تو تندرستی ایک قیمتی نعمت ہے قلات کے بادشاہ کے گلے نکل آئے تو ساری رات کھانستا تھا نہ دن میں آرام اور نہ رات کو امریکہ گئے علاج کیا مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ میں ایک مرتبہ انکے پاس گیا کہ نواب صاحب آپکا جی کیا چاہتا ہے فرمایا کہ میرے پاس ہزاروں من سونا ہے یہ سب کچھ لے لے اور میرے گلے میں کشکول گداگری ڈالدے مگر یہ مرض نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ صحت اور تندرستی کی کیا قیمت ہے۔ اور جب ملے تو آدمی کو چاہیئے کہ خوب کھائے کمائے کیا پتہ پھر یہ نعمت ملے یا نہ ملے۔ حدیث کہ تم تندرستی میں وہ کماؤ جو مرض میں نہیں کما سکتے اور جوانی میں وہ کماؤ جو بڑھاپے میں نہیں کما سکتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ زندگی میں تم وہ کچھ کمالو جو موت کے بعد نہیں کما سکتے۔ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ فرماتے ہیں کسی کشتی میں لوگ سوار ہو کر سمندر میں سفر کریں تو کسی جزیرہ میں پہنچ جائیں تو اس وقت شاہی اعلان ہو کہ صرف ایک گھنٹہ

یہاں رہنے کی اجازت ہے جو کچھ اٹھانا ہو اٹھا لو (1) ایک وہ لوگ جو جواہرات چنتے ہیں اور ایک وہ لوگ جو بیر کا پھل چنتے ہیں اور ایک وہ لوگ جو بالکل گپیں مارتے رہیں اتنے میں الارم بج گیا کہ چلو تو جو جوہرات لائے وہ گھر آکر بہت خوش ہوئے اور بیر جو لائے وہ بھی خوش ہوئے کہ کچھ تو لائے اور جو کچھ نہ لائے وہ شرمندہ ہوئے۔ دنیا میں بھی کچھ دیر رہنا ہے اگر جواہرات کمائے تو حد درجہ کی خوشی نصیب ہو گی اگر بیر کمائے تو کم درجہ کی خوشی نصیب ہو گی اگر فضول گپیں مار کر وقت گزارا تو آگے میدان حشر میں چل کر شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔

ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ حضرت ایمان و عمل صالح کی خواہش اس لئے نہیں ہوتی کہ ان میں مزہ نہیں۔ میں نے جواب دیا کہ ان کا مزہ اللہ والوں سے پوچھیں کہ کیا ہے۔ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سورج چھپ جاتا ہے تو ہم اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح نوجوان سہاگ کی رات کو خوش ہوتا ہے۔ میں نے اس آدمی کو کہا کہ اگر زبان پر بیر رکھو تو مزہ آئے گا سونا رکھو تو مزہ نہیں آئے گا اس کا کیا مطلب ہے کہ بیر سونے سے قیمتی ہے؟ سونا ایک چیز ہے کہ اس سے لاکھوں چیزیں ملتی ہیں بشرطیکہ اسکو صرافوں کی بازار میں لے جائیں۔ یہی معاملہ ایمان و عمل صالح کا ہے کہ آخرت کے بازار

میں جاؤ پھر دیکھو کہ دنیا کے سارے مزے اس سے ہیچ ہیں۔ یہ تو ایک جدا مضمون ہے شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر نیکی مزہ اور ہر گناہ آگ ہے۔ یا زہر ہے باقی یہ کہ یہ کیسے مانیں کہ ہر گناہ آگ ہے جواب ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں مگر نیکی کا مزہ اور گناہ کی آگ کو اور زہر کو پوشیدہ رکھا۔ قرآن فرماتا ہے کہ دنیا میں ہم نے سب کچھ پوشیدہ رکھا اگر نیکی کی لذت اور گناہ کی آگ یا زہر کو ہم ظاہر کردیں تو سب ایمان لے آئیں گے۔ اور ایمان بالغیب نہ رہے گا۔ چنانچہ دنیا میں بھی زہر کی دو قسمیں ہیں (1) یہ کہ ابھی کھلاؤ ابھی اثر کرے اور (2) قسم یہ کہ آج کھلاؤ اور کچھ دنوں کے بعد اثر کرے۔ قبائلی علاقہ میں ایک حاجی صاحب تھے انگریز نے انکے جوتے میں یہ مُوَقّتْ زہر ڈالا تو عرصہ تین سال کے بعد انکے پاؤں سوج گئے اور علم الجراثیم میں بھی ایسا ہے کہ جسم میں جراثیم داخل ہوجاتے ہیں مگر اثر کچھ عرصہ بعد ہوگا اسی طرح گناہ بھی کہ انسان نے گناہ کرکے اپنے جسم میں زہر تو ڈالدیا مگر کھلے گا موت کے بعد۔ قبل زمانہ میں چقماق پتھر پر لوہے کا خنجر مارتے تھے تو آگ پیدا ہوتی تھی۔ تو گویا آگ خود پوشیدہ ہے (1) ایک صورت آگ کی کھلی ہے (2) ایک آگ کی صورت پوشیدہ ہے۔ دنیا میں آگ پوشیدہ ہے آخرت میں کھلے گی۔ حقیقت میں ہر گناہ آگ ہے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے کہ یا اللہ ہمارے گناہوں کو برف اور اولوں سے

پانی سے دھوڈالو۔ ہم حیران تھے کہ دھونا تو گرم پانی سے بہتر ہوتا ہے برف کا نام فرمانا کچھ حکمت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ہر گناہ آگ ہے اور آگ ٹھنڈے پانی سے بجھتی ہے ٹھنڈے پانی سے اس طرح شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہر گناہ آگ سے ہے اور حدیث میں ہے کہ ہمارے اندر جو گناہ کی آگ ہے وہ کچھ قبر میں اور کچھ میدان آخرت میں اور کچھ جہنم میں کھلے گی۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی الخ کہ جو آدمی یتیم کا مال کھائے وہ اپنے اندر آگ بھر رہا ہے دنیا کا نشہ اترے گا تو نیکی کا مزہ معلوم ہوگا دنیا کا نشہ موت سے اترتا ہے تو جو نیکی کی ہوگی موت کے بعد اس کا مزہ معلوم ہوگا۔ ہمارے استاد محترم حضرت انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ونوّر اللہ مرقدہٗ فرماتے تھے کہ جنت وجہنم کا رقبہ موجود ہے مگر تعمیر بعد میں بنتی رہتی ہے جس قدر نیکی کی اس قدر جنت تعمیر ہوتی ہے اور جس قدر گناہ کرینگے اس قدر جہنم تعمیر ہوگی۔ حدیث معراج کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ اپنی امت کو سلام کہدو اور فرمایا کہ جنت کی زمین ہموار ہے جس قدر عمل کرتے ہو درخت و محل بنتے جاتے ہیں اور کہو کہ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ سے درخت بنتا ہے۔ جب صحت و تندرستی کو گناہ میں صرف کرے تو آگ کھا رہا ہے اگر صحت و تندرستی کو نیکی میں صرف کرے تو جنت کما رہا ہے۔ حضرت امام

شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تیرا سانس آتا جاتا ہو تو اس کو غنیمت سمجھو کیونکہ ہر متحرک چیز ساکن ہوجاتی ہے/ بہرحال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ اور بزرگان کے واقعات بتلا رہے ہیں کہ صحت اور تندرستی ایک نعمت ہے جسکو نیکی میں صرف کرنا چاہیئے ورنہ جو حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جزیرہ میں ایک وہ شخص تھے جنہوں نے جواہرات جمع کئے یعنی آخرت حاصل کی اور ایک وہ تھے جنہوں نے بیر جمع کئے یعنی دنیا حاصل کی اور ایک وہ تھے جو گپیں مارتے رہے نہ دنیا نہ آخرت حاصل کی۔ تیسری چیز رزق والی نعمت بیان کی تھی روزی کی مثال اس طرح سمجھو روزی عام چیز ہے مثلاً رہنے کو مکان پہننے کو لباس کھانیکو کھانیکی چیزیں یہ ضروریات زندگی کی چیزیں ہیں اللہ تعالیٰ اگر روزی عطاء فرمائے اور پھر روزی رساں سے تعلق نہ ہو تو اسکی مثال ایسی ہے کہ اس کا کھیت ہے فصل بوئی ہے پیاس کی وجہ سے اس کا کھیت خشک رہا اور پانی بھی ساتھ موجود ہے لیکن غفلت یا نادانی کی وجہ سے پانی نہیں دیتا وقت یونہی گزار دیتا ہے تو اس سے زیادہ بیوقوف کون ہے۔ ہمارا بدن کھیت ہے نیک اعمال کھیتی ہیں روزی پانی ہے روزی موجود ہے تو فارغ البالی کے ساتھ نیکی کرے ورنہ عمر تو روزی کمانے میں صرف ہوجاتی ہے اسکو اللہ نے روزی تو بہت دی مگر وہ غفلت کرتا ہے نہ کھیت نہ کھیتی نہ پانی وغیرہ تیار

کرتا ہے بلکہ یونہی وقت ضائع کر دیتا ہے۔تو جب موت آئے گی تو
پھر پشیمان ہو گا کہ ہائے میں نے کچھ نہ کیا۔ بزرگان نے اسکی مثال
دی ہے کہ اگر بادشاہ اعلان کر دے کہ فلاں تاریخ کو اگر تو میرے
پاس آیا تو میں تجھ کو ایک لاکھ روپیہ دونگا قبل زمانہ میں ریل گاڑی تو
نہیں ہوتی تھی تو فرمایا کہ اس کے پاس عمدہ گھوڑا ہو وہ ویسے بندھا
رہے اور بادشاہ کے پاس نہ جائے اور انعام کی مدت گزر گئی یہی وجہ
ہے کہ اللہ نے اپنے پاس آنے کا سامان ایمان دیا اور روزی دی
اسکے باوجود بھی یہ عمل صالحہ نہیں کرتا تو پھر جب موت کا وقت
آجاتا ہے تو یہ پشیمان ہوتا ہے۔ آج کل دین سے اگر لگاؤ ہے تو کم
روزی والوں کا ہے زیادہ روزی والے بد نصیب ہیں حالانکہ چاہیئے تو
تھا کہ جتنی فارغ البالی ہو اتنی نیکی کثرت سے کی جائے لیکن ہمارا
الٹا کام ہے۔ سبی اور ڈاڈر میں بہت گرمی پڑتی ہے ایک مرتبہ گرمی
کے موسم میں اتنی گرمی پڑی کہ پتھر راکھ ہو گئے اس سال میں نے
ایک کسان کو روزہ کی حالت میں ہل چلاتے دیکھا ہے۔ میں نے کہا
کہ یہ کیا کرتا ہے لوگوں نے کہا کہ اس نے گھر میں ایک کھڈہ کھود
رکھا ہے اس میں پانی بھر رکھا ہے ہل سے فارغ ہو کر اس میں بیٹھ
جاتا ہے اور سر پر کوئی ٹھنڈی پانی کی پٹی باندھ دیتا ہے۔ دیکھو یہ
ہے ایمان کی محبت مگر آج کل تو ایئر کنڈیشنڈ موجود ہیں مگر سب
لوگ بے روزہ ہیں۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

کہ ایمان اول بھی غریب لوگوں میں آیا اور آخر میں امراء طبقہ سے نکلتا نکلتا غرباء طبقہ میں آجائے گا۔ اور فرمایا کہ میری طرف سے غریبوں کو خوشی سناؤ۔ بعض شارحین نے غریب کا معنی سفر لکھا ہے کہ جس کا گھر نہ ہو تو اسلام شروع میں بھی مسافروں کے پاس رہا ہے اور آخر میں بھی مسافروں کے پاس ہوگا۔ آج اس زمانہ میں اسلام مسلمانوں سے بھیک مانگ رہا ہے کہ مجھے نہ مٹاؤ اور قبل زمانہ کے مسلمان اسلام پر جان دیتے تھے کہ ہم چاہے مٹ جائیں مگر اسلام نہ مٹنے دیتے تھے اور آج یہ ہے کہ اسلام مٹ جائے اور جان محفوظ رہ جائے یورپ نے دل و کھوپڑی بدل دی ہے اب اسلام سے مسلمان خود نفرت کرنے لگا ہے اس کا نتیجہ یہ کہ یہ روزی کی فراخی نے سب کچھ کیا تو امیروں کا یہ حال ہے۔ علامہ رحمتہ اللہ علیہ اے شیخ امیروں کو مسجد سے نکلوا دو۔ ہے انکی نمازوں سے محراب

روزی بڑی چیز ہے آپ نے دیکھا کہ صحابہ کرامؓ نے روزی کی تنگی کے باوجود کیا کچھ کیا۔ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب انکی حکومت ایک لاکھ مربع میل پر تھی رہنے کو مکان پہننے کو لباس اور کھانے کو غذا نہیں مگر اپنے علاوہ دوسروں کیلئے ہر شے مہیا فرماتے تھے۔ انبیاؑ اور لیڈر کی حکومت میں فرق ہے لیڈر کا وعدہ بالکل دھوکا ہوگا اسی طرح جو حکومت انبیاؑ کی شان و شوکت کے مطابق چلے تو کتنی عمدہ بات ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں

کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا خاندان پوری زندگی جو کی روٹی سے سیر نہیں ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ تین چاند مسلسل گزر جاتے تھے کہ پیغمبرؐ کے چولہے میں آگ نہ جلتی تھی۔ کسی نے کہا کہ پھر کیا کھاتے ہونگے میں نے کہا کہ بس ایک دانہ کھجور کا کھایا اور پانی پیا بس وقت گزر گیا یہی تو وجہ ہے کہ اگر اسلامی قانون رائج کریں تو بھوکے مرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کی وصیت تھی کہ میرے مرنے کے بعد ایک پیالہ ایک غلام اور ایک اونٹنی ہے یہ میری نہیں میرے مرنے کے بعد والے خلیفہ کے حوالہ کر دینا جب یہ چیزیں حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے پاس پہنچیں تو آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے اتنا بڑا بادشاہ حضرت عمر فاروقؓ اور تنخواہ نہ لیتے تھے ایک مرتبہ کپڑے بہت میلے ہوگئے تو لوگوں نے کہا کہ تنخواہ میں اضافہ کردو کوئی ہمت نہ کرتا تھا آخر حضرت علیؓ نے جبر کرکے 45 روپیہ تنخواہ مقرر کروائی جب آپ نے وفات فرمائی تو فرمایا کہ میرے سر پر قرضہ ہے مسجد نبوی کے قریب مکان ہے اسکو بیچ کر قرضہ اتارنا اگر پورا نہ ہو تو میری قوم سے اگر نہ ہوسکے تو پھر قریش سے لیکر میرا قرضہ ادا کرنا اگر پھر بھی پورا نہ ہو تو کسی سے نہ مانگنا تو قرضہ 80 ہزار نکلا تو یہ قرضہ کوئی عیاشی سے نہ ہوا تھا بلکہ جو کی روٹی کھانے اور امت محمدیہ کی خدمت کرنے کی وجہ سے ہوا تھا۔ تو حضرت امیر معاویہؓ نے وہ مکان 80

ہزار روپیہ میں خرید لیا اب اسلامی نظام کون چلائے کہ بھوکا مرنا پڑتا ہے اسلام میں تو ہے کہ پوری قوم کیلئے ہو اگر نہ ہو تو امیر المؤمنین کیلئے نہ ہو۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ بدین کا جزیہ ایک لاکھ روپیہ آگیا مسجد میں ڈھیر لگا دیا یہ مسجد صنعا کے مقام پر تھی۔ کوئی چوکیدار نہیں اور آنکھ اٹھا کر بھی کوئی نہیں دیکھتا اور آج کل سر سے پاؤں تک دولت میں ڈوبا ہے مگر ھل من مزید۔ تو لاکھ روپیہ آیا حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ مجھ پر ضروریات ہیں کچھ زائد مہربانی فرماؤ آپ نے کہا اٹھالو آپ نے چادر بھری مگر اٹھا نہ سکے پھر کچھ نکالدیئے مگر اٹھا نہ سکے پھر نہ اٹھا سکے تو فرمایا کہ کسی کو کہو اٹھا دے فرمایا یہ نہیں تو حضرت عباسؓ نے خود اٹھایا اور چل پڑے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے تھے تو اس کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لے آئے تو فرمایا کہ روزہ کھولنے کیلئے کوئی کجھور ہے تو بی بی حضرت عائشہؓ نے عرض کی نہیں دیکھو کیا مقام ہے کہ لاکھ روپیہ میں سے اٹھالیتے تو کوئی پوچھ نہ تھی مگر نبیؑ لالچ سے پاک ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر بی بی بریرہؓ خادمہ تھیں وہ کہا کرتی تھیں کہ گوشت کب کھلائیں گے آج کل تو پٹواری کا چپڑاسی بھی سات پشت کیلئے کما لیتا ہے۔ تو اس بات کا اظہار حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ نے حضور کریم صلی

اللہ علیہ وسلم سے کیا تو اپنے لئے نہیں خادمہ کیلئے فرمانے لگے عائشہؓ اگر تو مجھے بتاتی تو میں ایک روپیہ لے آتا تاکہ خادمہ کو گوشت کھلایا جائے۔

"آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند"

آج یہ حالت ہے کہ ووٹ لینے کیلئے اسلام اسلام ہے مگر جب کرسی ملی تو سب کچھ ختم ہوگیا اور پھر بھی دیکھو تو پاکستان اور ہندوستان میں کچھ اسلام کا نام باقی ہے۔ ایک آدمی کا 99 فیصد تقویٰ تھا اور ایک فیصد گناہ تھے اور ایک عورت یہ دونوں طواف کررہے تھے کہ آدمی کی عورت پر نگاہ پڑگئی غیب سے آواز آئی کہ اے جوان تیری آنکھ میں جونا پاکی گھس گئی ہے کیا یہ خدا کا دیدار کریگی گھر جاکر آنکھ نکالدی پرانے زمانہ میں عورت کا دیکھنا عیب تھا اب تو اسکو عیب ہی نہیں جانتے ہیں۔

درس نمبر ۶۰:
8 نومبر 1964ء

امن وسلامتی انعامِ خُدا ہے

اس سے قبل درس میں تین نعمتوں عمر، رزق، صحت، کا بیان ہوا ہے آج امن کا بیان ہے اس کا دوسرا نام سلامتی استعمال ہوتا ہے۔ امن وسلامتی اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ اٰمِنًا فِی سِرْبِهٖ مُعَافًی فِی جَسَدِهٖ جو تم میں سے امن میں ہو اور جسم میں بھی بیماری نہ ہو تندرستی ہو وَعِنْدَهٗ قُوْتُ یَوْمِهٖ اور ایک دنکی روزی ہو تو اس شخص کیلئے پوری دنیا جمع ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ امن وسلامتی والا حدیث شریف میں سب سے پہلے آیا ہے اس لئے سلامتی و امن بڑی چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے آیا ہے کہ یا اللہ میں تیری ذات سے پناہ مانگتا ہوں اور تجھ سے سلامتی کا سوال کرتا ہوں دین و دنیا میں ایمان و عمل صالح کا بڑا نتیجہ جو قرآن نے کہا ہے کہ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ السلام علیکم کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمام مصیبتوں سے سلامتی دے۔ عیسائیوں اور

فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا

ہندوؤں وغیرہ کا سلام اور چیز ہیں مگر مسلم کی ملاقات کا سلام الگ چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں جاؤ پہلے اجازت مانگو پھر السلام علیکم کہہ کر اندر جاؤ اس کے مقابلہ میں عیسائی کا سلام دیکھو کوئی وقعت نہیں رکھتا مثلاً گڈ مارننگ کہ صبح اچھی ہو یہ کیا ہے یا ہندو کا سلام دیکھو سیتا رام وغیرہ یہ کیا ہیں سب بے فائدہ اور بے معنی ہیں۔ سیتا اور رام میاں بیوی کے نام ہیں انکے کہنے سے ہمیں کیا ملے گا قرآن کہتا ہے اگر تم کو کوئی سلام کرے تو اس کے جواب میں بہت کچھ کہو مثلاً رحمتہ اللہ و برکاتہ وغیرہ اگر نہیں تو وعلیکم السلام تو ضرور کہو۔ تو جتنا زیادہ جواب دو گے اتنی نیکیاں بڑھیں گی جو امریکہ کی پوری مملکت سے ثواب میں زیادہ ہونگی۔ اسلام نے باقی سب الفاظ کو چھوڑ کر صرف انہی الفاظ کی تعلیم دی کہ رب العزۃ تم کو سلامتی میں رکھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ کہ کونسا اسلام بہتر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں اسکی تشریح فرمائی ہے کہ تقرء السلام تم کسی کو جانو یا نہ جانو تو اسکو سلام کہو۔ آج کل عام طور پر اسکو سلام کیا جاتا ہے جو جاننے والا ہو اور نہ جاننے والے کو نہیں کرتے۔ حالانکہ حکم عام ہے واقف ہو یا ناواقف ہو سلام کہو۔ تو اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جو کوئی مسلمان سامنے آئے اس کو سلام کہو۔ بخاری کے علاوہ دوسری

ـــــہ قَالَ اَنْ تُطْعِمَ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ

کتاب میں یہ لفظ زائد ہے کہ لوگ لیٹے ہوئے ہوں اور تو نماز پڑھ رہا ہو۔ زندہ کو تو چھوڑ مردہ کیلئے تاکید فرمائی کہ مردہ کو بھی سلام کیا کرو۔ تو معلوم ہو گیا کہ جو قبرستان میں ہیں وہ بھی خطرہ سے باہر نہیں ہیں۔ کیونکہ سلام سلامتی کیلئے ہے کسی نے اعتراض کیا کہ مردہ بھی جواب دیتا ہے؟ ہر سلام کیلئے جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ایک سلامتی کیلئے دعا ہے۔ قبر میں خطرہ ہے تو وہاں سلامتی کی دعا ضروری ہے (1) پیدائش انسان کیلئے خطرہ کی چیز ہے (2) موت کا وقت خطرہ کی چیز ہے کیونکہ دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہو گا تو شیطان کوشش کریگا کہ اسکو پھسلا لوں۔ (3) جب انسان میدان قیامت میں کھڑا ہو گا تو یہ بہت مشکل وقت ہو گا۔ حضرت یحییٰؑ کے لئے سورۃ مریم میں ذکر ہے کہ سلام ہو یحییٰؑ پر پیدائش اور موت کے وقت اور زندہ اٹھنے کے وقت دیکھو یہاں اللہ نے سلام کہا مگر جواب دینا ضروری نہیں۔ وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا

پیدائش کے وقت آدمی کہتا ہے کہ کیا خطرہ ہے دیکھو پیدائش کے وقت قسمت بنتی ہے اگر آدمی کا مقدمۂ خون۔ کسی عدالت میں درج ہو تو فیصلہ تک آدمی خطرہ میں رہتا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث مبارک ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہاری تخلیق اور پیدائش کا کام و نظام چالیس دن ہوتا ہے چالیس دن کے بعد نطفہ خون بن

جاتا ہے اور پھر چالیس دنکے بعد خون گوشت کی صورت حاصل کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ماں کے پیٹ میں فرشتہ بھیجتا ہے جس طرح ہم ہوا میں گھومتے پھرتے ہیں اور محسوس نہیں ہوتی اسی طرح فرشتہ ہمارے پیٹ میں داخل ہوتا ہے مگر محسوس نہیں ہوتا۔ فَيَقُولُ أَذَكَرٌ أَمْ أُنثٰى کہ یااللہ اسکو مذکر یا مؤنث بناؤں۔ آج کل ہم نے اولاد کو تو تعویذ گنڈوں کے ہاتھ میں رکھا ہے۔ ہندوستان میں ایک پیر رہتے تھے جسکے ہاں لڑکا نہ ہوتا تھا وہ تعویذ دیتے تھے ایک آدمی تعویذ اولاد زرینہ کیلئے لے گیا مگر لڑکی پیدا ہوئی شکایت لیکر آیا تو کہا کہ تعویذ دکھاؤ تو لکھا ہوا تھا لڑکا نہ لڑکی کہ میں نے لکھا تھا لڑکا نہ ہو لڑکی ہو دوسرے کو لڑکی کیلئے تعویذ دیا تو لڑکا پیدا ہوا۔ وہ شکایت لیکر آیا تو کہنے لگا کہ تعویذ دکھاؤ تو کہا کہ میں نے لکھا تھا لڑکا ہو نہ لڑکی تو تیسرے کو تعویذ دیا اسکے ہاں اولاد نہ ہوئی وہ شکایت لیکر آیا تو کہا کہ تعویذ دکھاؤ کہا کہ میں نے لکھا یہی تھا کہ نہ لڑکا ہو نہ لڑکی۔ قرآن کہتا ہے کہ جس نے یہ کام بندہ کے سپرد کیا وہ بہت ظالم ہے۔ فرشتہ پوچھتا ہے کہ مذکر بناؤں یا مونث سَعِيدٌ أَمْ شَقِيٌّ خوشبخت یا بدبخت بناؤں یعنی اسکے متعلق کافر ہونا یا مؤمن ہونا لکھوں فَمَا الرِّزْقُ وَمَا الْأَجَلُ روزی کیا ہو اور موت کی کونسی تاریخ لکھوں۔ حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کی ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ یہ معاملہ اسکی پیشانی پر لکھدیا جاتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں اعمال نامہ یعنی

سرورق اعمال میں درج ہوتے ہیں تاکہ مخفی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے سارا نظام مخفی رکھا۔ معلوم ہو گیا کہ ولادت کا وقت بہت خطرناک ہے۔ کیونکہ ہماری قسمت کا فیصلہ ہے اور تقدیر کا معاملہ آسان ہے مگر لوگوں نے اسکو مشکل کر دیا ہے۔ معلوم ہو گیا کہ یہ سب چیزیں شروع میں طے ہو جاتی ہیں۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزی اور موت قبل لکھی پڑی ہے تم اللہ سے ڈرو حلال کماؤ عقیدوں کا اثر اعمال پر ہے اکبر رحمتہ اللہ علیہ:

تمہارے مذہبی دعوے جو کچھ ہیں میں یہ دیکھونگا
عقیدوں کا اثر فکر معیشت پر کہاں تک ہے

یعنی دنیا کے کاروبار میں تمہاری مسلمانی کہاں تک ہے بہرحال تقدیر خطرناک نہیں اس حیثیت سے تو خطرناک ہے کہ ہماری زندگی کے بنیادی اصولوں کا فیصلہ ہے حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان چار امور کیلئے رحم مادر میں چار سو فرشتے مقرر ہیں انسان کے دماغ میں وہ چیز اور وہ طاقت ڈالی جاتی ہے جس سے ہیڈروجن بم بن رہا ہے یہ چیز تو شکم مادر میں ڈالی گئی ہے اور جہاں یہ طاقت نہیں ڈالی گئی ہے وہاں ان اشیاء کی ایجاد نہیں ہے۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرشتے کا

کتنا بڑا مقام ہے مگر وہاں یہ چیز نہیں ڈالی گئی اس لئے وہ کوئی چیز بھی ایجاد نہیں کر سکتے۔ اور قوت اتنی ہے کہ پورے علاقے کو ایک فرشتہ الٹا دیتا تھا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں چکر لگاؤ مگر فرشتہ کی کوئی بھی ایجاد نہ پاؤ گے وجہ یہ کہ ایجاد کا معاملہ ولادت کے وقت بنتا ہے فرشتہ کے ذریعہ یہ چیز انسان کے اندر ڈال دی۔ یہ ایجادیں یورپ و امریکہ کا کمال نہیں اگر ولادت کے وقت یہ قوت نہ ڈالی جائے تو یہ چیزیں ہرگز نہیں بنا سکتے۔ صحابیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جب پوری زندگی کا فیصلہ پہلے سے طے شدہ ہے تو ہم کیا کریں۔ فرمایا کہ وہ چیزیں تو پوشیدہ ہیں اور دنیا اسکی تشریح کی جگہ ہے تمہارے پاس نبیؐ آئے ہیں تم انکے فرمان پر چلو اگر انکے فرمان پر چلے تو جان لو یہ کچھ قسمت میں لکھا تھا اگر زکوٰۃ وغیرہ ادا کی تو یہ کچھ سمجھو کہ تقدیر میں یہی کچھ لکھا تھا تو یہ اس چیز کیلئے وضاحت ہے اور یہی بات تھی کہ صحابہؓ کا کمال تھا کسی خاص مدرسہ میں تعلیم نہ پائی تھی صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی سی صحبت سے وہ کمال حاصل کیا جو مدرسہ کی سو سالہ تعلیم سے بھی حاصل نہ ہو۔ ایک مرتبہ ابوعبیدہؓ بن جراح کی سپہ سالاری میں ایک مسلمانوں کا لشکر جا رہا تھا جب شام جانے کا ارادہ کیا تو شام میں وبا پھیلی ہوئی تھی تو مشورہ سے کام ہوتا تھا۔ اسلامی جمہوریت بڑی اعلیٰ تھی فرمایا کہ مہاجرین کو

بلاؤ انکے دو گروہ ہوگئے ایک کہتے تھے کہ آپ جائیں دوسرے منع کرتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ انصار کو بلاؤ تو انکے بھی اسی طرح دو گروہ بن گئے۔ تو پھر حضرت عمرؓ فاروق اعظم نے فرمایا کہ فتح مکہ کے وقت جو بوڑھے مسلمان تھے انکو بلاؤ انہوں نے متفقہ فیصلہ اور رائے پیش کی کہ ہم کو واپس جانا چاہیے۔ تو حضرت عمرؓ فاروق اعظم نے اعلان کردیا کہ مدینہ منورہ واپس جانا چاہیے جب قافلہ چل پڑا تو حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں فرمایا کہ اے عمرؓ بن خطاب آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں۔ آج کل کے علماء کا علم صحابہ۔ تبع تابعین کے ایک گفتہ کے برابر بھی نہیں ہے آج جو قلم پکڑتا ہے وہ صحابہ کرامؓ پر باتیں لگاتا ہے۔ تو حضرت عمرؓ فاروق اعظم نے فرمایا کہ اگر کوئی دوسرا آدمی اعتراض کرتا تو درست تھا کیونکہ میں اس ارادہ سے رکوں گا تو نہیں اور آپکو بھی ناراض نہیں کرسکتا۔ تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا جو الفاظ سنہری پانی سے لکھنے کے قابل ہیں فرمایا کہ میں ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف چلتا ہوں۔ تو ایک مثال دی کہ اگر دو قسم کی چراگاہیں ہوں ایک خشک اور ایک سرسبز تو تم اونٹ کس میں چراؤ گے تو ابوعبیدہؓ بن جراح نے فرمایا کہ سرسبز میں چراؤنگا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شام میں گھاس نہیں کیونکہ وبا پھیلی ہوئی ہے ہم مدینہ جائیں گے کیونکہ وہاں گھاس ہے یعنی وہاں وبا نہیں

عبدالرحمنؓ بن عوف تشریف لائے فرمانے لگے میرے پاس اس مسئلہ کا حل ہے حدیث۔ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ اِذَا سَمِعْتُمْ اَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ فِیْ بَلَدٍ فَلَا تَدْخُلُوْا

کہ اگر تم سن لو کہ فلاں شہر میں بیماری پڑ گئی ہے تو باہر والے اندر نہ آئیں اور اندر والے باہر نہ جائیں۔ جب حضرت عمرؓ نے سنی تو فرمانے لگے وللہ الحمد کہ میری رائے حدیث کے مطابق نکلی یقینی بات ہے کہ اگر لوگ بھاگنا چاہیں تو تندرست بھاگ جائیں گے اور مریض اگر فوت ہوجائے تو تدفین کون کریگا۔ مثلاً سبزی بیچنے والے بھاگ جائیں گے تو سبزی نہیں ملے گی۔ تو وہاں ڈٹ کر رہنا چاہیے باقی رہا یہ کہ تکلیف ہے تو یہ جہاد میں شمار ہوگا جس طرح جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے اور اگر ڈٹ کر مقابلہ کیا تو ثواب کثیر ہے اس طرح اگر وبا کے ڈر سے بھاگو گے تو گناہ ہے اور اگر ڈٹ گئے تو اجر کثیر ملے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ تقدیر و تدبیر میں ٹکر ہے یہ غلط ہے اس کا بیان کسی دوسرے درس میں کرونگا۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ صحابہ کرامؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ ہمیں خبر دیں کہ ڈھال جس سے ہم اپنی حفاظت کرتے ہیں اور دوا جس سے ہم اپنا علاج کرتے ہیں کیا یہ تقدیر کو بدل سکتے ہیں۔ ڈھال اور دوا دونوں تدبیریں ہیں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ چیزیں بھی تقدیر میں شامل ہیں۔ معلوم ہو گیا کہ تدبیر تقدیر کا ایک جز ہے جہاں

تقدیر لکھی ہوتی ہے وہاں تدبیر بھی لکھی ہوئی ہے اور خود خالق کائنات نے تدبیر بتلائی ہے قرآن خُذُوا حِذْرَكُمْ کہ جب تم دشمن کے شہر میں جاؤ تو اپنا ہتھیار لیلو۔ جب خدا نے تدبیر فرمائی تو تدبیر بھی تقدیر کا ایک جز ہوئی۔ اور دوا کے متعلق حدیث لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ فَاِذَا وَافَقَتْ دَوَاءٌ[۱] اگر دوا موافق ہے تو تندرستی اللہ کے حکم سے ہو گی نہ کہ دوائی سے۔ ایک حکیم تھے عبدالمجید خاں دہلی والے انکی عادت تھی کہ نسخہ کے شروع میں بسم اللہ مکمل لکھتے تھے ایک مرتبہ آپ کام میں مشغول تھے کہ ایک مریض آ گیا تو آپ نے شاگرد کو متوجہ ہو کر فرمایا کہ نسخہ لکھدو نسخہ لکھا تو بسم اللہ نہ لکھی تو فرمایا کہ مجھے دکھاؤ تو بسم اللہ نہ تھی فرمایا ارے بد بخت صحت کی جو جڑ ہے بسم اللہ وہ تو تو نے لکھی ہی نہیں اس گھاس پھوس میں کیا رکھا ہے؟

---

[۱] دَاءٌ بَرِئَ بِاِذْنِ اللّٰہِ

درس نمبر ۶۱:
13 نومبر 1964ء

ہدایاتِ ربّانی

ہدایت ربانی بسم اللہ اور اعوذ باللہ کے مطلب کو ہدایات ربانی پر جلد ختم کرتے ہیں۔ہدایات ربانی کے سلسلہ میں بات ہے کہ ہر مسلم کو یہ سوچنا چاہیئے کہ بسم اللہ اور اعوذ باللہ ہمیں کیا سبق دیتے ہیں اور ہمیں کیا تعلیم دیتے ہیں اور ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ ان دونوں کا ایک تصور تو یہ ہے کہ ان میں دو مقابل چیزیں ذکر ہیں ایک رحمٰن اور ایک شیطٰن۔شیطان کی اللہ کے آگے کیا حقیقت ہے مگر اللہ کا قاعدہ ہے کہ اس نے دنیا میں مقابل چیزیں رکھی ہیں مثلاً دن کے مقابلہ میں رات اور مٹھاس کے مقابلہ میں کڑواہٹ یہ صرف اپنی خدائی کے ظہور کیلئے تخلیق فرمائی یعنی ایک چیز بنا سکتا ہوں اور اس کا ضد بھی پیدا کر سکتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک قوم شیطان بنائی بظاہر تو بری چیز ہے لیکن حقیقت میں اچھی چیز ہے کیونکہ اگر شیطان نہ ہوتا تو مسلمان کو یہ درجہ نہ ملتا۔ کیونکہ ملائکہ سے شیطان کا مقابلہ نہیں اس لئے وہ انسان سے کم درجہ رکھتے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسلمان نے شیطان کی رکاوٹ کے باوجود میری بات مانی تو اسکی محبت پکی ہے (2) یہ کہ انسان ہر وقت خبردار رہ جائے کہ شیطان ہر وقت چور کی طرح پیچھے لگا ہوا ہے اب ہر کفر و معصیت شیطانی کام ہے اور ہر ایمان اور طاعت رحمنی کام ہے۔ کیونکہ کفر و گناہ پر شیطان خوش اور رحمان ناراض ہوتا ہے ایمان وطاعت پر رحمن خوش اور شیطان ناراض ہوتا ہے۔ ہر کفر شیطان اور ہر ایمان کا کام رحمان کا کام ہے۔ ہم اعوذ باللہ سے یہ تعلیم حاصل کریں کہ اس سے شیطان سے پناہ کی تعلیم حاصل کریں کہ شیطان سے کٹ کر رحمان سے جڑ جائیں۔ تو اعوذ باللہ ہمیں شیطان سے پناہ کی تعلیم دیتا ہے اور بسم اللہ ہمیں رحمان سے جڑ جانے کی تعلیم دیتا ہے۔ شیطان سے کٹنا کیا کہ کفرو معصیت وغیرہ چھوڑ دو اور رحمان سے جڑنا کیا کہ ایمان اور عمل صلح کریں۔ اب ہدایات ربانی کے تحت ہم رحمان سے جڑنا اور شیطان سے کٹنا چاہیں تو اسکی تعلیمات اور تدبیرات کیا ہیں؟ تعلیم یہ ہے کہ عمل کرو اگر آدمی سست ہے تو عمل کی کیا تدبیر ہو گی قرآن وحدیث سے معلوم ہے کہ سب سے پہلی تدبیر یہ کی کہ حکومت یعنی حکمران پارٹی دیندار ہو۔ مجھے یہ بات پسند آئی ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک مولوی صاحب اسکے دربار میں گئے کہنے لگے کہ ہارون الرشید تیرے ملک میں فلاں فلاں برے کام ہو رہے ہیں تو بادشاہ

نے کہا کہ یہ درباریوں کا قصور ہے انہوں نے مجھے ان برے فعلوں کی اطلاع نہیں دی مولوی صاحب نے کہا کہ بادشاہ کا دربار ایک بازار ہے اگر دربار میں نیکی ہوگی تو نیک لوگ آئیں گے اور اگر بدی ہوگی تو بد لوگ آئیں گے۔ بخاری شریف میں ہے۔

اِنَّ فِی الجَسَدِ مُضغَۃً اِذَا صَلَحَت صَلَحَ الجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَت فَسَدَ الجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ القَلبُ ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ سدھر جائے تو سارا جسم سدھر جاتا ہے اگر وہ خراب ہو تو پورا جسم خراب ہوتا ہے۔ فرمایا کہ وہ ٹکڑا دل یعنی قلب ہے اور دماغ قلب کا وزیر ہے دماغ منصوبہ تیار کرتا ہے اور قلب حکمراں ہے ھدایت ربانی یہ کہ پہلے دل سے کام شروع کرو جس طرح قلب حکمراں ہے تو اسی طرح اللہ کی نظر بھی قلب پر ہے ترمذی شریف میں ہے اِنَّ اللہَ لَا یَنظُرُ اِلٰی صُوَرِکُم وَاَعمَالِکُم وَلٰکِن یَنظُرُ اِلٰی قُلُوبِکُم وَنِیَّاتِکُم اللہ تعالیٰ نیت وقلب کے علاوہ کسی چیز کو نہیں دیکھتا تو تطہیر الجنان قلب آتا ہے قلب گویا ایک عجیب چیز ہے جو بگڑتا بھی ہے اور سدھرتا بھی ہے۔ دل سے مراد گوشت کا ٹکڑا نہیں یہ تو رواجی اور عرفی قلب ہے گوشت والا قلب تو ایک برتن ہے اس کے اندر ایک نور ہے ایک روشنی ہے وہ قلب مراد ہے اِذَا اَذنَبَ العَبدُ نَقَطَت نُقطَۃٌ سَودَاءُ فِی القَلبِ اگر آدمی گناہ کرے تو اسکے قلب پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے اگر توبہ کرلے تو

وہ نقطہ ختم ہوجاتا ہے۔ اگر ہمیشہ وہ گناہ کرتا رہے اور توبہ نہ کرے تو اس کا قلب مکمل سیاہ ہوجاتا ہے جس قدر کفر بڑھے گا پھر نیکی کو نیکی اور گناہ کو گناہ نہیں جانتا۔ آج کل عام حالت مسلمانوں کی ایسی ہے کہ نصف سے زیادہ مسلمانوں کے قلوب اس حالت کو پہنچ چکے ہیں سب سے اول تطہیر الجنان یعنی پاکیٔ قلب ان میں سب سے اول عقائد حقہ ہیں کہ عقیدہ صحیح ہو جن کا عقیدہ بگڑا ہوا تھا ان کے متعلق مثلاً فرعون وغیرہ کے متعلق قرآن نے کہا خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کہ ان پر مہر لگ چکی ہے تو (1) عقائد حقہ (2) اخلاق حمیدہ (3) عادات فاضلہ کہ قلب میں نیک کام کے ارادے ہوں ان میں عقائد حقہ تو بحمد اللہ ہر مسلمان کو معلوم ہیں عقیدہ کی بڑی بات یہ ہے کہ ہر ایک چیز کو اپنی جگہ پر رکھنا چاہیئے۔ ورنہ بہت لوگوں نے دینی جوش میں آکر غلطی کھائی ہے۔ اس وقت گویا اخلاق کے متعلق مختصر ذکر کرتا ہوں اخلاق کی اصلاح ضروری ہے کیونکہ ہر آدمی جو کام کرتا ہے اخلاق کے دائرہ میں کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ خَلق کہتے ہیں پیدائش کو تو معلوم ہوگیا کہ اس کا نام اخلاق اس لئے رکھا کہ یہ بھی بنیادی چیز ہے حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تربیت دوں اور تکمیل کروں۔ اخلاق کے سلسلہ میں بنیادی چیز حسد سب سے بری چیز ہے حسد کیا چیز ہے حسد یہ ہے کہ اگر آدمی کو

اللہ نے دین یا دنیا کی نعمت دی ہو اور دوسرا شخص کہے کہ یہ نعمت اس سے چھن جائے اور اگر آدمی یہ کہے کہ یا اللہ اسکو بھی دے اور مجھے بھی ایسی نعمت دے تو یہ حسد نہیں یہ جائز کام ہے مانگنا اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے لیکن یہ کہ یا اللہ اس سے یہ نعمت چھن جائے تو اس بات کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔ حدیث ترمذی شریف میں ہے کہ حسد انسان کی نیکی کو اس طرح برباد کرتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو برباد کرتی ہے۔ تو اگر حسد سے نیکیاں برباد ہوئیں تو یہ بہت بری چیز ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حاسد سے اس وجہ سے ناراض ہوتے ہیں کہ وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرتا ہے۔ کیونکہ نعمت دینے والا اللہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرتا ہے۔ تو آپ نے دیکھا کہ ایک اعتراض میں ابلیس کی کیا گت بن گئی کہ اللہ نے فرمایا ابلیس آدمؑ کو سجدہ کرو اس نے انکار کیا بیڑا غرق ہو گیا۔ حاسد بھی اگر اعتراض کرے تو کتنی بڑی بری بات ہے۔ معلوم ہو گیا کہ حاسد میں ایک نقص یہ کہ مسلمان کے بارے میں اس کا قلب صاف نہیں۔ اور دوسرا یہ کہ وہ اللہ پر اعتراض کرتا ہے۔ تو ایک مسلمان سے عداوۃ ہوئی دوم خدا پر اعتراض ہوا اور بڑی بات یہ ہے کہ خود حاسد کو تکلیف ہوتی ہے کیونکہ حاسد کا قلب کبھی خوش نہیں ہوتا۔

قلات میں ایک مولوی صاحب آئے کہا کہ فلاں افسر کو تبدیل کرنا

چاہیے میں نے کہا کہ کیوں فرمانے لگے اگر کلکتہ جیسے دور دراز شہر میں مسلمان کو ایک لقمہ مل جائے تو اس کا قلب جلتا ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حسد ہر موجود زمانہ میں ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اجناس میں حسد ہوتا ہے مثلاً درزی کو درزی سے حسد ہوتا ہے اور ڈاکٹر کو ڈاکٹر سے حسد ہوتا ہے۔ایک شخص عدالت میں آیا قاضی جی نے پوچھا کہ تم کون ہو کہا کہ مولوی ہوں کہا کہ دعویٰ کس پر ہے کہا کہ مولوی پر قاضی جی نے کہا کہ چلے جاؤ کہ ہر پیشہ ور ایک دوسرے سے حسد کرتا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث مبارکہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تجسّسوا کہ لوگوں کی حالت کی تحقیق نہ کرو یعنی کسی کے پیچھے پڑنا کہ اس نے کیا کام کیا ایک دوسرے مسلمان کے نقصان کی جاسوسی نہ کرو دو۔ تیسرا یہ کہ لوگوں کی عورتوں پر نظر نہ ڈالو۔ اور ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور ایک مسلمان دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرے۔ آج دیکھو اگر کوئی ملازمت کی جگہ نکلے تو اگر قاصد غریب ہو تو کہتے ہیں کہ اس کو دفع کرو یہ تو غریب ہے کم بخت غریب اور امیر دونوں ایک نطفہ ناپاک پانی سے بنے ہوئے ہیں۔ قرآن اور بن جاؤ تم اللہ کے بندے بھائی بھائی۔جس طرح تم کو اللہ نے امیر کیا ہے پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان کی ساری چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں (1) خون (2) مال

(3) عزت وغیرہ اس کے بعد آسمان پر ہاتھ اٹھا کر جوش سے کہا کہ
اے امت کے خالق میں نے بات بتائی ہے یا کہ نہیں یہ تقریر حجتہ
الوداع کے موقع پر تقریباً ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں سے فرمائی اور
آخر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو موجود
نہیں انکو حاضر والے میری بات پہنچا دیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ان
شخصوں پر اللہ کی بیشمار رحمتیں ہوں کہ جنہوں نے یہ امانت ہم تک
پہنچائی ورنہ ہمیں کون بتلاتا۔ اب بات یہ رہی کہ حسد کا علاج کیا ہے
(1) تو کہ تصور مضرت حسد ہونا چاہیئے اور مضرت حسد حسب ذیل
ہیں گویا ایک مضرت دنیوی اور ایک مضرت اخروی۔ مضرت
دنیوی یہ کہ حاسد کا دل ہمیشہ جلتا رہتا ہے ارے بد بخت تیرے جلنے
سے کسی کی نعمت چلی تو نہیں جاتی بلکہ تجھے نقصان ہے کہ ہمیشہ
تیرا قلب جلتا رہے گا مضرت حاسد فی الدنیا تو یہ کہ حاسد کا قلب
ہمیشہ جلتا رہتا ہے (2) مضرت اخروی کہ وہ نیکی کی بربادی ہے
کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسد نیکی
کو اس طرح جلاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلاتی ہے اور وہاں یعنی
مقام آخرت میں نیکی اتنی قیمتی چیز ہے کہ نہ باپ بیٹے کو نیکی دیگا
نہ بیٹا باپ وغیرہ کو۔ یہ تدبیر علمی ہے اور عملی تدبیر یہ ہے کہ
محسود یعنی جس شخص پر حسد کر رہا ہے اس کے لئے دعا کرے اور
لوگوں کے سامنے کرے کہ یا اللہ فلاں کی تنخواہ یا اور جو نعمت تو

نے اسکو دی ہے ڈبل کردے تاکہ شیطان کا منہ کالا ہوجائے کیونکہ یہ بات مسلم ہے۔ العلاج بالضد کہ علاج ضد سے ہوتا ہے۔ یہ حسد کی تحقیق ہوگئی ایک آدمی کہے کہ حسد سے بچ جاؤں تو اس کے لئے تدبیر اول تو یہ ہے کہ قسمت کے باٹنے والے کا تصور نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ ہم ہیں گزران کی نعتمیں تقسیم کرنے والے۔ معلوم ہوگیا کہ دین و دنیا کی نعمت اللہ سے ملی ہیں ایک تو وہ مالک ہے اس نے اپنی ملکیت دوسرے کو دی دوسرا وہ حکیم ہے کہ جس کو دی درست دی یہ تو وہ فرعونیت ہے کہ جسطرح مکہ کے کفار نے کہا کہ قرآن مکہ کے اور طائف کے سرداروں پر کیوں نہیں نازل ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ نبوت کا حقدار کون ہے۔ تصور ایک قاسم النعم کہ نعمت تقسیم کرنے والے کا تصور دوسرا تصور رضا بالقضاء کہ اللہ پر رضاء ہو کہ یقینی بات کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت بھی کسی کو دی ہے وہ فیصلہ کر کے دی ہے اور مسلمان پر فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر سر خم رہے اور یہ تصور کرے کہ میں جن کا حسد کرتا ہوں اس کا ایک بال بھی نہیں بگڑتا الٹا اپنا نقصان کرتا ہوں بزرگوں کا قول ہے کہ حسد روزی کو تنگ کردیتا ہے یعنی حسد رزق کی تنگی کے اسباب میں سے ہے باقی بیماریاں فرع ہیں مگر مسلمانوں کے اندر حسد کی بیماری اصل ہے یہاں اللہ تعالیٰ نے اعوذ باللہ اور بسم اللہ سے دو طریقہ فرمادئے

کہ کون کہاں جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ غیبت بہت بری چیز ہے صحیحین کی حدیث مبارک ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ غیبت کیا چیز ہے جواب دیا کہ تم کسی مسلمان کی برائی زبان سے کہو وہ پوچھتے ہیں کہ آپ خبر دیں کہ آپ خبر دیں کہ جو برائی میں کہتا ہوں اگر وہ مسلمان کے اندر ہے تو یہ غیبت ہے اور اگر برائی نہ ہو تم نے خود گھڑلی ہو تو یہ اس سے ڈبل گناہ ہے۔ تو معلوم ہو گیا کہ سچی غیبت بھی گناہ ہے اور دوسرا ہے بہتان یعنی غلط الزام لگانا یہ بہت بڑا گناہ ہے قرآن وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم دوسرے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ گے۔ معلوم ہو گیا کہ غیبت بھی اس گوشت کے کھانے کے مطابق ہے۔ ترمذی شریف کی حدیث مبارک ہے کہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ اور حضرت بی بی صفیہؓ امہات المؤمنین جو ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں یہ دونوں سوکن تھیں حضرت بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہؓ سے زیادہ توجہ فرماتے ہیں تو میں نے انکو بے دل کرنے کیلئے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو چھوٹے قد کی ہے تو واقعی وہ قد کی چھوٹی بھی تھیں مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہؓ تو نے ایسی بات نکالی ہے کہ اگر اس کا زہر سمندروں میں ڈالا جائے تو

سارے سمندر بھی کڑوے ہوجائیں حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے عہد کرلیا کہ زندگی بھر ایسی بات پھر نہ کہونگی۔ یہ بات تو خاندان نبوت جو امہات المؤمنین تھیں انکے لئے تھی مگر آج کل ہم غیبت پر غیبت اور الزام پر الزام باندھتے ہیں بہتان لگاتے ہیں اور دل میں کوئی شرم وحیاء نہیں ہے۔

درس نمبر ۶۲:
15 نومبر 1965ء

دِل، زبان و اَعضا، پاک ہُوں

آج بسم اللہ کا درس ختم کرنا ہے کیونکہ آپ اکتا گئے ہونگے کہ اتنا عرصہ بسم اللہ کا درس رہ گیا ہے آخری چیز ہدایات ربانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کچھ ہدایات یا احکام دئے ہیں پہلے آپ اس بات کو سمجھ لیں کہ قرآن میں اللہ نے جو قانون بنائے ہیں ان کا اللہ کو ایک رتی بھر بھی فائدہ نہیں اسی طرح حدیث میں بھی تشریعیات کو تو ترک کردو تکوینیات میں بھی ہمارا فائدہ ہے نہ کہ رب العزۃ کا اللہ تعالیٰ کو نہ آسمان اور نہ ہی زمین کی ضرورت ہے۔ بس جان لو کہ جس قدر کائنات بنائی ہے اس کا اللہ کو کوئی فائدہ نہیں مخلوق کا ہی فائدہ ہے۔ اس طرح شریعت جو بنائی ہے اس کا فائدہ بھی خالص مخلوق کو ہے نہ کہ اللہ کو۔ حضرت رومی رحمتہ اللہ علیہ کے شعر کا مطلب ہے کہ میں نے جو کتاب بنائی ہے میرے لئے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ اس لئے بنائی ہے کہ بندوں پر فیض کروں۔ یہ بنیادی مسئلہ ہے کہ اللہ کیلئے کوئی فائدہ

نہیں۔ (1) تطہیر قلب (2) تطہیر لسان (3) تطہیر اعضاء یہ تین
پاکیاں اسلام کی روح ہیں اگر یہ تین ناپاک ہوں تو ہمارا نقصان
ہے۔ کتاب و سنت کی تحقیق سے ہر گناہ زہر ہے تو زہر کے
استعمال کرنے والے یعنی کھانے والے کو نقصان ہے۔ دوسرے
کو کوئی نقصان نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی مہربانی کی ہے کہ گناہ کا
اثر دنیا میں کچھ کم اور قبر میں کچھ زائد اور مقام حشر میں کچھ اور زائد
رکھا۔ حکمت یہ کہ دنیا میں گناہ پر پردہ ڈالا قبر میں کچھ کھولا اور آخرت
میں کچھ اور کھول دیا تاکہ جزا سزا دی جائے اور جسکو اللہ بخش دے تو
اس سے پوچھنے والا کوئی نہیں۔ قلب کو دو چیزوں سے پاک کیا
جائے۔ (1) اخلاق باطلہ اور (2) غلط عقیدہ سے جس کا عقیدہ سچا ہو
اس سے جڑ جاؤ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کہ سچوں کے
ساتھ ہو جاؤ حدیث شریف ہے اِنَّ الصِّدْقَ یُنْجِیْ وَالْکِذْبَ یُھْلِکُ سچائی
کامیاب اور جھوٹ ہلاک کرنے والا ہے۔ تو ایک یہ کہ عقائدِ حقہ
ہوں دوسرا یہ کہ اخلاق رذیلہ نہ ہوں اگر قلب میں گند بھرا ہوا ہو گا تو
قرآن بالکل سمجھ نہیں آئے گا وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ پہلے دل
کے پاک ہونے کا حکم لایا گیا کہ وُیُزَکِّیْھِمْ بعد میں تعلیم کا حکم لایا گیا۔
دیکھو آپ خود ناپاک برتن میں کچھ نہیں ڈالتے تاکہ چیز ناپاک نہ
ہو جائے برتن کو پاک کر کے دودھ ڈالتے ہیں۔ تو جب تک قلب
پاک نہ ہو گا اللہ تعالیٰ اس وقت تک نور نہیں ڈالتا۔ عقائد حقہ تو ماشا

اللہ مسلمانوں کے درست ہوتے ہیں عوام الناس کا کوئی قصور نہیں
کیونکہ آج کل کے علماء بگاڑتے ہیں اسی طرح حدیث میں آیا ہے
کہ آخر زمانہ میں آسمان کے نیچے گندے علماء ہونگے امام ربانی
رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت
عذاب میں وہ عالم ہوگا جو دنیا میں غلط مسئلے پھیلاتا تھا اور آگے فرمایا
کہ ناقص رہنما اور ناقص عالم دین کی کھیتی کے تخم کو برباد کرنے
والے ہیں۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ وَهَلْ أَفْسَدَ الدِّيْنَ إِلَّا الْمُلُوْكُ
کہ قبل زمانہ کی غلط جماعتیں غلط قانون بناتی تھیں تو پوری رعیت
برباد ہوتی تھی اور غلط پیر اور غلط عالموں نے دین کو نقصان دیا
ہے۔ عقائد حقہ کی پہچان یہ ہے کہ جو باتیں صحابہ کرامؓ نے نہ
چھیڑی ہوں اگر کوئی ان کو دین میں شامل کرکے دکھائے تو اسکو نہ
مانو پرانے دین کو مانو نئے کو نہ مانو اور نہ اس پر عمل کرو وہ دین تو
اپنے فائدے کیلئے تراشا گیا ہے نہ کہ دوسروں کے فائدہ کیلئے۔
قادیانی خبیث نے محض اپنی دولت کمانے کیلئے نبوت کا دعوی کیا
اس لئے غلط مسئلہ بیان کرنے والے اپنے پیٹ کیلئے کرتے ہیں۔
دوسری چیز ہے اخلاق رذیلہ اس میں ایک بری چیز ہے یعنی ایک
بیماری ہے اسکو لالچ کہتے ہیں یہ بہت بری چیز ہے اس لئے اللہ نے
فرمایا ہے وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ جو لالچ سے بچا اس کا بیڑا پار ہے اگر
انسان کے اندر مال کی لالچ نہ ہو تو وہ رشوت و سود کیوں لے گا۔

ممکن ہے کہ آسمان و زمین ٹل جائے مگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک نہیں ٹل سکتی لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَکَاتِبَہٗ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود خور اور سود دینے والے اور گواہ سودی کاروبار پر اور سودی کاروبار لکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا اللہ نے قبول نہ کی ہوگی یقیناً کی ہوگی۔ تو حرص بہت بری چیز ہے اس کا علاج یہ ہے کہ عقیدہ رزقیہ کو پکا کرے کہ روزی اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں۔ بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی روایت ہے کہ جب رحم مادر میں بچے کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس وقت پیدائش سے لیکر مرنے تک کی مکمل روزی لکھ دیتا ہے جب روزی اللہ کے ہاتھ میں ہوئی تو کون اپنی مقرر شدہ مقدار سے زائد کما سکتا ہے۔ اور روزی وہ ہوتی ہے جو گلے سے پیٹ میں چلی جائے اور جو باقی جمع ہے وہ تو فضول ہے حدیث یَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِیْ مَالِیْ وَمَالَہٗ مِنْ مَّالِہٖ اِلَّا ثَلٰثٌ بنی آدم یہ پکارتا رہتا ہے کہ میرا مال میرا مال۔ کچھ نہیں تیرا مال بلکہ وہ ہے جو تو نے کھا لیا ہے یا کھائے گا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ امام کے پیچھے نماز ادا کی تو امام صاحب پوچھنے لگے حضرت آپ کا گزارا کہاں سے ہے فرمایا ذرا صبر کرو نماز کے بعد بتلاؤں گا کیونکہ جو امام روزی رساں کو نہ جانے اس کے پیچھے نماز ناجائز بعد میں نماز کا

مَا اَکَلَ فَاَفْنٰی وَلَبِسَ فَاَبْلٰی اَوْ اَعْطٰی فَاَقْنٰی

اعادہ فرمایا اور یہ آیت پڑھ سنائی ﴿إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ اور فرمایا کہ یہ مسئلہ اللہ سے پوچھو ایک شخص آپکی خدمت میں آیا کہنے لگا کہ آمدنی کم ہے اور خرچ زیادہ ہے۔ جواب دیا جن بچوں کی روزی تیرے ذمہ ہے انکو اپنے پاس رکھ لے اور جنکی اللہ کے ذمہ ہے انکو نکالدے تو وہ آدمی کہنے لگا کہ یہ کیا روزی تو سب کی اللہ کے ذمہ ہے۔ حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے استاد حضرت عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ فلاں مال فلاں شخص کو دیدو اور فلاں چیز فلاں شخص کو دیدو حتی کہ سب مال تقسیم کر دیا۔ تو سائل نے کہا کہ کچھ تو اپنی اولاد کیلئے رکھ لو فرمانے لگے کہ روزی رساں تو اللہ ہے مجھے اولاد کا کیا فکر ہے۔ حرص کو دور کرنا بڑا بنیادی مسئلہ ہے۔ دوسری چیز انسان کے دل میں حسد اور بغض ہے جس کا بیان اور علاج پہلے بیان کر چکا ہوں کچھ بیان کرتا ہوں اگر اس بات پر دل جلے کہ فلاں کو یہ نعمت ملی ہے تو یہ حسد ہے اگر اس شخص سے بغض ہو جائے تو اسکو بغض کہتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اعتقاد قاسمیہ الٰہیہ کو مضبوط کرے کہ یہ عقیدہ رکھے کہ یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے تقسیم فرمائی ہے اور مجھے اسکی تقسیم پر راضی ہونا چاہیے حضرت بہلول رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ بغداد میں ایک آدمی نے پوچھا کہ حضرت وقت کیسے گزر رہا ہے فرمایا کہ دنیا میں کوئی کام میری مرضی کے خلاف نہیں ہوتا تو اس شخص نے کہا کہ آپ تو

خدائی کا دعویٰ کر رہے ہیں میں نے کہا نہیں دیکھو میاں دنیا کے سب کام اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہو رہے ہیں اور میں نے اپنی مرضی اور اپنا ارادہ اللہ کے ارادہ میں مٹا دیا ہے۔ (3) چیز تکبر ہے ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ جو سلطان محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد ہیں ان سے کسی نے سوال کیا کہ تکبر اور تواضع کیا چیزیں ہیں فرمایا جو انسان دنیا کی ناقص اور ردی چیز سے اپنے آپکو کم جانے تو یہ ہے تواضع اور جو گندی چیز سے اپنے آپ کو اوپر جانے یہ ہے تکبر۔ کسی نے حضرت مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ تکبر اور تواضع کے متعلق کیا فرمان ہے۔ اس کا سوال تھا کہ میں مؤمن ہوں کیا میں کافر پر تکبر نہیں کر سکتا؟ فرمایا نہیں تکبر اور تواضع کا ترازو قائم رکھنا بڑا مشکل ہے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تکبر ناپسند ہے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رائی کے دانہ کے برابر تکبر پانے والا سیدھا جنت میں نہ جائے گا بلکہ سزا بھگتنے کے بعد جائے گا۔ بخاری شریف کی حدیث مبارک ہے کہ متکبروں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن چیونٹی کی شکل میں زندہ کریگا لوگ کہیں گے کہ یہ کیا وجہ تو اللہ فرمائیں گے کہ یہ دنیا میں متکبر تھے یعنی قدوقامت چیونٹی کی ہوگی اور شکل صورت انسانی ہوگی۔ حدیث کہ جو خاکساری اور تواضع جس قدر کریگا اللہ اس قدر اسکو اونچا کریگا۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ جتنے بزرگ اور اولیاء گزر چکے ہیں

یہ متکبر تھے یا متواضع تھے۔ متواضع تھے اور جتنے بادشاہ اورامراء گذر چکے ہیں یہ متکبر تھے تو آج کئی سو برس گذر گئے ہیں مگر آپ جس عقیدت اور تواضع سے اولیاؤں کی مزار پر جاتے ہیں اتنی انکساری سے بادشاہوں کی مزار پر بھی جاتے ہیں؟ نہیں جاتے ہیں۔ یہ ہے تواضع کا پھل کہ عرصہ دراز گذر جانے کے بعد لوگوں کے دل میں پوری عزت رکھی ہے۔ تواس آدمی نے سوال کیا حضرت مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ یہ صحیح نہیں کہ مؤمن کافر سے اور نیک اعمال والا برے اعمال والے سے بہتر ہے فرمایا یہ تو تکبر نہیں بلکہ تکبر یہ ہے کہ اپنی ذات کو کسی سے اونچا جانے تو سائل نے کہا کہ ایک ہندو ہے اور ایک مسلم ہے کیا مسلمان اپنے آپکو ہندو سے بہتر نہ جانے فرمایا نہیں فرمایا کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کہ اعمال نیت پر منحصر ہیں شاید آخر وقت پر اللہ تجھ کو مرتد اور کافر کو مؤمن کردے فرمایا جب تک یہ خطرہ ہے تو یہ نہ کہو کہ میری ذات فلاں سے بہتر ہے بلکہ یہ کہو کہ مؤمن کافر سے بہتر ہے اور میں بذات خود کافر سے بہتر نہیں ہوں۔ تواضع یہ ہے کہ دوسروں سے اپنے آپکو کم جانے اس کا علاج حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ عقیدہ رکھو کہ ہم سب حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اور حضرت آدمؑ مٹی سے پیدائش ہیں اور ہم سب ایک ہی مٹی سے بنے ہوئے ہیں۔ حقیقت میں دیکھو تو مٹی میں کیا تواضع

ہے کہ ہم اس پر چلتے ہیں تو بچاری کچھ نہیں کہتی یا مکان وغیرہ کیلئے کھودتے ہیں تو کچھ نہیں کہتی۔ دوسری صفت یہ ہے کہ فائدہ مند ہے کہ ایک دانہ ڈالو تو یکصد دانہ دیگی۔ تو انسان کی بنیاد زمین سے ہے اور زمین میں دو صفتیں ہیں (1) تواضع (2) نفع رسانی اور شیطان کا اصل ہے آگ زمین کا کوئی ڈھیلہ اٹھا کر اوپر پھینکو وہ نیچے آئے گا کیونکہ زمین میں تواضع ہے اور آگ میں تکبر ہے کہ نیچے سلگاؤ مگر شعلہ اوپر کو جائے گا تو جو تکبر کرتا ہے وہ شیطان سے جوڑ کرتا ہے آگ میں ایک صفت تکبر ہے کہ اوپر کو چڑھتی ہے دوسری صفت ہے بگاڑنا کہ آگ لگ جائے تو جلا دیتی ہے۔ ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ آگ کے اندر نفع بھی تو ہے کہ روٹی کھانا وغیرہ پکاتی ہے حضرت نے جواب دیا کہ آگ کے اندر تخریب ہے نفع نہیں اگر کاروائی ہوگی تو زمین کی چیز سے ہوگی یعنی اگر زمینی اشیاء میں سے کوئی شے مدد کرے تو آگ سے نفع ہے ورنہ نفع نہیں مثلاً اگر توا نہ ہو تو روٹی جلے گی یا پکے گی؟ جب تک زمینی چیز نہ ملائی جائے اتنے تک آگ کی تخریبی چیز نہیں جاتی۔ دوسری چیز تصور۔ تصور مبدأ مآل یعنی آغاز و انجام۔ حضرت عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کا قول نقل فرمایا ہے كَيْفَ يَتَكَبَّرُ مَنْ أَصْلُهُ نُطْفَةٌ مَذِرَةٌ آخِرُهُ جِيفَةٌ وَهُوَ بَيْنَهُمَا بزرگ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی کس طرح تکبر کر سکتا ہے جسکی پیدائش ایک پلید نطفہ سے ہے اور آخری انجام ایک بدبودار لاش

ہے کہ مرنے کے بعد لاش گل سڑ جاتی ہے اور انکی درمیانی زندگی میں پیٹ میں پاخانہ وغیرہ بھرا ہوا ہے ایسا انسان تو تکبر کرنے کے لائق ہی نہیں ہے۔ تو بہت سی اخلاقی برائیاں تکبر سے پیدا ہوتی ہیں اگر تکبر بند ہو جائے تو خرابی کا دروازہ بھی بند ہو جائے تو تکبر کا علاج مراقبہ اصل وغیرہ بتا دیا کہ یہ تصور کرلیا کہ میاں تیرا کمال اور صورت وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہیں جب اپنی چیز ہے ہی نہیں تو پھر تکبر کیا کرنا یہ چیزیں بنیادی ہیں۔ حضرت اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ زبان بڑی بری چیز ہے کہ (1) خرابی تو یہ ہے کہ زبان کے گناہ کی مقدار کثیر ہے اور زبان سے گناہوں کا دائرہ وسیع ہوتا ہے مثلاً دیکھو کہ آپ باتیں روزانہ زیادہ کرتے ہیں یا عمل زیادہ کرتے ہیں۔ اگر انسان روزانہ ایک فہرست بنائے تو معلوم ہوگا کہ گناہ زیادہ اور ثواب کم کمایا ہے۔ تو معلوم ہوگیا کہ زبان میں ایک گناہ کی کثرت ہے اور دوسری گناہ کی وسعت ہے مثلاً ایک آدمی لاہور میں ہے آپ اسکو پیٹ تو نہیں سکتے اسکی غیبت کرسکتے ہیں تو معلوم ہوگیا کہ وہ لاہور میں ہے اور آپکی زبان کا گناہ وہاں تک پہنچ گیا۔ مسلم شریف کی حدیث مبارکہ ہے کہ انسان کے اعضاء زبان کے آگے جمع ہوتے ہیں ہاتھ جوڑ کر اسکو کہتے ہیں کہ اے زبان اگر تو سیدھی چلے گی تو ہم بھی سیدھے چلے جائیں گے اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم برباد ہو گئے۔ حضرت ابو

بکر صدیق اکبرؓ زبان کو دبا کر فرماتے تھے کہ اس نے تو گناہوں میں مبتلا کیا ہے اس طرح مردوں کی غیبت کرنا تو زبان کا گناہ قبرستان تک پہنچ گیا حالانکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اُذْكُرُوْا مَوْتَاكُمْ بِالْخَيْرِ کہ مردے اگرچہ برے بھی ہوں تو انکو اچھائی سے یاد کیا کرو۔



كتبه الفقير نفيس الحسيني غفر الله ذنوبه وستر عيوبه

كتبه الفقير نفيس الحسيني غفر الله ذنوبه وستر عيوبه